قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مولانا محمد منظور نعمانی

مجلس نشریاتِ اسلام

ا۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن ○ ناظم آباد ۱ ○ کراچی ۱۸

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

تالیف: مولانا منظور احمد نعمانی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

قرآن

آپ سے کیا کہتا ہے؟

یہ کتاب قرآنی دعوت و تعلیم کو، جو بلاشبہ پوری انسانیت کے لئے آبِ حیات ہے، اس سے ناآشنا اور بیگانہ مسلمانوں اور عام انسانوں تک عام فہم اور موثر پیرایہ میں پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ جو مسلمان یا غیر مسلم بھائی اس کا مطالعہ کریں گے اگر ان کی روح بالکل مردہ نہیں ہو چکی ہو گی تو انشاء اللہ وہ ضرور اس سے متاثر ہو کے رہیں گے،

مولانا محمد منظور نعمانی

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

نام کتاب	قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟
مصنف	مولانا محمد منظور نعمانی
کتابت	ظہیر احمد کاکوروی
طباعت	شکیل پرنٹنگ پریس۔ کراچی
ضخامت	۲۵۶ صفحات
ٹیلیفون	۶۲۱۸۱۷

ناشر
فضل ربی ندوی
مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

فہرست مضامین و عنوانات

مقدمہ

صاحبِ قرآن اور قرآن کا تعارف

یہ کتاب "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" ـــــ اب سے تئیس سال پہلے ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے قریباً ۱۲ سال بعد اس کا انگریزی اڈیشن شائع ہوا تو اس کے لئے حضرت مصنف نے ایک مستقل مقدمہ لکھا تھا، ہم نے مناسب سمجھا کہ اس جدید اڈیشن میں مقدمہ کے طور پر اس کو بھی شامل کر دیا جائے۔
(محمد حسان نعمانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے کہ اب سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں پوری انسانی دنیا نورِ ہدایت سے محروم اور روحانیت و اخلاق کے لحاظ سے اندھیر نگری بنی ہوئی تھی، یورپ پر قرونِ وسطیٰ کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، ایران اور اس کے زیرِ اثر ملکوں میں مزدکیت کا دور دورہ تھا، جس نے اخلاق و شرافت کی حدود کو درہم برہم کرکے انسانوں کو حیوان بنا دیا تھا، ہندوستان پورانک عہد کی تاریکی میں بھٹک رہا تھا، یہاں ایک طرف تو جمادات و حیوانات بلکہ سانپوں تک کی پرستش ہوتی تھی، اور دوسری طرف بیچارے ان انسانوں کے ساتھ جن کو نسلی اور پیدائشی طور پر اچھوت قرار دیا گیا تھا، حیوانوں سے بدتر سلوک ہوتا تھا، وہ انسان ہونے کے باوجود انسانی حقوق سے محروم تھے، جس کے کچھ اثرات اتنا طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود اب تک بھی باقی ہیں ـــــ کم و بیش یہی حال انسانیت کی پستی اور انسانوں کی بے راہ روی کے لحاظ سے اس وقت دنیا کے ان دوسرے ملکوں کا بھی تھا جن کی تاریخ معلوم ہے۔

پھر ان سب کے گویا قلب میں جزیرہ نمائے عرب تھا، جو یورپ، ایشیا اور افریقہ کے مقامِ اتصال پر واقع تھا، اور اسی لئے پرانے زمانے میں اُسے "دنیا کی ناف" کہا جاتا تھا، یہ بھی اس دور میں خداوندی ہدایت

اور تعلیم و تہذیب کی روشنی سے یکسر محروم تھا، تاریکیوں اور گمراہیوں کے بادل تہ بہ تہ چھائے ہوئے تھے، ایک خدا کو چھوڑ کر بے شمار دیویوں، دیوتاؤں اور ان سے نسبت رکھنے والی پتھر کی مورتیوں کی پوجا ہوتی تھی، ان کے لئے انسانوں تک کی قربانی دی جاتی تھی، شہر مکہ کا وہ کعبہ جس کو خدا کے پیغمبر ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے خدا کی عبادت کے مرکز کے طور پر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا، وہ ایک بڑا بت خانہ بن گیا تھا، پورے ملک میں جنگل کا قانون چالو تھا، کوئی حکومتی نظام بھی نہ تھا، انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی، قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا، سنگدلی اور قساوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود اپنے نومولود بچوں کو گڑھا کھود کے زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، بے شرمی اور بے حیائی کا یہ حال تھا کہ بہت سے لوگ مادر زاد برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، بعض قبیلوں میں باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اس کی بیوہ بیوی کو اپنی بیوی بنا لیتا تھا اور یہ گویا اُس کا حق تھا ــــ اخلاق و روحانیت کی اس تباہی کے علاوہ دنیا بھی برباد تھی، بہت بڑی تعداد ایسے غریبوں کی تھی، جو غربت و افلاس کی مجبوری سے زمین کے کیڑے مکوڑے اور مردار تک کھا لیتے تھے۔

پوری انسانی دنیا کے اور خاص کر ملک عرب کے یہ حالات تھے کہ اب سے ٹھیک چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے عرب کے مرکزی شہر مکہ میں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ہی کی نسل کے ایک معزز قبیلہ قریش کے ایک شریف گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ــــ یہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا یعنی ابھی یہ ماں کے پیٹ ہی میں تھا کہ باپ عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا، اور بیوہ ماں ہی نے اس کو پالا، عمر کا چھٹا سال تھا کہ ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، تو دادا عبدالمطلب نے اپنے آغوشِ تربیت میں لے لیا، اس کے دو ہی سال بعد دادا کا بھی انتقال ہو گیا تو آٹھ سالہ بچہ کو چچا ابو طالب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔

اس بچہ کا نام "محمدؐ" رکھا گیا تھا جس کے معنیٰ ہیں، وہ ذات جو اپنی صفات اور کارناموں کی وجہ سے بہت ہی قابلِ تعریف ہے۔

چونکہ عربوں میں اس زمانہ میں تعلیم کا رواج نہیں تھا، اس لئے آپ بھی اُمّی یعنی نوشت و خواند سے بالکل ناآشنا رہے ــــ لیکن فطرت کی سلامتی اور رُوح کی پاکیزگی جو خدا کا خاص عطیہ تھا اس کی وجہ سے اس انتہائی فاسد ماحول میں بھی آپ کی زندگی نہایت معصومانہ اور شریفانہ رہی۔

جب سن شعور کو پہنچے تو کسب معاش کی فکر ہوئی تاکہ چچا ابو طالب پر (جن کے خود بھی کافی اولاد تھی) بوجھ نہ پڑے، تجارت خاندانی پیشہ تھا، اسی کا اپنے لئے انتخاب کیا، لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا ذاتی کاروبار نہیں کر سکتے تھے، اس لئے اپنی محنت دوسروں کے سرمایہ کے ساتھ لگا کر کام شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں میں معاملات میں آپ کی امانت و دیانت، سچائی اور نیک کرداری کی شہرت ہو گئی، اور آپ کا لقب ہی "امین" پڑ گیا، جس نے آپ کے ساتھ کاروباری معاملہ کیا، اس نے آپ کو ایک فرشتہ صفت انسان اور بالکل نئے قسم کا ایک پاکباز تاجر پایا، اور وہ متاثر ہوا۔

مکہ میں قریش ہی کے قبیلہ میں خدیجہؓ ایک دولت مند بیوہ خاتون تھیں جن کا اپنا کاروبار بھی تھا، اور دوسروں کو سرمایہ دے کر بھی وہ تجارت کراتی تھیں، بڑی صاحبِ فراست اور نیک فطرت خاتون تھیں، اُن سے بھی آپ کا کچھ کاروباری واسطہ پڑا تھا ــــ وہ اگرچہ صاحبِ اولاد تھیں اور اُن کی عمر چالیس (۴۰) سال کی ہو چکی تھی، اور آپؐ کی عمر ابھی صرف پچیس (۲۵) سال ہی کی تھی، اس کے باوجود انھوں نے آپؐ سے نکاح کرنا چاہا اور یہ نکاح ہو گیا

اس نکاح کے بعد آپ کو اپنے معاشی مسئلہ کی زیادہ فکر نہیں رہی تو آپ زیادہ وقت خلق اللہ کی خدمت خاص کر غریبوں، آفت رسیدوں اور ضرورت مندوں کی امداد و اعانت اور علاقہ میں امن و امان کی فضا قائم کرنے پر صرف کرنے لگے ــــ زندگی اسی طرح چل رہی تھی، اور آپ کی معصومانہ سیرت، نیک روی، غربا نوازی اور خدمتِ خلق کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں عام طور سے آپ کی عظمت اور محبت پیدا ہو گئی تھی، اور اس طرح پوری قوم کی غیر رسمی سرداری آپ کو حاصل تھی، کہ عمر کے چالیسویں سال میں آپؐ کے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہوئی، دل میں شدت سے یہ داعیہ پیدا ہوتا کہ گھر سے اور آبادی سے دور، سب سے الگ بالکل تنہائی میں عبادت اور دعا و مناجات کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کریں ــــ مکہ سے قریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر ایک اونچی پہاڑی ہے، جس کی چوٹی پر پتھر کی بڑی بڑی چند چٹانوں سے گھرا ہوا ایک قدرتی غار ہے جو آج بھی غار حرا کے نام سے معروف ہے، آپ ایک ہفتہ کے لئے صرف زندگی کی ضرورت کے بقدر کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر وہاں چلے جاتے، اور بالکل یکہ و تنہا اس غار میں رہتے، ہفتہ میں ایک دفعہ گھر آتے، اور پھر اسی طرح کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر وہیں چلے جاتے اور سارا وقت توجہ الی اللہ اور تفکر و عبادت میں گزارتے۔

اگرچہ اس وقت خدا کی ذات و صفات کی وہ معرفت آپؐ کو حاصل نہیں تھی جو بعد میں وحی الٰہی سے حاصل ہوئی، اسی طرح طریق عبادت کی بھی کوئی خاص تعلیم آپؐ کو نہیں ملی تھی، لیکن کسی طالب کو جس کی فطرت سلیم، روح پاکیزہ اور دل نورانی ہو جس درجہ کی خدا کی مجمل معرفت و محبت اور اس کی رضا جوئی اور حصول قرب کا شوق پیدا ہو جانا چاہیے، وہ یقیناً آپؐ کو حاصل تھا، اور اپنے قلبی داعیہ کی رہنمائی کے مطابق آپؐ خدا کی عبادت اور اس کے حضور میں دعا کرتے تھے، یہ سلسلہ کئی مہینہ اسی طرح جاری رہا۔

اسی زمانہ میں ایک نئی کیفیت آپؐ میں یہ بھی پیدا ہوئی کہ آپؐ بکثرت خواب دیکھتے اور جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ اگلے دن واقعہ کی شکل میں سامنے آجاتا، لیکن آپؐ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار و اعلان بالکل نہ کرتے ـــــ یہ عالم بالا کے ساتھ آپؐ کے روحانی رابطہ کا آغاز تھا اور شروع ہونے والے دن کی صبح صادق تھی۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک دن جب کہ غارِ حرا کے اس مجاہدہ اور اعتکاف کے تسلسل پر چھ مہینے گزر چکے تھے، آپ غار حرا سے اس غیر معمولی حالت میں گھر آئے کہ رنگ پیلا تھا جیسا کہ کسی سخت دہشت زدہ انسان کا ہو جاتا ہے، اور جسم پر لرزہ کی سی کیفیت طاری تھی، آپ آتے ہی پڑ گئے اور گھر والوں سے فرمایا "مجھے موٹے کپڑے اڑھا دو، مجھ پر موٹے کپڑے ڈال دو" (زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ) پھر جب حالت کچھ سنبھلی تو بیوی خدیجہ کے دریافت کرنے پر، غار میں خدا کے فرشتے کا ظاہر ہونا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور اس کا کلام پڑھوانا اور اس سلسلہ میں جو کچھ پیش آیا تھا، اور آپؐ کے قلب اور روح پر اس کا جو غیر معمولی بوجھ پڑا تھا وہ سب آپؐ نے بیان کیا، اور بتلایا کہ میری یہ حالت اُس کے اثر سے ہے ـــــ خدیجہ جو بڑی صاحب فراست خاتون تھیں، انھوں نے پہلے تو خود آپؐ کو تسلی دی کہ آپ جیسے نیک اور سب کے کام آنے والے بندہ کے ساتھ اُس کا خدا جو کچھ کرے گا وہ بہتر ہی ہوگا، اس کے بعد وہ آپ کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو بہت بوڑھے تھے، آنکھوں سے بھی معذور ہو چکے تھے، انھوں نے بہت پہلے اپنی بت پرست قوم کے کیش و مذہب کو چھوڑ کے نصرانیت اختیار کر لی تھی، وہ قدیم آسمانی کتابوں تورات و انجیل کے اچھے عالم بلکہ مترجم بھی تھے، انھوں نے غارِ حرا کا واقعہ سن کر یقین کے ساتھ کہا کہ تمھارے پاس جو فرشتہ آیا تھا، یہ اللہ کا وہی خاص فرشتہ ہے جو پیغمبروں کے پاس خدا کا کلام و پیام اور اس کے احکام لایا کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے تم کو منصبِ نبوت

پر فائز کیا ہے، اور پیغمبری کا کار عظیم تمھیں سپرد کیا جائے گا اور سن لو تمھاری قوم تمھاری دشمن ہو جائے گی اور تم کو جلاوطن کر دے گی، پھر بوڑھے ورقہ نے حسرت سے کہا کہ کاش میں اس وقت زندہ و توانا ہوتا اور تمھارا ساتھ دے سکتا!

بس یہاں سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوّت کا آغاز ہوا۔

آپؐ کا اب تک حال یہ تھا کہ اپنی ذات سے معصوم فطرت اور خادمِ خلق تھے، لیکن خاموشی پسند تھے، اس دور میں عربوں میں شعر و سخن سے دلچسپی عام تھی، لیکن آپؐ نے اس میں بھی کبھی کوئی دلچسپی نہیں لی، نہ قوم کے سامنے کبھی خطیب اور مقرر بن کے کھڑے ہوئے، نہ کبھی مصلحانہ حیثیت سے بھی کسی تحریک اور ہنگامہ خیزی کا آپ سے ظہور نہیں ہوا، حتی کہ قوم کی حد سے گزری ہوئی بداخلاقی و بے راہ روی کی اصلاح کے لئے بھی آپؐ نے کوئی تحریک کھڑی نہیں کی اور کوئی پلیٹ فارم نہیں بنایا، وحی و رسالت، قیامت و آخرت اور دین و شریعت کے موضوع پر بھی اس پورے چالیس سال میں کبھی آپؐ سے کچھ نہیں سنا گیا، اگلے پیغمبروں اور ان کی امتوں کے سبق آموز واقعات کا بیان بھی آپؐ کی زبان پر کبھی نہیں آیا، سیاسیات و عمرانیات، معاشیات و اقتصادیات کے بارے میں بھی اس پورے عرصہ میں اپنی قوم کو آپؐ نے کوئی رہنمائی نہیں دی، الغرض چالیس سال کی عمر تک آپؐ کی زندگی کا ان باتوں سے کوئی ادنیٰ تعلق ظاہر نہیں ہوا، اور کسی نے کوئی ایسی بات آپؐ سے نہیں سنی جس سے اندازہ کیا جا سکتا کہ آپؐ ان مسائل کی الف ب سے بھی واقف و باخبر ہیں۔

لیکن عمر کے اکتالیسویں سال میں غارِ حرا کے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد اچانک آپؐ میں ایک محیر العقول انقلاب پیدا ہو گیا، گویا آپؐ کے قالب میں ایک دوسری روح آگئی، اور آپ ایک بالکل دوسری قسم کے انسان بن گئے، اب آپؐ کی خاموشی ٹوٹ گئی اور اپنی قوم سے آپؐ نے کہا کہ مجھے خدا نے وحی و الہام سے نوازا ہے اور اپنی پیغمبری کی خدمت میرے سپرد کی ہے، جیسے کہ کبھی پہلے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ، اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور پھر موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو سپرد کی تھی۔

آپؐ نے قوم کو بتایا کہ وہ خدا میرا اور تمھارا اور ساری کائنات کا خالق و پروردگار ہے، ہر نقص سے پاک اور عظمت و کمال کی ساری صفات کا جامع ہے، صرف وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے، میری تمھاری اور سب کی موت و حیات اُسی کے قبضہ میں ہے، ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا بھی اسی کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کی یہ شان نہیں ہے، اس کے سوا جن بتوں اور دیویوں، دیوتاؤں کی پوجا

کی جاتی ہے' اور جن کو حاجت روا سمجھا جاتا ہے' اُن کے قبضہ و اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے' ان کی عبادت اور اللہ کے سوا کسی مخلوق کی بھی عبادت بہت بڑا گناہ اور ناقابلِ معافی جرم ہے' اس لئے صرف ایک خدا کی عبادت کرو جو معبودِ برحق ہے' اسی سے لو لگاؤ، اس سے بھرپور محبت کرو اور اس سے بہت زیادہ ڈرو! یہ حکم میرے لئے بھی ہے اور تم سب کے لئے بھی!

آپ نے قوم کو یہ بھی بتایا اور اُن کے دلوں میں اس کا یقین اتار دینے کی پوری کوشش کی کہ یہ دنیا جس میں ہم رہ بس رہے ہیں ہمیشہ نہیں رہے گی، جس طرح ہر پیدا ہونے والا آدمی اپنی مقررہ زندگی پوری کر کے مر جاتا ہے' اسی طرح یہ پوری دنیا بھی ایک وقت خدا کے حکم سے فنا کر دی جائے گی' وہ قیامت کا دن ہوگا، پھر خدا ہی اپنی قدرت سے سب کو دوبارہ زندگی بخشے گا، اور ایک دوسرا عالم برپا ہوگا، یہ آخرت کا عالم ہوگا جس میں سب کو اپنے کئے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ملے گی جنھوں نے دنیا میں خدا کو اور خدا کے احکام کو مان کر پاکبازی اور نیک کرداری کی زندگی گزاری ہوگی، ان پر خدا کی رحمت ہوگی اور ان کو بھرپور لذتوں اور مسرتوں والی زندگی عطا فرمائی جائے گی اور اس کے برعکس جنھوں نے اس دنیا میں اپنے خالق و پروردگار کو بھلا کر اور اس کے احکام سے بے پروا اور آخرت کے انجام سے بے فکر ہو کر مجرمانہ زندگی گزاری ہوگی وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

پھر آپؐ نے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بندوں پر اللہ کے حقوق اور بندوں پر دوسرے بندوں کے حقوق اور اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی بھی قوم کو تعلیم و تلقین کی اور فواحش و منکرات اور بداعمالیوں اور بداخلاقیوں سے منع بھی فرمایا، اور اس کے برے انجام سے ڈرایا۔

اسی طرح آپؐ نے قوم کو خرید و فروخت' تجارت و سوداگری اور مالی لین دین اور محنت و مزدوری وغیرہ کے بارے میں بھی خدا کی ہدایات پہنچائیں اور بتایا کہ ان میں یہ طریقے صحیح و جائز اور یہ غلط و ناجائز ہیں کھانے پینے کے بارے میں بھی آپؐ نے بتایا کہ یہ چیزیں خدا نے حلال اور یہ حرام قرار دی ہیں' پھر آپ نے ان باتوں کو صرف بتا کے اور بیان کر کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ یہی آپ کی زندگی کا مشن ہو گیا' اور ان سچائیوں کی دعوت اور اپنی قوم عرب کی اور پوری انسانی دنیا کی ہدایت کی فکر آپ پر اس طرح چھا گئی کہ اس سے الگ کسی چیز سے گویا کوئی دلچسپی نہیں رہی' دن رات اسی کی فکر اور جد و جہد میں مشغول رہتے اور اسی کے لئے اپنے خدا سے دعائیں کرتے۔

اس راستہ میں آپؐ نے سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں' ماریں کھائیں' ذلتیں برداشت کیں' آپ کا اور آپؐ کے کنبہ کا طویل مدت تک بائی کاٹ کیا گیا، کھانے پینے کی چیزوں کی بھی ناکہ بندی کی گئی' لیکن آپؐ نے اپنی دعوت اور جد و جہد میں کوئی کمی نہیں کی، مخالفین سے کسی آویزش کے بغیر آپ امکان بھر اپنے کام میں اسی طرح لگے رہے' اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ الحاح سے ہدایت اور رحمت کی دعائیں کرتے رہے۔

قوم میں سے جن لوگوں کی روحوں میں نیکی کا جوہر اور حق کو قبول کرنے کی کم و بیش صلاحیت موجود تھی، وہ ایک ایک دو دو کر کے آپؐ کی سچائی سے متاثر ہو کر آپ کی دعوت کو قبول کرتے رہے' اور پھر وہ بھی مکہ کے شرارت پسند عنصر کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے' قریباً دس بارہ سال اسی طرح گزرے' اس کے بعد جب وہاں کے لوگوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مکہ سے باہر نکل جانے پر مجبور کر دیا اور اس کا کوئی امکان نہیں رہا کہ مکہ میں رہ کر دینِ حق کی دعوت اور بندگانِ خدا کی ہدایت کی خدمت کا سلسلہ جاری رہ سکے تو آپؐ نے خدا کے حکم سے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ کو اپنا مستقر اور اپنی دعوت و جد و جہد کا مرکز بنا لیا، یہاں پہنچ کر کام اور زیادہ جذبہ اور محنت سے ہونے لگا اور خدا کے فضل سے دعوت قبول کرنے کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مدینہ میں آپؐ کے پیروؤں اور رفیقوں کی اجتماعیت سے ایک عجیب و غریب قسم کا حکومتی نظم و نسق بھی قائم ہو گیا ـــــ اس حکومت کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی' پولیس نہیں تھی' تھانیدار نہیں تھا' تحصیلدار نہیں تھا' جج نہیں تھا' منصف نہیں تھا، کوئی بھی عہدہ دار نہیں تھا، اور سب تھے' یعنی حسبِ ضرورت ان عہدوں کے سارے کام ہوتے تھے' اور آپؐ کی دعوت کو قبول کرنے والے بندگانِ خدا صرف اللہ کی رضا اور ثواب کے لئے بغیر کسی تنخواہ اور حکومتی منصب و لقب کے یہ ساری خدمات انجام دیتے تھے۔

نئے طرز کی اس حکومت نے جس کے مؤسس اور سربراہ نبی اُمّی حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تھے' دنیا کو عملی طور سے دکھا دیا کہ بغیر فوج اور خزانے کے بھی حکومت ہو سکتی ہے' اور مقاصدِ حکومت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پا سکتے ہیں ـــــ دشمن طاقتوں سے اس حکومت کی جنگیں بھی ہوئیں جو دنیا کے لئے مختلف پہلوؤں سے جنگوں کا بہترین نمونہ تھیں' اور جن سے بہت کچھ سبق سیکھا جا سکتا ہے' مخالف طاقتوں سے معاہدے بھی ہوئے، صلحیں بھی ہوئیں' اس حکومت نے اپنوں پر اور پرایوں پر ٹیکس بھی لگائے اور دنیا کو

دکھا دیا کہ ٹیکس کے بارے میں اچھی حکومتوں اور اُن کے عوام کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد صرف دس سال آپ اِس دنیا میں رہے اور اتنی تھوڑی مدت میں قریب قریب پورا ملک عرب آپ کے لئے مسخر ہو گیا اور آبادی کے بہت بڑے حصہ نے آپ کی دعوتِ ہدایت کو قبول کر لیا، ہزار ہا ہزار وہ آدمی جو پہلے خدا سے نا آشنا تھے، آخرت اور جزا سزا کے تصور سے جن کا ذہن بالکل خالی تھا اور ساری عمر انتہائی گمراہیوں اور بداخلاقیوں میں گزاری تھی، وہ آپ کے فیضِ صحبت اور تعلیم و تربیت سے ایسے معیاری اور کامل انسان بن گئے کہ طویل انسانی تاریخ اُن کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے ـــــ افراد ہی نہیں بلکہ کامل انسانوں کی ایک پوری قوم پیدا ہو گئی جس کی مثال چشمِ فلک نے نہ اُن سے پہلے دیکھی تھی نہ اس کے بعد دیکھی۔

یہ سب کچھ صرف دس سال میں ـــــ اور مکہ کے ابتدائی دور کو بھی شامل کر لیا جائے تو قریباً قریباً بیس بائیس سال میں ـــــ ایک ایسے آدمی کے ذریعہ ہو گیا جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ الف ب بھی نہیں جانتا تھا، اس کو اچھے مہذب اور دانشمند اور خدا پرست انسانوں کی کبھی صحبت بھی نہیں ملی تھی، اس کی زندگی میں چالیس سال کی عمر تک (جو اندرونی جذبات اور رجحانات کے ظہور کا خاص زمانہ ہوتا ہے) کسی قسم کی ہنگامہ پسندی، تحریکیت اور کسی مہم کی قیادت کے جذبہ کی ادنیٰ سی جھلک بھی کسی نے نہیں دیکھی تھی، جو نہ شاعر تھا، نہ خطیب، نہ شاعروں یا مقرروں کی کوئی ٹیم اس کے ساتھ تھی، رسالوں، اخباروں اور ریڈیو کا تو وہ زمانہ ہی نہیں تھا ـــــ تو سوچنے کی بات ہے کہ اتنا عظیم الشان اور دنیا کی تاریخ میں عدیم المثال یہ انقلاب اس آدمی کے ذریعہ کیسے ہو گیا؟

خدا کا وہ بندہ کہتا تھا کہ خود مجھ میں کچھ نہیں ہے، میں تو ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں، پڑھا لکھا بھی کچھ نہیں ہوں ـــــ میں خدا کی ذات و صفات اور توحید وغیرہ کے بارے میں جو بیان کرتا ہوں یا قیامت و آخرت اور دوزخ و جنت کے بارے میں جو بتاتا ہوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق جو احکام دیتا ہوں، اور جو کچھ بھی تعلیم و تلقین کرتا ہوں یہ میرے اپنے فہم و فکر کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ سب میرے اور تمہارے خدا کی طرف سے ہے، اس نے مجھے تمھاری ہدایت و خدمت کے لئے آلۂ کار اور وسیلہ بنا لیا ہے ـــــ وہ ایک کلام پڑھ کر سناتا تھا، جو اس تعلیم و ہدایت کا سرچشمہ تھا، اس میں بلا کی تاثیر اور کشش تھی، اگرچہ وہ عربی زبان میں تھا جو پوری قوم کی زبان تھی، لیکن وہ بالکل نرالا کلام تھا، خود لانے والے (پیغمبر) کے کلام سے بھی بالکل ممتاز ـــــ اس کے دشمن بھی اس سے متاثر ہوتے تھے، اور اس لئے اس کو "جادو" کہتے تھے ـــــ لیکن وہ کلام سنانے والا کہتا تھا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام میرا نہیں ہے بلکہ خدا کا کلام ہے، اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے، یہ میرے لئے بھی اُس کا ہدایت نامہ اور حکم نامہ ہے، اور تمہارے لئے اور ساری دنیا کے لئے بھی ـــــ یہ خدا کی آخری کتاب قرآن ہے۔

وہ قرآن آج بھی جوں کا توں محفوظ ہے، اور اس میں غور و فکر کر کے آج بھی سچائی کا ہر طالب یہ یقین حاصل کر سکتا ہے کہ ـــــ یہ کسی انسان کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس میں صفاتِ الٰہی اور توحید جیسے مضامین کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ یقیناً معرفت کا آخری نقطہ ہے جس تک خدا کی ہدایت و تعلیم کے بغیر کسی ذہین سے ذہین انسان کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، اسی طرح حیات بعد الموت اور اس قسم کے دوسرے مشکل مسائل پر قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ یقیناً انسانی علم و فکر سے بہت آگے کی چیز ہے ـــــ پھر انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارہ میں جو ہدایات دی گئی ہیں، جو زمانہ کی بڑی سے بڑی تبدیلیوں کے باوجود انسانوں کی رہنمائی کے لئے بالکل کافی ہیں، اُن کے بارے میں ہرگز نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ کسی انسان اور خاص کر محمد بن عبداللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسے کسی اُمّی اور بالکل نا تعلیم یافتہ انسان کے فہم و فکر کا نتیجہ ہیں۔

الغرض قرآن خود ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا نازل کیا ہوا ہدایت نامہ ہے، اور اس کے لانے والے اور پیش کرنے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے رسول ہیں۔

امید ہے کہ اس کتاب "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" کا مطالعہ اس سلسلہ میں آپ کا مددگار ثابت ہوگا۔

دیباچہ

(از مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وسلام علیٰ عبادہ المرسلین

یہ واقعہ ہے جس کے اظہار میں ذرہ برابر بھی انکسار اور تکلف کو دخل نہیں ہے کہ اس ناچیز نے قرآن مجید کو موضوع بنا کر کبھی کوئی خاص طالب علمانہ محنت نہیں کی، اور اس لئے علوم قرآن میں مجھے کسی قسم کا اور کسی درجہ کا بھی امتیاز اور تخصص حاصل نہیں ہے، بلکہ پرانے عربی مدرسوں کے عام طالب علموں اور تعلیم یافتوں کی طرح قرآن مجید کا بس ترجمہ اور سادہ مطلب سمجھ لیتا ہوں، اور جب توفیق ہوتی ہے تو سمجھ کر تلاوت کرنے کی کوشش کرتا ہوں ـــــ اور یہ بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ـــــ لیکن اس سے بڑا انعام اُس ربِّ کریم کا اس عاجز بندہ پر یہ ہے کہ تلاوت کے وقت کبھی کبھی دل کو تأثر و تذکر کی دولت بھی نصیب ہو جاتی ہے، اور اس کی یہ برکت ہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا میرے لئے ایک بالکل محسوس حقیقت ہے گویا جس طرح کسی میٹھی یا نمکین چیز کے کھاتے وقت اپنی زبان و تالو کے احساس کی بنا پر مجھے اس کی شیرینی یا نمکینی کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے، الحمد للہ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے وقت کبھی میرے قلب کا جو تأثر اور احساس ہوتا ہے، مجھے اس سے قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے کا قطعی یقین حاصل ہوتا ہے، ان دونوں یقینوں میں میرے لئے کوئی فرق نہیں ہے، ان میں سے کوئی یقین بھی میرے لئے فکری اور استدلالی نہیں ہے ـــــ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

قرآن مجید سے دل کے اس تأثر کا اگرچہ کوئی وقت اور موسم مقرر نہیں ہے لیکن خاص کر رمضان المبارک میں یہ دولت الحمد للہ زیادہ نصیب ہوتی ہے، اور جب بھی اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، قدرتی طور پر اُس وقت قرآن مجید اور اس کی دعوت و تعلیم کی عظمت کا احساس و یقین اور بڑھ جاتا ہے۔

کئی سال پہلے کی بات ہے، رمضان المبارک ہی میں ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، یاد نہیں کون سا مقام تھا، بہر حال اس دن طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور دل میں یہ داعیہ بھی اس وقت بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ قرآن مجید کی اس دعوت و تعلیم کو قرآن مجید ہی کے دعوتی انداز میں اللہ کے ان بندوں تک پہنچانے کی بھی کوئی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی جائے جو بیچارے اس سے نا آشنا ہیں ـــــ اس کی ایک عملی شکل اسی وقت یہ ذہن میں آئی کہ متوسط ضخامت کی ایک کتاب لکھی جائے جس میں قرآنی دعوت و تعلیم کو عنوانات کے تحت اس طرح مرتب کر کے پیش کیا جائے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو، اور اس میں اپنی طرف سے کسی دلیل اور بحث کا اضافہ بالکل نہ کیا جائے، بلکہ صرف قرآن کی بات قرآن ہی کے سادہ دعوتی اور تذکیری طرز پر اپنی زبان میں کہی جائے، البتہ سمجھنے کے لئے جہاں کچھ تشریح اور وضاحت کی ضرورت ہو وہاں صرف بقدر ضرورت ہی وضاحت اور تشریح کر دی جائے ـــــ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی وقت اس کام کے کرنے کی نیت کر لی گئی، اور ذہن نے کتاب کا ایک خاکہ بھی بنا لیا، آیات کے جمع و انتخاب کا کام بھی شروع کر دیا گیا، جو رمضان المبارک ہی میں ختم ہو گیا، اس کے بعد بس تالیف و ترتیب کا کام باقی رہ گیا، اس وقت خیال تھا کہ اگر جم کر اور مسلسل کام کیا جا سکا تو زیادہ سے زیادہ بس تین چار مہینے میں ان شاء اللہ کتاب تیار ہو جائے گی، لیکن ہوا یہ کہ کبھی مسلسل چار دن بھی اس کام کو نہیں دیئے جا سکے، اور اس کے برعکس ایسا بارہا ہوا کہ ایک دو دن بیٹھ کے اگر کبھی دو چار صفحے اس کے لکھے تو پھر مہینوں اس لکھے ہوئے کو اٹھا کر دیکھنے اور اس پر ایک سطر کا بھی اضافہ کرنے کی نوبت نہیں آئی، اور ایک دفعہ تو قریباً دو سال کا عرصہ اس درمیان میں ایسا گزرا جس میں اس کام کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکا، الغرض یہی رفتار اس کی تالیف اور تیاری کی۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب مرحلوں سے گزر کر اب یہ کام اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے، اس میں جو کمی یا غلطی ہے، اس کا ذمہ دار یہ ناچیز بندہ ہے، اور جو خیر و خوبی اور نافعیت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ـــــ فلہ الحمد ولہ الشکر۔

آخر میں مختصر مختصر چند باتیں کتاب کے بارے میں اور بھی عرض کرنی ہیں:۔

۱۔ جس طرح قرآن مجید اس کے ماننے والے مسلمانوں کے لئے بھی ہے، اور دوسرے سارے انسانوں کے لئے بھی، اسی طرح اس ناچیز نے اس کتاب کے لکھتے وقت مسلمانوں کے ساتھ دوسرے عام انسانوں کو بھی سامنے رکھا ہے، اس لئے

میری یہ قدرتی خواہش ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں تک بھی کسی طرح زیادہ سے زیادہ پہنچ سکے اپنے امکان اور وسائل کی حد تک یہ عاجز تو انشاء اللہ اس کے لئے کوشش کرے گا ہی دوسرے حضرات بھی مطالعہ کے بعد اگر کتاب کو اس لائق سمجھیں تو اُردو خواں غیر مسلموں تک بھی اس کو پہنچانے کے ذرائع سوچیں اور ان کو بروئے کار لائیں۔ اس مقصد کیلئے انگریزی اور بعض دوسری ملکی زبانوں میں اس کے ترجمہ اور اشاعت کا مسئلہ بھی زیر غور ہے۔[1]

۲۔ ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ قرآنی آیات کے ترجمہ میں لفظی ترجمہ اور نحوی ترکیب کی زیادہ پابندی میں نے نہیں کی ہے بلکہ ناظرین کی سہولت فہم کا زیادہ لحاظ رکھا ہے اگر کسی کو لفظی ترجمہ ہی دیکھنا ہو تو اس عاجز کے خیال میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت اچھی کفالت کی ہے۔

۳۔ جس خاص مقصد کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے چونکہ اس کا یہ اہم تقاضا تھا کہ کتاب کی ضخامت بہت زیادہ نہ ہو اس لئے قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کے سارے گوشوں کو اس میں سمیٹ لینے کی گنجائش نہ تھی تاہم اس عاجز کا خیال ہے کہ اس کا اہم حصہ اس میں سب ہی آگیا ہے اور اُمید ہے کہ پیش نظر مقصد کے لئے انشاء اللہ یہ کافی ثابت ہوگا۔

آخری گذارش اپنے ناظرین کرام سے

بس یہ ہے کہ وہ کتاب کے لئے مقبولیت و نافعیت کی اور اس کے مصنف کے لئے مغفرت و رحمت کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں ــــــ اس عاجز و مسکین بندہ کے لئے اللہ کی رحمت کے بعد سب سے بڑا آسرا اُس کے صاحبِ ایمان بندوں کی دعاؤں ہی کا ہے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

محرم الحرام ۱۳۷۹ھ

جولائی ۱۹۵۹ء

---

[1] الحمد للہ اس کا انگریزی اڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ ہندی ایڈیشن کا کام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا کی ہستی!

دین و مذہب کے سلسلہ کی بنیاد اس حقیقت کے ماننے پر قائم ہوتی ہے کہ ہمارا اور ساری کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی قدرت اور حکم سے اس سارے جہان کو چلا رہا ہے اگر کوئی شخص اس بنیاد ہی کو نہ مانے تو اس کے نزدیک دین اور دھرم کے سلسلہ کی تمام باتیں بیوقوف انسانوں کے "توہمات" ہیں۔

بہر حال خدا کی ہستی کا مسئلہ دین و مذہب کا پہلا بنیادی مسئلہ ہے اور کوئی دینی دعوت ان ہی لوگوں کو دی جا سکتی ہے جو پہلے اس بنیاد کو تسلیم کرلیں، مگر چونکہ واقعہ یہ ہے کہ خدا کی ہستی کا علم انسانوں کے لئے خود اپنی ہستی کے علم کی طرح بالکل فطری اور بدیہی ہے، جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں، اور اسی لئے دنیا کی عام انسانی آبادی ہمیشہ سے اس بنیاد کی ماننے والی رہی ہے حتیٰ کہ ہمارے اس دور میں بھی جس کو لادینیت اور دہریت کا دور کہا جاتا ہے انسانوں کی غالب ترین اکثریت خدا کی ہستی کی ماننے والی ہی ہے اس لئے قرآن مجید نے اپنی دعوت کے سلسلہ میں اس مسئلہ پر براہ راست زیادہ بحث نہیں کی لیکن پھر بھی جا بجا اس نے اشاروں ہی اشاروں میں اس مسئلہ پر ایسے دلائل و براہین قائم کئے ہیں جو ہر اس شخص کے دل میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں جس کے ہوش و حواس صحیح و سالم ہوں اور جس نے اپنی عقل و بصیرت کی آنکھوں کو بالکل پھوڑ نہ لیا ہو۔

ہاں! اس سلسلہ میں یہ ایک بات پہلے سمجھ لینے کی ہے کہ قرآن پاک خدا کی ہستی (اور اسی طرح دوسری ایمانی حقیقتوں) کو منوانے کے لئے منطقیوں کے طریقے پر بحث و مناظرہ نہیں کرتا، جس کے مقابلہ میں مخاطب اگرچہ لاجواب ہو جائے لیکن اس کے دل میں اس سے یقین کی ٹھنڈک پیدا نہیں ہو سکتی، بلکہ قرآن پاک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی صحیح اور سلیم فطرت سے اپیل کرتا ہے کہ کائنات کا نظام جس کو تم اپنی آنکھوں سے

دیکھ رہے ہو، بلکہ تم خود اسی کے ایک جز ہو، اس میں ذرا غور و فکر کرو، تم خود حقیقت کو پا لوگے، اور جو تم کو تبلایا جا رہا ہے، اس کی کھلی نشانیاں بچشمِ خود دیکھ لوگے، اور تمہارا یہ غور و فکر اور مطالعہ ہی یقین و اطمینان کی ٹھنڈک تمہارے دلوں میں پیدا کر دے گا، اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر ذرا پڑھئے قرآن مجید کی یہ آیتیں :-

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي
الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ——— (البقرہ - ع ۲۰)

بلاشبہ آسمان و زمین کی ساخت میں، اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اُن کشتیوں، جہازوں میں جو انسانوں کے کام کی چیزیں لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے پھرتے ہیں، اور اس بارش میں جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے پھر اُس سے زمین کو ایک زندگی بخشتا ہے بعد اس کے کہ وہ مُردہ ہو چکی ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعہ ہر قسم کے جاندار زمین کی وسعت میں پھیلا دیتا ہے، اور ہواؤں کے بدلنے میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر رہتے ہیں (تو ان سب چیزوں میں جن کو سب آنکھوں والے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں) عقل سے کام لینے والے لوگوں کے لئے کھلی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید نے یہاں آسمان و زمین کی ساخت، رات دن کی آمد و رفت کے مقررہ نظام، سمندروں میں جہازوں کی چلت پھرت، بارش اور اس کے آثار و نتائج، ہواؤں کے تغیرات، اور آسمان و زمین کے درمیان ایک خاص نظام کے تحت رہنے والے بادلوں کی طرف اشارہ کر کے انسانوں سے کہا ہے کہ ان چیزوں میں غور کرو، اگر تم عقلِ سلیم سے کام لوگے تو ان میں کی ہر چیز تمہیں زبانِ حال سے صاف صاف بتائے گی کہ وہ جو کچھ ہے اور جس حال میں ہے، آپ سے آپ نہیں بنی ہے، بلکہ کسی حکیم و خبیر اور کامل القدرت ہستی نے اُسے ایسا بنا دیا ہے ——— پھر سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ ——— (الانعام - ع - ۱۲)

یقیناً اللہ ہے دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا، وہ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے، اور مُردہ کو زندہ سے

نکالنے والا ہے، یہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کسی اناج کے ایک دانے یا کسی پھل کی گٹھلی کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، نہ اُس دانے یا گٹھلی میں کوئی شعور و احساس ہے، نہ زمین میں، اور نہ ان میں سے کسی میں ارادہ کی کوئی طاقت ہے، یہ سب چیزیں بالکل بے جان ہیں، لیکن چند دنوں کے بعد کسی نظر نہ آنے والی طاقت کا مخفی ہاتھ زمین کے اندر ہی اندر اُس دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے، اور اس میں سے نہایت نرم و نازک ایک ریشہ نکلتا ہے، پھر وہ اپنے اوپر والی مٹی کی تہوں کو چیرتا ہوا اوپر نمودار ہو جاتا ہے، تو ذرا سوچو کہ مٹی میں دفن شدہ اس بے جان دانے یا گٹھلی کو کس نے پھاڑا، کس نے اس میں سے وہ جاندار اکھوا نکالا، پھر شوت کے دھاگے جیسے نرم و نازک اس اکھوے نے کس کی طاقت سے زمین کو چیر ڈالا؟ ——— کیا تمہاری عقل میں یہ آسکتا ہے کہ اُس بے جان دانے یا گٹھلی نے یہ سارے کام خود کر لئے، یا بغیر کسی کرنے والے کے آپ سے آپ یہ سب کچھ ہو گیا ——— ہرگز نہیں! یہ سب ایک حکمت و قدرت والی ہستی نے کیا، اور وہ ہستی خدا کی ہستی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى۔

اور اس کی قدرت صرف بے جان دانے اور گٹھلی ہی کے ساتھ یہ عمل نہیں کرتی ہے، بلکہ اور بھی کتنی بے جان چیزوں سے وہ جاندار چیزیں پیدا کرتا ہے، اور اسی طرح کتنی ہی جاندار چیزوں سے بے جان چیزوں کو برآمد کرتا ہے ——— اور تم یہ سب دیکھتے ہو، مثلاً بے جان انڈوں سے جاندار بچوں کا نکلنا بھی دیکھتے ہو، اور جانداروں میں سے بے جان مادوں کے برآمد ہونے کا بھی مشاہدہ کرتے ہو ——— خدا کی قدرت کی یہ کیسی کھلی کھلی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں، پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیوں اور کدھر بہک رہے ہو ——— اور سورۂ رعد میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ
وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ط
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ——— (سورۂ رعد - ع - ۱)

اور دیکھو! زمین میں مختلف قطعے ہیں، جو باہم ملے ہوئے اور پاس پاس ہیں، اور انگوروں کے باغات ہیں، اور غلہ کے کھیت ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں، ان میں کچھ ایسے ہیں جو جڑ سے دوسرے درخت کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے جو اس طرح جڑے نہیں ہوتے، ان سب چیزوں کو ایک

ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے' اور پھر ان میں سے بعض کو بعض پر ہم مزہ میں فوقیت اور برتری
دیتے ہیں، اس سب میں بڑی نشانیاں ہیں عقل سے کام لینے والوں کے لئے۔

قرآن کہتا ہے' زمین جس پر تم چلتے ہو' اور جس سے تمہاری غذا پیدا ہوتی ہے' ذرا اس کی اس حالت پر تو غور کرو اسکے باہم ملے ہوئے قطعوں میں بسا اوقات کیسا کیسا فرق ہوتا ہے' ایک زیادہ پیداوار والا ہے' دوسرا کم پیداوار والا، ایک مثلاً گیہوں کی کاشت کیلئے زیادہ مناسب ہے' اور دوسرا مثلاً کپاس یا ایکھ کی کاشت کیلئے پھر کسی ٹکڑے میں انگور کی بیلیں ہیں اور ان سے انگور اترتے ہیں' اور اسی کے برابر والے دوسرے ٹکڑے میں مثلاً غلہ کا کھیت ہے جس میں سے غلہ پیدا ہوتا ہے' اور ساتھ ہی کے تیسرے ٹکڑے میں کھجور کے درخت ہیں اور وہ بھی سب یکساں نہیں بلکہ مختلف طرح کے ہیں' الگ الگ اکہرے بھی ہیں اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کئی کئی جڑے ہوئے بھی ہیں' پھر حال یہ ہے کہ سب کو ایک پانی ملتا ہے' ایک ہی ہوا لگتی ہے' ایک ہی سورج کی شعاعیں سب پر پڑتی ہیں' اسکے باوجود ان کی ظاہری شکل وصورت کے علاوہ انکے ذائقوں میں بھی کتنا فرق ہے ـــــ کیا یہ فرق، یہ چھوٹائی بڑائی، اور یہ اونچ نیچ آپ سے آپ ہے کسی ارادہ اور قدرت کے عمل کے بغیر یونہی خود بخود ہو رہا ہے؟ ہرگز نہیں! قطعات زمین کے اس کیفیاتی فرق واختلاف میں اور اسکی پیداوار کی اس رنگا رنگی میں عقل وبصیرت سے کام لینے والوں کیلئے کھلی نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ اصل حقیقت کے بارے میں یقین حاصل کرسکتے ہیں اور جسکی حکمت وقدرت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کو جان سکتے ہیں ـــــ اور سورۂ عبس میں ارشاد ہے:۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝
فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝

ـــــ (سورۂ عبس)

انسان ذرا اپنی غذا پر نظر ڈالے' اور اس میں غور کرے' ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں' پھر اس زمین کی سطح کو شق کرتے ہیں' پھر ہم اس میں غلہ' انگور' ترکاریاں' زیتون' کھجور کے درخت اور گنجان باغ اور میوے' اور جانوروں کے لئے چارہ پیدا کرتے ہیں۔

پس ہماری پیدا کی ہوئی، ان غذاؤں کو استعمال کرنے والے انسان کو چاہئے کہ وہ سوچے کہ یہ غلہ جس سے تیار کی ہوئی

روٹی میں کھاتا ہوں' اور یہ ترکاریاں' اور یہ طرح طرح کے میوے' اور یہ پھل' اور ہمارے جانوروں کے کام آنے والے یہ چارے' یہ سب چیزیں کہاں سے آتی ہیں اور کون ان کو پیدا کرتا ہے جس پانی سے یہ سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ کون برساتا ہے' اور پھر کس کے حکم اور کس کی قدرت سے زمین کے اندر دبے ہوئے دانوں یا گٹھلیوں سے ان چیزوں کے پودے اگتے ہیں' اور بالکل ابتداء میں زمین میں سے ان پودوں کے نکلنے کے لئے کون سطح زمین کو انکے واسطے چیر دیتا ہے ـــــ تو انسان اگر حقیقت کا طالب بن کر اپنی غذا ہی پر غور کرے گا تو وہ حقیقت کو پالے گا اور غذا کے خالق کا، اور اس کی قدرت وحکمت کا اسکو علم حاصل ہو جائے گا ـــــ اور سورۂ نحل میں ارشاد ہے:۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا
خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝ ـــــ (سورۂ نحل ـ ع ـ ۵)

اور تمہارے لئے تمہارے مویشیوں میں بھی غور وعبرت کا سامان ہے' ہم تم کو ان کے پیٹ میں سے خون اور غلیظ فضلہ کے درمیان سے پاک صاف دودھ پلاتے ہیں' جو پینے والوں کے لئے بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جن مویشیوں کا تم دودھ پیتے ہو ذرا ان ہی میں تم غور کرو' انکے پیٹ میں خون کی نالیاں ہیں' غلیظ فضلہ کے رہنے کی جگہ اور اسکے راستے ہیں' اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ ان مویشیوں کے جسم میں سرخ ناپاک خون اور بدبودار غلیظ فضلہ کی کافی مقدار بھری نہ رہتی ہو لیکن ان مویشیوں کے جسم کے جن حصوں میں خون اور غلاظت بھری رہتی ہے' اسی کے قریب سے لطیف اور صاف دودھ نکلتا ہے' جس میں نہ خون کے رنگ کا کوئی شائبہ ہوتا ہے' اور نہ غلیظ فضلہ کی بدبو کا کوئی اثر، وہ پینے والوں کے لئے کیسا خوشگوار' خوش ذائقہ اور نفیس مشروب ہے' تم خود اسکو جانتے ہو! ـــــ تو ذرا سوچو کہ یہ کس کی کاریگری ہے' کیا جس گائے یا بھینس سے یہ دودھ نکلتا ہے' یہ اس کا فعل ہے؟ کیا کسی انسانی عقل نے دودھ کی یہ عجیب وغریب زندہ مشین بنائی ہے! نہیں ہرگز نہیں! یہ صرف اس حکیم وخبیر ہستی کی قدرت کا کرشمہ ہے جس نے اس ساری دنیا کو اور تم کو بھی پیدا کیا ہے۔

اور ایک موقع پر سوالیہ انداز میں "خدا کی ہستی" ہی کے متعلق نہایت مختصر لفظوں میں کتنی بلیغ اور کیسی تشفی بخش بات کہی گئی ہے ـــــ ارشاد ہے:۔

أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ ـــــ (سورۂ ابراھیم ـ ع ـ ۲)

کیا تمھیں اس اللہ کی ہستی میں شک ہے جو تمام آسمان و زمین (اور انکے اندر کی ساری کائنات) کا بنانیوالا ہے۔

اس مختصر سے سوالیہ جملہ کے ذریعہ قرآن پاک نے انسانوں کے غور و فکر کیلئے اُن کے سامنے زمین و آسمان کی ساری وسعتیں رکھ دی ہیں۔

آنکھوں والا انسان آسمان کو دیکھتا ہے، چاند سورج، ستاروں کو دیکھتا ہے، انکی روشنی اور انکی گرمی یا خنکی کو دیکھتا ہے، زمین کو اپنے نیچے پاتا ہے، اس میں باغات دیکھتا ہے، کھیتیاں دیکھتا ہے، اس سے پیدا ہونیوالا اناج اور میوے پھل کھاتا ہے، اس کے خوش رنگ پھول دیکھتا ہے، اور ان کی خوشبو سونگھتا ہے، اس سے پیدا ہونے والی بے شمار چیزوں کو استعمال کرتا ہے، اور انکے عجیب و غریب خواص اور منافع سے فائدہ اٹھاتا ہے ـــــ پھر جب تک کہ اس کی عقل بالکل مسخ نہ ہو جائے وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ سب چیزیں خود اپنے ارادہ اور فیصلہ سے ایسی بن گئی ہیں، وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا کہ کسی فلسفی یا صناع انسان کی فلسفہ دانی یا کارگری کے یہ سب کرشمے ہیں، اس کی سلیم عقل و بصیرت اس کے سوا کسی توجیہ کو قبول ہی نہیں کر سکتی کہ یہ سب کسی حکیم و خبیر ہستی کی قدرت اور صنعت کا کرشمہ ہے ـــــ اور سورۂ ذاریٰت میں ارشاد ہے:-

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (ذاریٰت ع-۱)

اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں، اور خود تمھارے اندر میں موجود ہیں، پھر کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔

یہاں انسانوں سے کہا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں ہماری قدرت کی جو نشانیاں ہیں، ان کے علاوہ خود تمھارے اندر ہماری نشانیاں موجود ہیں، تم اگر اپنی فطری بصیرت سے کام لو تو خود اپنے وجود اور اپنے نظامِ زندگی میں غور کر کے یقین حاصل کر سکتے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان اگر صرف اپنے وجود، اپنے اعضاء اور اپنے نظامِ زندگی ہی پر غور کرے تو خالق ہستی کے بارے میں اُسے ہرگز کوئی شک و شبہ نہ رہے، وہ اپنی ابتداء کو سوچے، رحم مادر میں میری یہ صورت کس نے بنائی؟ میرے قالب میں یہ روح کہاں سے آئی؟ میری زندگی کے یہ سامان کس نے پیدا کئے، میری آنکھ میں روشنی کس نے ڈالی؟ میرے کان کے پردوں میں آوازیں سننے کی قابلیت کس نے رکھ دی؟ میری ناک کے

غدودوں کو خوشبو اور بدبو کا یہ احساس کس نے دیا؟ میری زبان اور میرے تالو میں یہ چٹخارہ اور ذائقہ کس نے رکھ دیا جس سے کھانے پینے کے سارے لطف ہیں؟ اور مجھے یہ گویائی کی قوت کس نے دی؟ ـــــ کیا میرے ساتھ یہ مہربانیاں میری ماں نے کیں؟ میرے باپ نے کیں؟ کیا میرے ان کاموں کے لئے کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی گئیں؟ کیا میں نے خود اپنے آپ کو ایسا بنا لیا؟ ـــــ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے، اور یہ سوچنا تو اور بھی زیادہ غلط ہو گا کہ میں اپنے یا کسی اور کے ارادہ کے بغیر ہی آپ سے آپ ایسا بن گیا ـــــ پس حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بڑی حکیم و خبیر اور بڑی کامل القدرت ہستی نے مجھے پیدا کیا ہے، اور یہ سب مہربانیاں میرے ساتھ اُسی نے اور صرف اُسی نے کی ہیں۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝

خدا کی صفات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، خدا کی ہستی کا علم تو انسانوں کے لئے ایک وجدانی فطری اور بدیہی علم ہے — یعنی صرف اتنی سادہ سی حقیقت کہ ہمارا اور اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے — ہر آدمی کیلئے یہ اتنی ہی روشن اور اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ اس کی نظر میں خود اپنی ہستی اور اپنا وجود — لیکن آگے یہ بات کہ وہ ہستی کیسی ہے اور اس کی صفات کیا ہیں، اگرچہ اس کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے (کیونکہ اسکے بغیر نہ خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہم اسکے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو جان سکتے ہیں) لیکن انسان بطور خود اس کی دریافت سے عاجز ہے — الغرض انسان کیلئے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے اور جن کا صحیح علم حاصل کرنے میں وہ اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی رہنمائی کا محتاج ہے، ان میں ایک صفاتِ الٰہی کا مسئلہ بھی ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت خدا کی ہستی کا عقیدہ تو قریب قریب سب قوموں میں اور سب مذاہب میں موجود تھا، لیکن اس کی صفات کا صحیح تصور کہیں بھی نہیں تھا، اور اس بارے میں دنیا بڑی سخت غلطیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھی — اس وقت کے بڑے بڑے مذاہب اور ان کی ماننے والی قومیں اور ان کی بنیادی کتابیں آج بھی موجود ہیں، یا کم سے کم ان کے بارے میں گواہی دینے والی تاریخ موجود ہے، تھوڑا سا وقت اور تھوڑی سی محنت صرف کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ خدا کے متعلق انکے تصورات کتنے غلط اور کتنے پست تھے، اور ان مذہبوں یا فلسفوں کے ماننے والے جو اب تک دنیا میں موجود ہیں وہ صفاتِ الٰہی کے بارے میں کیسی کیسی گمراہیوں میں آج تک بھی مبتلا ہیں — بہرحال قرآن مجید نے اپنی دعوت و تعلیم کے ذریعہ اقوام و مذاہب کی جن سنگین غلطیوں کی اصلاح اور تصحیح کی ہے، ان میں سے ایک صفاتِ الٰہی کا مسئلہ بھی ہے۔

قرآن مجید نے اس بارے میں جو کچھ دنیا کو بتایا ہے، اس کی صحیح قدر و قیمت جاننے کے لئے بلکہ اسکو سمجھنے کے لئے بھی کم از کم اجمالاً ہی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ دنیا کے اقوام و مذاہب نزولِ قرآن کے وقت

خدا کی صفات کے بارے میں کیسی غلط فہمیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے، اور خدا کو کیسا سمجھتے تھے! — تفصیل تو ان مذاہب کی تاریخ سے متعلق کتابوں ہی میں دیکھی جا سکتی ہے، یہاں تو ہم بس اُن چند اصولی گمراہیوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں نزولِ قرآن کے وقت خدا کی ماننے والی دنیا عام طور سے مبتلا تھی۔

بہت سی قومیں اس دنیا کو ایک خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا ماننے کے باوجود اس وہم میں مبتلا تھیں کہ جس طرح دنیا میں ایک بادشاہ یا راجہ ہوتا ہے لیکن ملک اور حکومت کے کام زیادہ تر وہ خود نہیں کرتا بلکہ اسکے وزراء اور دیگر ماتحت لوگ کرتے ہیں، اور جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں، اسی طرح خدا کا بھی معاملہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب براہ راست خدا خود نہیں کرتا بلکہ اسکی مقرب کچھ اور روحانی ہستیاں (دیوی دیوتا) ہیں جن کو اس نے بہت سے کام اور بہت سے اختیارات سپرد کر رکھے ہیں، اور اُن کاموں کو وہی انجام دیتے ہیں، وہ جس سے راضی ہوں اُسے نہال اور خوشحال کر دیتے ہیں، اور جس سے ناراض ہوں اُسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں، اور اسی لئے لوگوں کی بھلائی یا برائی کا تعلق عملی طور پر اُن ہی دیویوں دیوتاؤں کی خوشی یا ناخوشی سے ہے۔

نیز اسی قسم کی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس طرح دنیا کے بادشاہوں، راجوں، مہاراجوں کا حال ہوتا ہے کہ بعض لوگوں سے رشتہ قرابت کا یا پیار و محبت کا ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ان کی کسی خواہش اور کسی سفارش اور کسی بات کو رد نہیں کر سکتے بلکہ جو وہ چاہیں وہی کرنا پڑتا ہے، اسی طرح معاذ اللہ خدا کا بھی بعض خاص ہستیوں سے ایسا تعلق ہے کہ جو وہ خدا سے کرانا چاہیں وہ خدا کو چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے۔

بعض قوموں کی گمراہی یہ تھی کہ وہ خدا کا تصور مادی شکل و صورت اور مادی صفات کے ساتھ کرتی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ مثلاً غم و مسرت اور رنج و راحت جیسے طبعی حالات جو انسانوں پر آتے ہیں، یہ سب خدا پر بھی آتے ہیں، اور انسانوں پر ان حالات کے جو اثرات پڑتے ہیں، وہی خدا پر بھی پڑتے ہیں، اور انسان ان حالات سے متاثر ہو کر جیسے کام کرتا ہے ویسے ہی افعال اللہ تعالیٰ سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔

عام مشرک اور بُت پرست قوموں کے خیالات خدا کے بارے میں کچھ ایسے ہی تھے، اور اُن کے شرک کی بنیاد اُن ہی غلط اور گمراہانہ خیالات پر تھی۔

ان کے علاوہ بعض قومیں خدا کو قہر و غضب اور جلال و جبروت سے بھرپور ایک ایسے مطلق العنان بادشاہ

کی طرح سمجھتی تھیں جس کا کوئی اصول اور آئین نہ ہو، اور جو غصہ اور ناراضی کے وقت اپنے غیظ و غضب کی تسکین کیلئے لوگوں پر بے حساب تباہیاں اور بربادیاں نازل کرتا ہو، اور رحم اور درگزر سے اس کی فطرت خالی ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان سب گمراہیوں کی بلکہ انکے علاوہ اور بھی جو گمراہیاں خدا کی صفات کے بارے میں اقوام و مذاہب میں تھیں (اور اسی طرح جو آج بھی ہیں) ان سب کی یا کم از کم ان میں سے اکثر کی اساس و بنیاد صرف یہ ہے کہ دنیا کی نظر میں سب سے بڑی چیز بادشاہی تھی، اور سب سے بڑی ہستیاں بادشاہوں کی تھیں اس لئے جو باتیں اور جو صفتیں بادشاہوں میں ہوتی تھیں، اُن ہی کو زیادہ بڑے اور اونچے پیمانے پر خدا میں مان لیا گیا تھا، اور الوہیت کو شاہیت سمجھنے کے اس مغالطے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ خدا کا تصور عام طور سے بس قہر اور غضب اور جلال و جبر وتی ہی کے ساتھ کیا جاتا تھا، اور اسکو دہشت اور خوف ہی کی چیز سمجھا جاتا تھا، اور اس سے بس ڈرا ہی جاتا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے نزولِ قرآن سے کئی صدی پہلے اسی غلطی کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت پر بہت زیادہ زور دیا، اور اسکو سمجھانے کیلئے (جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے) باپ کی محبت و شفقت کی تمثیل و تعبیر سے کام لیا لیکن کچھ مدت کے بعد اُن کی ماننے والی اُمت کی کجروی نے اسی سے ابنیت اور کفارہ کے عقیدے پیدا کرلئے ـــــ بہرحال مسیحی امت میں ابنیت اور کفارہ کے عقیدے صفات الٰہی کے غلط تصور ہی سے پیدا ہوئے۔

الغرض خدا کی صفات کے بارے میں اس قسم کی غلطیوں اور گمراہیوں میں نزولِ قرآن کے وقت دنیا کی عام قومیں اور امتیں مبتلا تھیں ـــــ اب ذرا دیکھئے کہ قرآن نے آکر اس بارے میں دنیا کو کیا بتلایا۔

سورۂ فاتحہ جس سے قرآن مجید شروع ہوتا ہے اس میں سب سے پہلے خدا کی صفات کی رونمائی اس طرح کرائی گئی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ — ساری حمد و ستائش اُس اللہ ہی کے لئے ہے جو سب کائنات کا پروردگار ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ — بیحد رحمت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ — جزاء اور انصاف کے دن کا مالک ہے۔

پہلی صفت (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝) نے یہ بتلایا کہ کائنات کے ساتھ خدا کا تعلق صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اس کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے، بلکہ پیدائش کے بعد جس کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اور جس طرح بھی اس کی پرورش

ہورہی ہے، وہ سب براہ راست اسی کی طرف سے ہے، وہی سب کی تربیت اور پرورش کر رہا ہے، حتی کہ درختوں کو بظاہر ہوا پانی اور زمین سے جو غذا ملتی ہے جس سے ان کی حیات اور ان کا نشو و نما ہے اور بچہ کو ماں کے پستانوں سے جو دودھ ملتا ہے تو یہ سب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی ربوبیت ہے، اور اصل دینے والا وہی ہے ـــــ مطلب یہ ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے کہ خود پیدا کرکے اور وجود دے کے پرورش (یعنی ضروریات مہیا کرنے کا کام) کسی اور کے سپرد کر دیا ہو، بلکہ جس طرح پیدائش اُسی کے پیدا کرنے سے ہے، اُسی طرح سب کی پرورش بھی اسی کی طرف سے ہو رہی ہے، اور اس کی ربوبیت اور پروردگاری کا کائنات کے ہر ذرہ سے براہِ راست تعلق ہے۔

دوسری اور تیسری صفت (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) نے بتلایا کہ جس خدا کو لوگوں نے صرف قہار اور جبار سمجھ رکھا ہے وہ تو بے حد رحمت والا اور نہایت ہی مہربان ہے، اور مخلوق کو وجود بخشنا اور پھر اس کی پرورش کرنا اور اس کی ضروریات مہیا کرتے رہنا اسکی رحمت ہی کا کرشمہ ہے، اور رحمت کی صفت اس میں اتنی ہے کہ اس کے بیان کرنے کے لئے "الرَّحْمٰن" کہنے کے بعد "الرَّحِيْم" کہنے کی بھی ضرورت ہے۔

چوتھی صفت (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) نے بتلایا کہ سب کا پروردگار اور رحمٰن و رحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل اور انصاف کرنے والا بھی ہے، اور اسکی اس صفت کا پورا پورا ظہور اس دن ہو گا جو خالص انصاف اور جزا و سزا ہی کا دن ہوگا ـــــ گویا اس تیسری صفت کو بیان کر کے سب کو خبردار کر دیا گیا کہ اسکی پروردگاری اور انتہائی رحمت اور مہربانی کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ وہ مجرموں کو بھی سزا نہ دے گا، اور اس ماں کی طرح جو نالائق بیٹے پر بھی پیار کرنے پر اپنی مامتا سے مجبور ہوتی ہے، مجرموں اور نافرمانوں پر بھی وہ رحمت ہی کرے گا ـــــ ایسا نہیں ہے بلکہ رب اور الرحمٰن اور الرحیم ہونے کے ساتھ وہ جزا و سزا دینے والا بھی ہے، اور ایک آنے والے دور میں اسکی اس صفت کا ایسا ظہور ہونے والا ہے کہ وہ پورا دور ہی صرف جزا و سزا کا دور ہو گا یعنی وہ دنیا نہ کھانے کمانے کی دنیا ہو گی، نہ عبادت کرنے کی دنیا ہو گی، بلکہ صرف جزا و سزا اور انصاف و عدالت کی دنیا ہو گی ـــــ اسی لئے اُسے "يَوْمِ الدِّيْن" کہا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے بالکل ابتدائی ان چھوٹے چھوٹے تین بولوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو کچھ بیان کر دیا ہے، اگر غور کیا جائے اور اسکی گہرائیوں میں اترا جائے تو صرف اتنا بھی ناکافی نہیں ہے، لیکن قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت ہے، اور اسکے بعد کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے

کسی بھی اہم مسئلہ میں اُس نے اختصار اور کفایت سے کام نہیں لیا ہے اور بلا مبالغہ ہزاروں جگہ ـــــ واقعۃً ہزاروں جگہ ـــــ اس میں خدا کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے چند آیتیں ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں ـــــ ناظرین کی سہولت کے لئے ہم صفات کے عنوانات قائم کر کے اُن کے متعلق آیات درج کریں گے۔

اللہ تعالےٰ علیم کُل ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

قرآن کریم بتلاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ہر چھوٹی بڑی اور کھلی چھپی چیز کا علم ہے، وہ سب دیکھتا اور سنتا ہے وہ ہر ایک کے قریب اور ہر ایک کے ساتھ ہے ـــــ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ـــــ (آل عمران ع ۔ ۱)

اللہ تعالےٰ (علیم کُل ہے) زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

یہی بات کچھ اور اضافہ کے ساتھ سورۂ انعام میں یوں بیان فرمائی گئی ہے:۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝ (الانعام ع ۱)

اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات کا وہی تنہا خدا، وہی مالک و رب ہے) وہ تمہاری چھپی اور کھلی سب باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اس کا بھی پورا علم ہے۔

نیز اسی سورۂ انعام میں اللہ تعالےٰ کی اسی صفت کو آگے ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ ـــــ (الانعام ۔ ع ۔ ۹)

وہ غیب اور شہادت سب کا جاننے والا ہے اور (اس علم کل کے ساتھ) حکمت بھی رکھتا ہے اور ہر چیز اور ہر بات سے ہر وقت باخبر رہنے والا ہے۔

اور سورۂ قصص میں یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ـــــ (القصص ۔ ع ۔ ۷)

اور تمہارا رب جانتا ہے اُن رازوں کو بھی جو وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان باتوں

اور ان کاموں کو بھی جو وہ علانیہ کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، اُسی کے لئے ساری حمد اور ستائش ہے، دنیا اور آخرت میں اور اُسی کے ہاتھ میں حکم ہے، اور تم سب کو اُسی کے پاس لوٹ کے جانا ہے۔

اور سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ـــــ (یونس ۔ ع ۔ ۷)

اور تم کوئی کام نہیں کرتے ہو مگر یہ کہ ہم تمہارے پاس اُس وقت موجود ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو (یعنی تم جو کچھ بھی کرتے ہو ہماری آنکھوں کے سامنے کرتے ہو اور تم اگرچہ ہمیں نہیں دیکھتے مگر ہم وہاں موجود ہوتے ہیں اور سب کچھ دیکھتے ہیں) اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی تمہارے رب سے چھپی ہوئی نہیں ہے

اور بندوں سے اپنا قرب بیان فرمانے کے لئے سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا:۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۝ ـــــ (البقرہ ۔ ع ۔ ۲۲)

اور اے پیغمبر! جب میرے بندے تم سے میری بابت دریافت کریں تو (انھیں بتاؤ کہ) میں ان سے قریب ہی ہوں۔

اور سورۂ قٓ میں فرمایا گیا:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ ـــــ (ق ۔ ع ۔ ۲)

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو وساوس اور خیالات آتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہیں۔

اور سورۂ مجادلہ میں بندوں کے ساتھ اپنے اسی قرب و معیت کا بیان اس طرح فرمایا:۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ـــــ (سورہ مجادلہ ع ۲)

کہیں نہیں ہوتا تین کا خفیہ مشورہ مگر اللہ ان کا چوتھا وہاں ہوتا ہے، اور نہ پانچ کا، مگر اللہ ان کا

چھوٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کا نہ زیادہ کا، مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔

اور سورۂ نساء میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو آدمیوں سے شرم کرتے ہیں لیکن اللہ سے شرم نہیں کرتے، فرمایا گیا۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ ـ (النساء ـ ع ۱۶)

وہ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے ہیں اللہ سے، حالانکہ وہ ہر حال میں اور ہر وقت اُنکے ساتھ ہے۔

ان آیات کے علاوہ قرآن پاک نے اتنے مقامات پر کہ اُن کا شمار کرنا بھی آسان نہیں، اللہ تعالٰی کی اسی علم کلّی کی صفت کو علیم، خبیر، سمیع، بصیر، شہید، محیط کے الفاظ سے بیان کیا ہے، ان تمام آیات کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، ذرہ ذرہ کو اس کا علم محیط ہے، کوئی چیز اور کسی کا کوئی عمل اور کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں

اللہ تعالٰی کے علم محیط اور علم کلّی کی طرح اس کے کمال قدرت کو بھی قرآن پاک نے طرح طرح سے اور اتنے مقامات پر بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ کی آیات کا بھی شمار کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

"اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" اور "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن کو موقع بہ موقع پچاسوں جگہ دوہرایا گیا ہے، اور بہت سے مقامات پر اس کی قدرت کے کمال کو دوسرے عنوانات سے بیان فرمایا گیا ہے، ذرا ذیل کی آیات پڑھئے:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ه وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ه ——— (ابراھیم ـ ع ۳)

کیا تم نہیں دیکھتے، نہیں جانتے کہ اللہ نے بنائے آسمان و زمین ٹھیک ٹھیک جیسا کہ بننے چاہئے تھے، (اور اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر چاہے تو فنا کر دے تم کو اور لے آئے (تمھاری جگہ) نئی مخلوق، اور اللہ کے لئے یہ ذرا بھی مشکل نہیں۔

اسی کو سورۂ نساء میں یوں فرمایا گیا:۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ه اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ه (نساء ـ ع ۱۹)

اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، اور اللہ کافی ہے کارساز، اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے، اور تمھاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ کو اس پر پوری قدرت ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ط ——— (انعام ـ ع ـ ۵)

اے پیغمبر! ان سے کہدو کہ بتاؤ اگر اللہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے، تو کون خدا ہے، اس کے سوا جو تمھیں یہ چیزیں لا دیوے۔

اور سورۂ یٰس میں اس کی قدرت کی کچھ نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرمایا:۔

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ه فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ه ——— (یٰس ـ ع ـ ۵)

اس کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو بس کہتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

اور سورۂ فاطر میں فرمایا:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ه ——— (فاطر ـ ع ـ ۵)

اور اللہ نہیں ہے ایسا کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز اس کے بس سے باہر جا سکے، وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

بہر حال قرآن مجید خالقِ ہستی کے متعلق جو کچھ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے اور اسکی جن صفات سے انسانوں کو خاص طور سے روشناس کرانا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی قدرت وسیع اور بے انتہا ہے، اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اور اپنے کسی ارادہ کو پورا کرنے میں وہ نہ کسی کی مدد کا محتاج ہے، اور نہ اُسے آلات و اسباب کی

ضرورت ہے، وہ صرف اپنی مشیت کے اشارہ سے اور صرف اپنے ارادہ اور فیصلہ سے سب کچھ کر سکتا ہے۔

وہی سب کا خالق و رازق اور پروردگار و کارساز ہے
اور وہی اپنے حکم سے اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہا ہے

قرآن مجید بڑے زور کے ساتھ اور بڑی تفصیل سے یہ بھی بتلاتا ہے اور دلوں میں اس کا یقین پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ساری کائنات کو پیدا اور نیست سے ہست بھی خدا نے کیا ہے اور وہی اس کارخانۂ عالم کے سارے نظام کو بلا شرکت غیرے چلا رہا ہے ـــــ زندگی اور رزق وغیرہ زندگی کے جو سامان جس کو مل رہے ہیں، وہ اللہ ہی دے رہا ہے اور اسکے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہ زندگی ہے نہ زندگی کی ضروریات اور اسکے سامان ہیں، بلکہ وہی جس کو جب تک اور جتنا دینا چاہتا ہے دیتا ہے، اور جس کو دینا نہیں چاہتا نہیں دیتا ـــــ قرآن مجید کا کافی حصہ اسی مضمون سے متعلق ہے، چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی یہاں پڑھ لیجئے۔ سورۂ اعراف میں فرمایا:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اعراف - ع - ۷)

سن لو! اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم چلانا، بابرکت ہے اللہ جو پروردگار ہے ساری کائنات کا۔

اور سورۂ زمر میں فرمایا:۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ (زمر - ع - ۶)

اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز کا ذمہ دار ہے، زمین و آسمان (کے خزانے اور اُن) کی کنجیاں اُسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔

اور سورۂ روم میں مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ط سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الروم - ع ۴)

اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، اور وہ ہی تمھارا رازق ہے، پھر (وقت آنے پر) وہی تم کو موت دے گا، اور پھر تم کو وہی دوبارہ زندہ کرے گا ـــــ کیا تمھارے ان شریکوں میں (جن کو

تم عبادت اور دعا میں خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو) کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے ـــــ پاک ہے وہ اللہ اور برتر ہے ان کے شرک سے اور شرکوں سے۔

اور سورۂ شوریٰ میں فرمایا:۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ج يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الشوریٰ ع ۲)

وہ اللہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اسی نے تم میں سے تمھارے واسطے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں سے جوڑے بنائے، وہی تمھیں زمین میں پھیلا اور بڑھا رہا ہے، نہیں ہے اُس کی مثال کوئی، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے) زمین و آسمان (کے خزانے اور اُن) کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے، وہ سب کچھ خوب جانتا ہے۔

اور سورۂ ابراہیم میں فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ط وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ (ابراھیم - ع - ۵)

اللہ ہی وہ ہے جس نے پیدا کیا، آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا آسمان سے پانی پھر پیدا کئے اس کے ذریعے غلے اور میوے تمھاری روزی کیلئے، اور تمھارے قابو میں کیا کشتیوں کو کہ اسکے حکم سے (تمھارے کاموں میں) سمندر میں رواں دواں رہتی ہیں، اور اس نے تمھارے کام کا بنایا نہروں ندیوں کو (جن میں تم اپنی کشتیاں دوڑاتے ہو، اور انکے پانی سے اپنے بہت سے کام کرتے ہو) اور اس نے تمھارے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند کو جو برابر ایک نظام کے مطابق چلتے رہتے ہیں، اور جن سے تمھارے بہت سے منافع

وابستہ ہیں) اور اسی نے تمہارے کام کا بنا لیا ہے، دن اور رات کو (یعنی اسی نے دن اور رات کا نظام ایسا قائم کیا جیسا کہ تمہارے ضروریات اور مصالح کا تقاضا تھا، اور صرف یہی چیزیں تمہاری ضروریات کی اس نے نہیں بنائی ہیں بلکہ انکے علاوہ بھی جو تمہاری زندگی کی ضروریات تھیں) اور زبانِ حال یا زبانِ قال سے جو کچھ تم نے اس سے مانگا اس میں سے تم کو اس نے دیا، اور (اس کے اسی فضل و کرم سے تمہاری زندگی کا نظام چل رہا ہے، اور تم پر اس کے اتنے احسانات ہیں کہ) اگر تم شمار کرو تو نہ کر سکو گے، واقعہ یہ ہے کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اور سورۂ مومنون میں فرمایا:۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ (المومنون ع ۵)

وہی اللہ ہے جس نے تمہارے (سننے کے لئے) کان (دیکھنے کیلئے) آنکھیں اور (سوچنے سمجھنے کیلئے) دل پیدا کئے (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو، اور وہی ہے جس نے تم کو (اس زندگی میں) زمین میں پھیلایا اور بڑھایا ہے، اور (یہاں سے جانے کے بعد) تم سب اسی کی طرف لے جائے جاؤ گے، اور وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے (یعنی اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا نظام ہے) اور اسی کا کام ہے رات دن کا الٹ پھیر اور یکے بعد دیگرے اُن کی آمد و رفت، تو کیا تم عقل و خرد سے بالکل کام نہیں لیتے (اور نہیں سوچتے کہ تمہارا رویہ اس خالق و مالک و محسن کے ساتھ کیا ہونا چاہئے)

اور سورۂ مومن میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (مومن ع ۷)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو مستقر بنایا اور آسمان کو چھت کی طرح بلند کیا اور اس نے تمہاری صورت گری کی ایسی اچھی صورتیں بنائیں اور نفیس نفیس غذاؤں سے تمہیں رزق دیا،

وہی اللہ تمہارا رب ہے، بڑی برکت اور عظمت والا ہے، جو ساری کائنات کا پروردگار ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرمایا:۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ ——— (انعام۔ع۔۲۰)

کہو! کیا اللہ کے سوا کسی اور کو میں اپنا رب بناؤں، حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے، اور اسی کی طرف سے سب کی پروردگاری ہو رہی ہے۔

اور سورۂ جاثیہ میں ارشاد فرمایا:۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ ——— (جاثیہ۔ع۔۴)

پس ساری حمد و ستائش صرف اللہ ہی کیلئے ہے (اور اسکے سوا کسی کیلئے حمد سزاوار نہیں کیونکہ تنہا وہی ہے) جو زمین و آسمان اور ساری کائنات کا رب ہے، اور سب اسی کی پرورش سے فیضیاب ہیں ——— آسمان و زمین میں عظمت و کبریائی بھی صرف اسی کیلئے ہے، اور وہ زبردست اور ہر کام اور فیصلہ حکمت سے کرنے والا ہے۔

وہی ساری کائنات کا بادشاہ اور فرماں روا ہے سب کچھ صرف اُسی کے اختیار میں ہے!

یہ بھی قرآن مجید کے ان مضامین میں سے ہے جن کو اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے کہ شمار بھی نہیں کیا جا سکتا ——— صرف نمونہ کے طور پر ذیل کی چند آیتیں پڑھ لیجئے! ——— ارشاد ہے:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (آل عمران ع ۳)

کہو! اے اللہ سارے ملک اور ساری کائنات کے مالک! تو ہی ہے جس کو چاہے حکومت و بادشاہت دے اور جس سے چاہے چھین لے جسے تو چاہے عزت دے اور جسے چاہے رسوائی اور ذلت دے، ہر خیر اور ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی قبضہ اور اختیار میں ہے (اور صرف خیر اور بھلائی ہی نہیں بلکہ) ہر چیز (بھلی ہو یا بری) تیری قدرت میں ہے۔

اور سورۂ توبہ میں فرمایا گیا:۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ ــــــــــــ (توبہ - ع - ۱۴)

بیشک اللہ اور صرف اللہ ہی کی فرمانروائی اور بادشاہت ہے آسمان و زمین میں، وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے اور اُس کے سوا کوئی بھی تمہارا حامی اور مددگار نہیں ہے۔

اور سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا:۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (مائدہ ع ۱۶)

آسمان و زمین اور اُن کے اندر کی ہر چیز کی بادشاہت اور حکومت اللہ ہی کیلئے ہے، سب پر اُسی کی فرمانروائی ہے، اور ہر چیز پر اس کی قدرت ہے۔

اور سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالےٰ کی اسی ہمہ گیر بادشاہت اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ ــــــــــــ (شوریٰ - ع - ۵)

اللہ ہی کی حکومت اور اسی کا راج ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، یا دونوں ان صنفوں ذکور و اناث کو جمع کر دیتا ہے، اور رکھتا ہے جسکو چاہتا ہے بے اولاد، وہ سب کچھ جاننے والا اور پوری قدرت والا ہے۔

اور سورۂ مومنون میں فرمایا:۔

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝ (مومنون ع ۶)

پس عالیشان اور برتر ہے وہ ہستی جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور سورۂ فاطر میں اللہ تعالےٰ کی شان اور بندوں پر اسکے انعامات تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝ (فاطر ع ۲-۳)

یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار، صرف اُسی کی بادشاہی اور اُسی کا اختیار ہے اور اسکے سوا تم جن سے دعائیں کرتے ہو اور اپنی حاجتوں میں جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جیسی کسی حقیر سے حقیر چیز کے بھی مالک اور مختار نہیں اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمھاری دعا نہ سنیں، اور اگر سن بھی لیں تو قبول نہ کرسکیں (یعنی تمھارا کام نہ کرسکیں) اور قیامت کے دن وہ انکار کریں گے تمھارے اس شرک سے اور یہ باتیں نہیں بتلائے گا تم کو کوئی علیم و خبیر کی طرح، اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی ہے جو غنی اور سب سے مستغنی ہے، اور وہی لائق حمد ہے (اسے سب کچھ اختیار ہے) اگر چاہے تو تمھیں ایک دم فنا کردے، اور نئی مخلوق لے آئے، اور اللہ کے لئے یہ کچھ مشکل بات نہیں۔

اور سورۂ فرقان میں اللہ کی لاشریک حکومت و بادشاہی اور اولاد سے بھی اس کی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ (فرقان - ع - ۱)

وہ اللہ جس کی بادشاہی اور جس کا راج ہے آسمان و زمین میں اور اُس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا، اور کوئی نہیں اس کا شریک حکومت اور بادشاہت میں۔

کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں

اور کہیں کہیں اللہ تعالےٰ کی اسی شان اور صفت کے بیان میں یہ منفی عنوان اختیار کیا گیا ہے کہ

اسکی خدائی میں اسکے سوا کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں، اور کوئی بھی ہستی اسکے سوا ایسی نہیں جسکے قبضہ اور اختیار میں کچھ ہو، اور جو کسی کو کچھ دے سکے یا اس سے کچھ چھین سکے ــــ مثلاً سورۂ احزاب میں فرمایا گیا:

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝ (احزاب ـ ع ـ ۲)

اے نبیؐ! آپ ان مشرکوں سے کہئے، بتاؤ وہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ کسی بُری حالت میں تمھیں مبتلا کرنا چاہے، یا تمھارے ساتھ کچھ مہربانی کا ارادہ کرے، اور نہیں پا سکتے وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور مددگار۔

اور سورۂ فاطر میں فرمایا:ـ

• مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا ۚ وَمَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ ــــــــــــ (فاطر ـ ع ـ ۱)

اللہ اپنے بندوں کیلئے جس رحمت کا دروازہ کھولے اس کو کوئی روک سکنے والا نہیں، اور وہ جو کچھ روکے اس کو کوئی جاری کر سکنے والا نہیں سوا اُسکے، اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور سورۂ انعام میں فرمایا:ـ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ ؕ ــــــــــــ (انعام ـ ع ـ ۵)

اے نبیؐ! آپ ان سے کہئے بتلاؤ اگر اللہ تمھاری شنوائی کی طاقت اور تمھاری بینائیاں چھین لے اور تمھیں اندھا بہرا بنادے اور تمھارے دلوں پر مہر کردے (یعنی فکر و فہم کی صلاحیت سلب کرلے اور تمھاری عقلیں مسخ کردے) تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو یہ چیزیں تمھیں دے سکے۔

اور سورۂ ملک میں فرمایا:ـ

اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَہٗ ــــ (ملک ـ ع ـ ۲)

اگر اللہ اپنا رزق روک لے اور بند کردے، تو وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے سکے۔

پھر اسی سورہ میں چند آیتوں کے بعد فرمایا:ـ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ۝ (ملک ع ۲)

اے نبیؐ! ان سے کہئے بتلاؤ کہ تمھارا پانی (جو کنوؤں کی تہہ سے نکلتا ہے) اگر غائب ہو جائے (یعنی اللہ اسے بالکل غائب اور معدوم کردے) تو کون تمھارے لئے زمین کے سوتے کا پانی لا سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنیوالا ہے

جیسا کہ چند ورق پہلے بیان کیا جا چکا ہے، خدا کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انھوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا جو قہر و غضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل ہے، گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے، اور جس کے پاس گنہگار اور خطاکار بندوں کے لئے بس لعنت ہی لعنت ہے، اور غضب ہی غضب اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور اگر وہ رحیم اور مہربان ہے بھی تو اس کی رحمت اور مہربانی بس کسی خاص خاندان یا خاص نسل اور قوم کیلئے محدود ہے، باقی ساری دنیا کیلئے وہ بڑا سخت گیر اور جبار و قہار حاکم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے، انھوں نے اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے، اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا انکے بس کی بات ہی نہیں ہے، اور اپنی جہالت سے انھوں نے سمجھا کہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطاکاروں اور گنہگاروں پر وہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کر سکتا، اس لئے خدا کی طرف سے تو وہ بالکل ناامید ہو گئے، اور شیطان نے انکے کان میں پھونکا کہ خدا کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں، اور اللہ نے انھیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے، اور ان میں خدا کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے، اور انھیں راضی کرنا خدا کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے، اس لئے انکے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے، اور ان سے تعلق جوڑنے سے خدا کے عذاب اور گرفت سے بچا جا سکتا ہے۔

بس اسی کو انھوں نے آسان سمجھا، اور خدا سے ناامید ہو کر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی

تنظیم وعبادت اور انکے نام کی نذر و نیاز اس امید پر کرنے لگے کہ انکی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور انکی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے اور خدا کی گرفت اور اسکے عذاب سے بھی ان کا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

الغرض اکثر مشرک قوموں کے حالات اور خیالات پر گہری نظر ڈالنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ شرک میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ انکی یہی گمراہی رہی ہے کہ خدا کی رحمت و بخشش اور جود و کرم کی صفت کو انھوں نے نہیں جانا اور اس کو صرف قہار و جبار اور نہایت سخت گیر قسم کا جلالی بادشاہ سمجھ کر اسکی طرف سے ناامید ہو گئے اور شیطان کی بتائی ہوئی واقعی یا محض فرضی اور وہمی ہستیوں کو انھوں نے اپنی امیدوں کا قبلہ بنا لیا۔

اگر وہ خدا کی رحمت کی بے انتہا وسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔

اسی لئے قرآن مجید میں ــــ جو اس دنیا کیلئے آخری ہدایت نامہ ہے ــــ اللہ تعالےٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے اور بلا مبالغہ سیکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ کی شانِ رحمت و رافت اور بخشش و غفاریت اور مخلوق کے ساتھ اسکی عنایت و محبت کو بیان فرمایا گیا ہے جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالےٰ کو "غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ - رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ - تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ - خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ - اور "اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" کی صفات سے یاد کیا گیا ہے ــــ یہاں تک کہ "بسم اللہ" جو قرآن مجید کا سر نامہ ہے اُس میں اسکی صفتِ رحمت ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفتِ ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے، فرمایا گیا:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اس اجمالی بیان کے بعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر بھی ڈال لیجئے، سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (بقرہ - ع - ۱۹)

اور تم سب کا خدا ایک ہی خدا ہے، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اور سورۂ آل عمران میں ایک جگہ ــــ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اچھے بُرے اعمال کا انجام اسکے سامنے آنے والا ہے، اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجۂ عمل سے سخت

ہراساں ہوگا ــــ ارشاد فرمایا:-

وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ــــ (آل عمران ع - ۳)

اور خدا تمھیں اپنے (مواخذہ) سے ڈراتا ہے، اور خدا بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مواخذہ سے اور قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کا تقاضا ہے جس طرح کہ شفیق ماں باپ اپنی اولاد کو بُرے کاموں کی بدانجامی سے ڈراتے اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

اور بندوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی اسی مہربانی اور شفقت کی صفت کو سورۂ شوریٰ میں ایک جگہ ان لفظوں میں بیان فرمایا گیا:-

اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ ۝ ــــ (شوریٰ - ع - ۲)

اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت نرم معاملہ کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

اور سورۂ نحل میں بندوں پر اپنے بعض ایسے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمانے کے بعد جن سے اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ متمتع ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا:-

اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ ــــ (النحل - ع - ۱)

یقین کرو کہ تمھارا پروردگار بڑا ہی مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے (اور یہ اس کی مہربانی اور رحمت ہی کا کرشمہ ہے کہ تم کو اس دنیا میں یہ آرام مل رہے ہیں)

اور سورۂ انعام میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے بُرے عمل کرتے ہیں اللہ اُن سے پوری طرح باخبر ہے ــــ ارشاد فرمایا:-

وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا یَشَآءُ ــ (انعام - ع ۱۶)

اور تمھارا پروردگار سب سے بے نیاز ہے (اُسے کسی کی پروا نہیں اور کسی سے اسکی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں، ہاں) رحمت اور مہربانی اسکی خاص صفت ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ تم اپنی بدکاریوں کے باوجود زندہ ہو، ورنہ اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر وہ چاہے تو تمھیں فنا کر کے

تمھارے بعد جسے چاہے تمھاری جگہ دنیا میں آباد کرے۔

اور سورۂ کہف میں ایک موقع پر فرمایا:۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ ——— (کہف ۔ ع ۔ ۸)

اور تیرا رب بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے، اگر وہ ان کے اعمال پر اُن کو پکڑنا چاہتا تو فوراً ان کے لئے عذاب بھیج دیتا، بلکہ اُن کے واسطے ایک وقت معیّن کر رکھا ہے اور وہ اسکے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے شریر اور سرکش اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اسکی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑتے ہیں، اس کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اسکے باوجود زندہ رہتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب نہیں آتا، نہ ان پر آسمان سے بجلی گرتی ہے اور نہ زمین انھیں نگلتی ہے ——— قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ اللہ کی صفتِ رحمت اور بخشش ہی کا صدقہ ہے، اگر اللہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان نہ ہوتا تو ایسے بدکاروں نافرمانوں پر فوراً عذاب آجایا کرتا، اور انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی، لیکن چونکہ وہ بندوں کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس نے سب گنہگاروں کو اس دنیا کی پوری زندگی میں مہلت دینا طے کر دیا ہے تاکہ جو بھی ان میں سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ کے اور اپنے رویہ کو درست کر کے کسی وقت اللہ کو راضی کرنا چاہیں تو کر سکیں اور اسکے عذاب سے بچ سکیں، اسی واسطے اس نے مواخذہ اور جزا سزا کیلئے اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک وقت مقرر کیا ہے اور اس وقت پر سب کو وہاں حاضر ہونا ہو گا، اور کسی کیلئے اس کا کوئی امکان نہیں ہو گا کہ وہ کہیں روپوش ہو کر اس وقت اور اس مقام کی حاضری سے بچ سکے، اور کسی جگہ پناہ لے سکے ——— اور اسی کو سورۂ انعام میں یوں فرمایا:۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝ (انعام ۔ ع ۲)

اللہ نے لازم کر لی ہے اپنے پر رحمت اور مہربانی (اس لئے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا بلکہ اس نے اس پوری زندگی کی سب کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جو چاہے معافی مانگ کے اور اپنے کو درست کر کے عذاب سے بچ سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کیلئے) تم سب کو قیامت کے دن جوڑے گا (اور اس دن ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ مل جائے گا، یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

سبحان اللہ! اس آیت کا پہلا جملہ "كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (اللہ نے رحمت کو اپنے پر لازم اور مقرر کر لیا ہے) ہم بندوں کیلئے کتنے اطمینان اور کیسی امیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے ——— ایسے رحمت والے پروردگار سے ناامیدی اگر کفر نہیں تو کیا ہے۔

اور پھر اسی سورۂ انعام میں ۴ رکوع کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ——— (انعام ۔ ع ۔ ۶)

اور جب تمھارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اے پیغمبر! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام! (اور انھیں خوشخبری سناؤ کہ) تمھارے پروردگار نے اپنے پر رحمت و مہربانی کو لازم کر لیا ہے (اس لئے تمھیں مطمئن رہنا چاہیے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی برا عمل کیا، پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو بلاشبہ تمھارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم رہے جو اپنے پیغمبر رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے خطاکار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ: "اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو، اور نہ بھاگو اس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو اب توبہ کر لو، اور اپنی حالت ٹھیک کر لو، میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں"۔ اور سورۂ شوریٰ میں ایک جگہ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (شوریٰ ع ۔ ۳)

اور وہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے (گنہگار) بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور خطاؤں سے درگزر کرتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سب کو پوری طرح جانتا ہے۔

اور سورۂ نساء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطاکار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

والذان یاتیٰنھا منکم فاذوھما فان تابا واصلحا فاعرضوا عنھما ط
ان اللہ کان توابا رحیما ○ ———— (نساء۔ ع۔ ۳)

اور جو تم میں سے اس بدفعلی کا ارتکاب کریں تو انکو سزا دو، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہو جائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض نہ کرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انھوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے لیکن اگر وہ اسکے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کرلیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے کیونکہ انھوں نے دراصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے، وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کر دینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اور اسی سورۂ نساء میں آگے ایک جگہ فرمایا، اور ہر قسم کے گناہ گاروں اور خطاکاروں کو مژدہ سنایا

ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما ○
(نساء۔ ع۔ ۱۶)

اور جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ (پچھتائے اور) اللہ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پاوے گا وہ اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور بڑا شفیق اور مہربان۔

اور سورۂ زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطاکار بندوں ہی کیلئے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انھیں پکارا گیا وہ تو اللہ کی صفتِ رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیہ کار اور عمر بھر کا سخت پاپی بھی اگر دل کے کانوں سے ان کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے درِ رحمت کی طرف دوڑ پڑے اپنے رسول رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطاکار بندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط ان
اللہ یغفر الذنوب جمیعا ط انہ ھو الغفور الرحیم ○ وانیبوا الیٰ ربکم

واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون ○ ۔ (زمر۔ ع۔ ۶)

اے میرے وہ بندو! جنھوں نے گناہ کر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ناامید نہ ہو اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے ۔۔ اور اب بھی رجوع ہو جاؤ اور رُخ کرلو اپنے اس غفور و رحیم پروردگار کی طرف اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اسکے کہ تمھارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمھیں آپکڑے اور پھر کوئی تمھاری مدد نہ کر سکے اور کوئی تم کو بچا نہ سکے۔

اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں؟

سورۂ زمر کی اس آیت رحمت سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جا چکی ہیں (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطاکاروں کیلئے اللہ کی رحمت و مغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور بے پایانی کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیہ کاروں کیلئے اس میں گنجائش ہے لیکن اسکے دروازہ میں داخلہ کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو، اور اس کے ساتھ اپنے معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

اللہ تعالےٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے!

اسی لئے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ کی رحمت اور اسکی بخشش و غفاریت کے بیان کے ساتھ اسکی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزا دہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ فاتحہ ہی میں "رب العٰلمین" اور "الرحمٰن الرحیم" کے ساتھ اسکی صفت "مالک یوم الدین" کا بھی ذکر فرمایا گیا:۔

اس کا مقصد اور منشا یہی ہے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھٹی ہے، اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے، اللہ کی

رحمت کا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہوا ہے۔

بہرحال اسی غلط فہمی سے بچانے کے لئے قرآن مجید میں جابجا رحمت کے ساتھ خدا کی صفتِ عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے ——— ذیل کی چند آیتیں پڑھیے:-

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ○ ——— (انعام - ع - ۱۸)

اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کے بعد بھی) تمہاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمہارا پروردگار بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے' لیکن یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا بھی اس کا قانون ہے' اس لئے اگر تم اس باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو ضرور اس کی سخت سزا پاؤ گے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹایا نہیں جا سکتا۔

اور سورۂ حجر میں فرمایا:-

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ○ (حجر - ع - ۴)

اے پیغمبر! میرے بندوں کو خبردار کر دیجیے کہ بے شک میں بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہوں' اور اسی طرح اس میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ (مجرموں کیلئے) میری سزا بھی بڑی دردناک سزا ہے۔

اور سورۂ مومن کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:-

غَافِرِ الذَّنبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ○ ——— (سورۂ مومن - ع - ۱)

وہ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اسی کے ساتھ سرکش مجرموں کے لئے وہ) بڑی سخت سزا دینے والا ہے' سب کچھ قدرت رکھتا ہے' اُس کے سوا کوئی بندگی اور عبادت کے لائق نہیں ہے' سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اس صفت یعنی عدالت اور مجرموں کی سزا دہی کو دوسرے عنوانوں سے بھی بیان فرمایا گیا ہے ——— چنانچہ سورۂ قلم میں سوالیہ پیرایہ میں ارشاد ہے:-

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○ (قلم - ع - ۲)

کیا ہم اپنے فرمانبردار بندوں کو نافرمانوں مجرموں کے برابر کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو' (یعنی اللہ کے متعلق تم ایسی ناانصافی اور خلافِ حکمت بات کا تصور کیسے کرتے ہو کہ وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے ساتھ یکساں سلوک اور ایک سا معاملہ کریگا)

اور اسی کو سورۂ ص میں فرمایا:-

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ○ ——— (ص - ع - ۳)

کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے برابر کر سکتے ہیں' کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر سکتے ہیں (ہمارے عدل و انصاف سے یہ کیسے ممکن ہے)

اور اسی کو سورۂ جاثیہ میں یوں فرمایا:-

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ (جاثیہ ع ۲-۳)

جو لوگ برائیاں کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان بدکاروں کو اپنے ان بندوں کے برابر کر دیں گے جن کی زندگی ایمان اور اعمالِ صالحہ والی زندگی ہے کہ یکساں ہو ان کا جینا مرنا (ایسا خیال کرنے والے احمق بڑا غلط اور) بہت برا حکم لگاتے ہیں (نہیں دیکھتے کہ) اللہ نے زمین و آسمان کو (اور ساری کائنات کو) بالکل حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے (اور وہ عالم کا سارا نظام حکمت ہی سے چلا رہا ہے' پھر اس سے ایسی خلافِ حکمت اور خلافِ عدل بات کی توقع کیوں رکھتے ہیں) اس عالم کی تخلیق کا تو مقصد اور منشا ہی یہ ہے کہ (بندے یہاں عمل کریں اور) وقت پر ہر شخص کو

اُسکے کئے کی جزا ملے اور (اس جزا سزا کے معاملہ میں ہرگز) کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔

بہرحال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے اور اسکی رحمت میں سب کیلئے پوری گنجائش ہے (وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[1]) بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے تو وہ اسے بخشنے کیلئے اور اپنے آغوشِ رحمت میں جگہ دینے کیلئے تیار ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ صاحبِ عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اور حکمت کا تقاضہ ہے اس لئے جو شریر اور بد سرکشی اور شرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیر و نصیحت کے باوجود نافرمانی اور بغاوت اور کفر و شرک ہی پر جمے رہیں گے وہ آنے والے اس عالم میں جب اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ عدل کا پورا ظہور ہوگا، اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصّہ نہ پاسکیں گے ۔۔۔ سورۂ "السجدہ" میں ایسے ہی مجرموں کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ٥ ــــــــــــ (السجدہ-ع-۲)

اور ان سے زیادہ کوئی ظالم نہیں جن کو اُنکے پروردگار کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جائے اور پھر بھی وہ اُن سے بے رخی اور بے پروائی اختیار کریں اور اپنے حال کو درست نہ کریں، ہم ایسے مجرموں کو سخت سزا دینے والے ہیں۔

تنزیہ و تقدیس

حق تعالیٰ کی صفات کے متعلق یہاں تک جو قرآنی بیانات نقل کئے گئے وہ سب اس کی ایجابی صفات کے متعلق تھے، ان سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علیمِ کُل ہے، کوئی چھوٹی بڑی اور کھلی یا چھپی چیز اسکے علم سے باہر نہیں، وہ قادرِ مطلق ہے سب کچھ اس کی قدرت میں ہے، وہ سب کا خالق و رازق اور سب کا کارساز و پروردگار ہے، ساری کائنات کا وہی مالک اور حاکم ہے، اور ہر چیز اسکے زیرِ حکومت ہے، کوئی چیز بھی

[1] اعراف - ع ۱۹

اسکے تصرّف اور اقتدار سے باہر نہیں، پھر وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے، اور اسی کے ساتھ اس میں عدالت کی صفت بھی ہے، یعنی نیکوکاروں اور فرمانبرداروں کو وہ اپنے خاص فضل و انعام سے نوازنے والا ہے، اور سرکش مجرموں کو اپنی شان کے مطابق سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اور اس کا تعارف ناقص اور نامکمل رہتا ہے جب تک کہ ان چیزوں اور ان باتوں سے اس کا منزّہ اور مبرّا ہونا بھی بیان نہ کیا جائے جو اسکی شانِ قدوسیت اور عظمت و کبریائی کے خلاف ہیں، اور جنکے بارے میں جاہلوں اور خدا ناشناس لوگوں کو کبھی مغالطہ ہوا یا ہو سکتا ہے، اس لئے قرآن مجید میں صرف ایجابی صفاتِ کمال کے بیان پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی تنزیہ و تقدیس کو بھی پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے، چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی پڑھ لیجئے، سورۂ بنی اسرائیل کے بالکل آخر میں ارشاد ہے:-

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا ٥ ــــــــ (بنی اسرائیل - ع - ۱۲)

اور کہو! ساری حمد و ستائش اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ کوئی اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت و فرمانروائی میں کوئی اس کا شریک اور ساجھی ہے، اور نہ کمزوری و درماندگی کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے، اور اس کی خوب بڑائی اور کبریائی بیان کرو۔

اور سورۂ انعام میں ایک موقع پر یہ بیان کرنے کے بعد کہ ــــ "جاہلوں ناخداشناسوں نے اللہ کیلئے شریک ساجھی اور بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے" ــــ ارشاد فرمایا گیا:-

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ٥ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ٥ (انعام - ع - ۱۳)

وہ پاک اور بالاتر ہے، ان باتوں سے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ تو آسمانوں کا اور زمین کا موجد ہے (اور خود یہ نادان بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ شان اسکے سوا کسی کی بھی نہیں، مگر یہ ظالم اسکے باوجود اسکے شریک اور بیٹیاں بیٹے ٹھہراتے ہیں) حالانکہ کیسے اسکی کوئی اولاد

ہو سکتی ہے، جبکہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے (بہر حال اسکی کوئی اولاد اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے، بلکہ سب اسکی مخلوقات ہیں) اس نے سب کو پیدا کیا اور اسکو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے لوگو! یہ پاک و برتر اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ سب کا خالق ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت اور بندگی کرو، اور وہ ہر چیز کا کفیل اور کارساز ہے۔

اس سب کے بعد تنزیہ کے سلسلہ میں آخری بات یہ فرمائی:۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ○ (الانعام ع ۱۳)

اس کی شان یہ ہے کہ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ بڑا ہی باریک بیں، باخبر ہے۔

ان آیتوں میں قریب قریب ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان فرما دیا گیا ہے جو اس کی شان الوہیت و قدوسیت کے خلاف ہیں، اور جن کے بارے میں خدا ناشناسوں اور مشرکوں نے عام طور سے غلطی کھائی ہے ــــــ پھر قرآن پاک کے اس تنزیہی بیان کی آخری بات "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" (انسانوں کی بینائیاں جو یہاں ان کو ملی ہوئی ہیں، اللہ کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب بینائیوں کو پا رہا ہے) بلاشبہ بڑی اعلیٰ اور بڑی لطیف اور بڑی جامع تنزیہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس قدر لطیف اور وراء الوراء ہے کہ ہر وقت قریب تر اور بالکل ساتھ ہونے کے باوجود کوئی نگاہ اس کو نہیں پا سکتی، اور وہ سب کی نگاہوں کو پا رہا ہے۔

اسی طرح سورۂ شوریٰ میں ایک جگہ گنتی کے دو حرفوں میں حق تعالیٰ کی پوری تنزیہ و تقدیس بیان فرما دی گئی ہے، ارشاد ہے:۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ج ــــــــــــــــ (شوریٰ۔ ع ۲)

کوئی شے بھی (جس کو تم جانتے ہو اور جس کا تصور کر سکتے ہو) اس کے مثل نہیں۔

قرآن مجید کے اس دو حرفی بیان پر غور کیجئے، واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا کوئی پہلو اس سے باہر نہیں رہا، اور ان ہی دو حرفوں نے ان سب چیزوں سے حق تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان کر دیا جو اس کی

شان الوہیت و قدوسیت کے خلاف ہیں، کیونکہ اس باب میں جتنی غلطیاں اور گمراہیاں ہوئی ہیں، یا ہوتی ہیں، ان سب کی جڑ بنیاد یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے افعال و صفات کو اس عالم کی اپنی دیکھی بھالی اور جانی بوجھی چیزوں پر اور ان کے افعال و صفات پر قیاس کر لیتے ہیں۔

پس قرآن مجید نے "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" فرما کر اس غلط بنیاد ہی کو اکھاڑ دیا اور بتلا دیا کہ اسکی کوئی مثال اور کوئی نمونہ نہیں، وہ موجود ہے لیکن اس کا وجود اس طرح کا نہیں جس طرح کا دوسری موجودات کا ہے، وہ اَلْحَیُّ یعنی زندہ ہے لیکن دوسرے زندوں کی زندگی اور اسکی زندگی میں کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں، وہ علیم ہے سمیع و بصیر ہے لیکن اس کا علم اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے علم اور ہماری سماعت و بصارت سے وراء الوراء ہے، وہ سب کے قریب ہے سب کے ساتھ ہے لیکن یہ قریب اور ساتھ ہونا ایسا نہیں جیسا کہ اس دنیا کی کوئی چیز کسی کے قریب اور کسی کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح رحمت و محبت اور غضب و انتقام اس کی صفتیں ہیں، لیکن ان کی نوعیت وہ بالکل نہیں جو ہماری ان صفتوں کی ہے۔

بہرحال قرآن مجید کے اس نہایت مختصر تنزیہی بیان نے ان سب چیزوں کی نفی کر دی جو حق تعالیٰ کی شانِ قدوسیت کے خلاف تشبیہ و تمثیل کی وجہ سے خدا ناشناس لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ○"

قرآن مجید کی چند جامع الصّفات آیات

اب ہم قرآنی تعلیم و دعوت کے اس باب (بیانِ صفات) کو چند ایسی آیات سنا کے ختم کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون و صفات کو جامع ہیں، اور جن میں اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفات کمال کے ساتھ اسکی تنزیہی شان کو بھی جمع کیا گیا ہے ــــــ سب سے پہلے سورۂ بقرہ کی وہ مشہور جامع الصفات آیت پڑھئے، جو آیت الکرسی کے نام سے معروف ہے:۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝
(بقرۃ - ع - ۳۴)

اللہ کی شان یہ ہے کہ (صرف وہی الٰہ حق ہے) اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں وہ "الحی" زندہ جاوید ہے (یعنی حیات اسکی ذاتی صفت ہے اس کیلئے فنا و زوال نہیں) وہ "القیوم" ہے، ساری کائنات اسی کے حکم سے قائم ہے (وہ ہمہ وقت بیدار اور خبردار رہنے والا ہے) نہ اُسے اونگھ لگتی ہے اور نہ نیند آتی ہے (ایسے عوارض کا اسکے پاس گزر ہی نہیں) زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے (وہی سب کا مالک و مختار ہے) کون ہے جو اس کی جناب میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش بھی کر سکے (کسی کی یہ مجال نہیں) جو کچھ بندوں کے سامنے اور حاضر ہے وہ اسکو بھی جانتا ہے اور جو انکے پیچھے اور ان سے غائب اور اوجھل ہے وہ اس سے بھی واقف ہے اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے غیر متناہی اور لامحدود علم میں سے وہ کسی ایک چیز کو بھی پوری طرح نہیں جان سکتے، اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی انکو دینا چاہے (تو وہ صرف اسی کو اور اسکے بتائے ہوئے کے بقدر ہی جان سکتے ہیں) اور اس کا تختِ حکومت زمین و آسمان کی وسعتوں پر چھایا ہوا ہے اور انکے تھامنے سے وہ تھکتا نہیں، اور وہ اونچی شان والا بڑی عظمت والا ہے۔

اسی طرح سورۂ حدید کے شروع میں اللہ تعالےٰ کی شئون و صفات کا بڑی جامعیت کے ساتھ اور بڑا روح پرور بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے :-

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ ———— (حدید - ع - ۱)

اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں (یعنی اسکی پاکی بیان کرتی ہیں) وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، اور وہ بڑا زبردست اور صاحبِ حکمت ہے اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، وہی (جسے چاہتا ہے) جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی موت و حیات کا سارا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی اوّل ہے وہی آخر ہے، (یعنی وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ اسکے سوا کوئی موجود نہ تھا، اور سب کے فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ موجود رہنے والا ہے) وہی ظاہر ہے وہی باطن (یعنی ظاہر ایسا کہ ہر معمولی عقل والا اس کو جانتا ہے اور اسکی خدائی کا یقین رکھتا ہے اور مخفی ایسا کہ کوئی آنکھ اسکو دیکھ نہیں سکتی) اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے، وہی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں (چھ دوروں میں) بنایا، پھر وہ اپنے تختِ حکومت پر متمکن ہو گیا، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، وہ اس سب کو جانتا ہے اور اسی طرح جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اسکی طرف چڑھتا ہے، وہ اس سب کا بھی علم رکھتا ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ (ہر جگہ اور ہر حال میں) تمہارے ساتھ ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اللہ اس سب کو خوب دیکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں سورۂ حشر کی یہ آخری آیتیں اور پڑھ لیجئے :-

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ———— (الحشر - ع - ۳)

وہ اللہ جس کی شان یہ ہے کہ صرف وہی معبودِ حق ہے اسکے سوا کوئی ہستی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ سب چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحمت والا ہے ———— وہ اللہ وہی الٰہ حق ہے، اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہی حقیقی بادشاہ

ہے، وہ "القدوس" ہے (عیب و نقص کی ہر نسبت سے پاک ہے) "السلام" ہے (سلامتی اسکی ایسی صفت ہے کہ اس کیلئے کوئی خطرہ اور اس کو کبھی زوال نہیں) "المومن" ہے (بندوں کو امن دینے والا ہے) "المھیمن" (ان کا رکھوالا اور نگہبان) ہے "العزیز" ہے (زبردست اور غالب ہے) "الجبار" ہے (سب پر اس کا دباؤ اور تسلط ہے کوئی اسکی مشیت کے خلاف حرکت نہیں کر سکتا) "المتکبر" ہے (بے انتہا عظمت و کبریائی اسکی صفت ہے) پاک ہے انکے شریک بتلانے سے ـــــ وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا، ٹھیک ٹھیک بنانے والا، صورت گری کرنے والا، اسی کے لئے ہیں سب عمدہ نام (اور اچھے القاب) آسمان و زمین کی سب چیزیں اسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں (اور اس کی پاکی اور برتری کے گیت گاتی ہیں) اور وہ نہایت زبردست اور صاحبِ حکمت ہے۔

خدائی صفات کے متعلق قرآن مجید کے ان مفصل بیانات کے بعد سورۂ اخلاص کا نہایت مختصر ایک بیان اور پڑھ لیجئے، جو بڑا سادہ ہونے کے ساتھ بڑی غیر معمولی دلکشی اور دلآویزی اپنے اندر رکھتا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

کہو وہ اللہ ایک ہے، یگانہ و یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے (اسکو کسی کی احتیاج نہیں اور سب اسکے محتاج ہیں) نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی ہستی اسکی ہمسر اور اسکے برابر کی ہے۔

جو شخص خدا کو مانتا ہے اور اپنے کو اس کا مخلوق و مملوک اور بندہ یقین کرتا ہے اسکے دل میں اس چیز کی طلب اور پیاس کا ہونا بالکل قدرتی بات ہے کہ مجھے اپنے اس خالق اور رب کی معرفت حاصل ہو اور اسکے بارے میں جو کچھ میں جان سکتا ہوں وہ کسی طرح جانوں اور بلاشبہ اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کی صفات کے متعلق سب سے زیادہ صحیح، مکمل اور واضح اور اطمینان بخش بیان صرف قرآن مجید کا ہے اس سے ایک طرف تو دلوں میں اللہ کی شایانِ شان عظمت پیدا ہوتی ہے اور امکان کی حد تک اس کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے، اور دوسری طرف اُنس و محبت کا چشمہ بھی اُبلتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتا ہے، اور یہی انسان کی کامیابی کی اعلیٰ اور آخری منزل ہے۔

توحید

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو قرآنی بیانات یہاں تک نقل کئے گئے، ان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب و الشہادہ اور علیم کل ہے، سب کے ساتھ اور سب سے قریب ہے، قادرِ مطلق ہے، سب کا خالق و رازق اور سب کا کارساز و پروردگار ہے، اور وہی اس ساری کائنات کا مالک و حاکم اور قیوم ہے، اور یہاں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، اسکے علاوہ کوئی ہستی نہیں جو بلا اسکے حکم کے یہاں کچھ کر سکے، ہر قسم کی عظمت و کبریائی اسی کے لئے ہے، اور وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے، اور ساتھ ہی وہ بڑا بے نیاز بھی ہے، سب اسکے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اور اس کو کسی کی پروا نہیں، اور وہ صاحبِ عدالت بھی ہے یعنی ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے ـــــ اور ان صفاتِ کمال سے موصوف ہونے کے ساتھ وہ ہر اُس بات اور ہر اس چیز سے بری بھی ہے، جس میں نقص و عیب کا کوئی پہلو اور کوئی شائبہ ہو، اور جو اس کی شانِ قدوسیت کے خلاف ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ کوئی ہستی ایسی ہے جس میں یہ ساری صفتیں اور سارے کمالات جمع ہیں، آپ سے آپ یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ بس وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے، اور محبت و عظمت کے ساتھ اسکے ہر فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے، اور اس کو اپنا مولا اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھ کر اسکے حکموں پر چلا جائے، اسی سے آس لگائی جائے، اپنی ضرورتوں کے لئے اُسی سے دعا کی جائے، مصائب و مشکلات میں اسی سے مدد مانگی جائے، اسی سے امید باندھی جائے، اور اسی پر بھروسہ کیا جائے، اسی کی رضا جوئی میں جیا جائے اور مرا جائے، اسی کی حمد و ثنا اور اسی کی تسبیح و تقدیس کی جائے اور اسی کی یاد کو اپنا وظیفہ بنایا جائے۔

اسی لئے قرآن مجید میں بیانِ صفات کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر ایک ثابت شدہ حقیقت اور لازمی نتیجہ کے طور پر توحید کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ناظرین نے بیانِ صفات کے سلسلہ کی مندرجہ قبل آیات کو پڑھتے ہوئے خود بھی

جا بجا محسوس کیا ہوگا، اس لحاظ سے توحید کے مستقل بیان کی اب زیادہ ضرورت باقی نہیں رہی لیکن چونکہ توحید قرآن پاک کا خاص الخاص موضوعِ دعوت ہے، اور اس میں دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے، اور قرآن سے پہلے آنے والی اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں کی تعلیم و دعوت کا مرکزی نقطہ بھی چونکہ توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے، اس لئے ہم توحید کے بارے میں قرآن مجید کے بیان کو کسی قدر تفصیل سے اور مستقلاً بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا ہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آگیا ہو، اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا، کیونکہ امتوں اور قوموں نے توحید ہی کے بارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکریں کھائی ہیں، بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ جتنی غلطیوں اور گمراہیوں میں قومیں توحید کے بارے میں مبتلا ہوئیں اتنی کسی دوسرے مسئلہ میں گمراہ نہیں ہوئیں، حالانکہ اللہ کے تمام پیغمبروں اور مذاہب کے سب سچے داعیوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی تھی، بلکہ قرآن مجید کا تو بیان ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہونچایا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل ع ۵)

اور بھیجا ہم نے ہر قوم میں اپنا پیغام بر (اس دعوت اور اس پیام کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی بندگی کرو (جو سچا معبود ہے) اور ہر جھوٹے خدا سے بچو۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء۔ع۔۲)

اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی اور ان کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، لہذا صرف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

الغرض یہ واقعہ ہے کہ ہر قوم میں آنے والے اللہ کے پیغمبر اور ہادی نے ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اکثر قومیں کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہو گئیں اور اب بھی یہی ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہیں ——— قرآن ہی کا بیان ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ○ ——— (یوسف۔ع۔۱۲)

اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اور اسی کے ساتھ وہ شرک میں بھی مبتلا ہیں۔

بہر حال ہمیشہ سے شرک انسانوں کی بڑی خطرناک اور عام بیماری رہی ہے اسی لئے قرآن مجید میں ——— جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت ہے اور جس کے بعد انسانوں کیلئے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے ——— توحید کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ روشن اور واضح کیا گیا ہے، بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے، جن سے اگلی امتوں میں شرک آیا، یا اس کے آنے کا امکان ہو سکتا تھا۔

قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر توحید کا درس ختم نہیں کر دیا کہ "خدا ایک ہے اس کے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کی جائے" بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ اس نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کر کے بتلایا کہ یہ صفت صرف اللہ ہی میں ہے، اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے، اسی طرح اپنے افعال و اختیارات میں بھی وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اور پھر اپنے خدائی حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہٗ لاشریک ہے، اس نے توحید کے ان پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقادی یا عملی، جلی یا خفی شرک کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

ہم قرآن مجید کی دعوتِ توحید کے سلسلہ کی چند آیات کو یہاں چند عنوانوں کے تحت ایک خاص ترتیب سے مرتب کر کے پیش کرتے ہیں۔

توحید ذاتی اور توحید الوہیت

توحید کا ایک سادہ سا اجمالی اور جامع عنوان یہ ہے کہ الٰہ یعنی معبود بس ایک ہے صرف وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے، قرآن مجید میں موقع بموقع اس کو بیسیوں جگہ دہرایا گیا ہے چند آیتیں یہ ہیں:

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ ——— (البقرہ۔ع۔۱۹)

اور تمہارا معبود بس ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں وہ بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے

ایک موقع پر فرمایا:۔

وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (ال عمران ع۔۶)

اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ اللہ ہر چیز پر قابو رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (والصّٰفّٰت ع ۱)

حق یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، وہ آسمان و زمین اور انکے درمیان کی ساری مخلوق کا پروردگار ہے۔

ایک جگہ فرمایا:۔

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ (انعام ع ۲)

اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے اور اعلان کر دیجیے کہ معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے اور میں تمھارے شرک سے بیزار ہوں۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا:۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ______ (الحج ــ ع ــ ۵)

پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، لہذا اسی کی فرمانبرداری کرو، اور اپنے کو اسی کے سامنے جھکا دو۔

توحیدِ صفات وافعال

توحیدِ الوہیت کے اس سادہ اجمالی بیان کے علاوہ قرآن مجید صفات وافعال میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بھی جابجا تفصیل سے بیان کرتا ہے، وہ تبلاتا ہے کہ سب کا پیدا کرنیوالا سب کی پرورش کرنیوالا سب کو روزی دینے والا، جلانے والا، اور مارنے والا بس اللہ ہی ہے ـــــ اس مضمون کی متعدد آیات صفات کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجیے ـــــ سورۂ روم میں فرمایا:۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (روم ع ۴)

اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر اسی نے تم کو رزق دیا، اور تمھاری زندگی کی ضرورتیں مہیا کیں، پھر وہی تم کو وقت آنے پر موت دے گا، اور اسکے بعد وہی تم کو جلائے گا، بتاؤ جن (واقعی یا

فرضی ہستیوں) کو تم نے خدائی حقوق میں شریک ٹھہرا رکھا ہے، کیا ان میں سے کوئی ان میں کا کوئی کام بھی کرتا ہے، یا کر سکتا ہے، پاک ہے اللہ اور برتر ہے ان کے شرک سے اور شریکوں سے۔

اور سورۂ فاطر میں ارشاد ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ـــــ (فاطر ع ۵)

اے پیغمبر! آپ ان مشرکوں سے کہیے، بتاؤ تو اللہ کے سوا جن شریکوں کو پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کیا چیز پیدا کی ہے انھوں نے زمین میں، یا ان کی کوئی شرکت ہے آسمانوں میں؟

اور اسی سورۂ فاطر میں ایک جگہ فرمایا:۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ ـــــــــــ (فاطر ع ۱)

کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو زمین و آسمان سے تمھاری روزی کا انتظام کرتا ہے، اس کے سوا کوئی بھی الٰہ و معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔

اور سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (عنکبوت ع ۲)

اللہ کے سوا جن ہستیوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمھاری روزی کی مالک نہیں اور تم کو کچھ نہیں دے سکتیں، پس اللہ ہی سے رزق مانگو اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ساری کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے، اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

قرآن مجید بتلاتا ہے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات صرف اللہ کے زیرِ حکم ہے جس طرح سب کا خالق و رازق اللہ ہے، اسی طرح سب پر حکم بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔

لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ________ (اعراف ـ ع ـ ٦)

تخلیق بھی اُسی کی اور حکم و فرمان بھی اُسی کا۔

سورۂ قصص میں ارشاد فرمایا:۔

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ________ (قصص ـ ع ـ ٧)

بس صرف اسی کا حکم چلتا ہے، اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وہی جو کچھ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اسکے سوا کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، نہ کوئی کسی کو وجود دے سکتا ہے نہ کسی سے کوئی وجود لے سکتا ہے، نہ موت و حیات پر کسی کا اختیار ہے، نہ کوئی کسی کے نفع یا نقصان کا مختار ہے ـــــ اور نادان اور گمراہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے جن ہستیوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے نظام میں ان کا بھی کوئی دخل ہے، اور یہ بھی جسے چاہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

قرآن مجید جا بجا کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں، اگر وہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ ایک مکھی اور ایک چیونٹی بھی نہیں بنا سکتے، کسی کی بگڑی کو نہیں بنا سکتے، کسی کی مدد اور حمایت نہیں کر سکتے، قرآن مجید کا یہ بیان ذرا اسی کے الفاظ میں سنئے:

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ ________ (شوریٰ ـ ع ـ ١)

زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا کارساز اور مددگار نہیں۔

سورۂ فاطر میں فرمایا:۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ ________ (فاطر ـ ع ـ ٢)

یہی اللہ تمہارا پروردگار اور مالک ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے (جیسی کسی بے قیمت اور حقیر چیز) کی بھی مالک نہیں۔

سورۂ حج میں فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (الحج ـ ع ـ ١٠)

اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگر سب مل کر اس کے لئے کوشش کریں۔

سورۂ سبا میں فرمایا:۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ (سبا ع ٣)

اے پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھتے ہو ان کو پکار کے تو دیکھو، زمین و آسمان میں ان کا ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے، اور نہ ان میں کسی قسم کی ان کی شرکت ہے، اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے (مطلب یہ کہ نہ کوئی چیز ان کی ملکیت میں ہے، نہ ان کا ساجھا ہے، اور نہ اللہ کو ان سے اپنے کاموں میں مدد لینے کی ضرورت ہے۔)

سورۂ زمر میں فرمایا:۔

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ ________ (زمر ـ ع ـ ٤)

اے پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کو دور کر سکتے ہیں، یا اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کو مجھ سے روک سکتے ہیں (ہرگز نہیں) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ مجھے کافی ہے، اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

سورۂ شوریٰ میں فرمایا:۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ ـــ (شوریٰ ع ـ ١)

کیا انھوں نے اللہ کے سوا کچھ کارساز بنائے ہیں پس اللہ ہی سب کا کارساز ہے۔

نظامِ عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ ہے

قرآن کہتا ہے کہ زمین و آسمان کے اس نظام کو بلا شرکت غیرے صرف اللہ ہی چلا رہا ہے، اور وہی اس کو تھامے ہوئے ہے، اگر وہ ایک لمحہ کے لئے اس کو چھوڑ دے تو کوئی دوسرا اس کو تھام نہیں سکتا، اور پھر ساری کائنات آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اُتر جائے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَہُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ——————— (فاطر۔ ع ۔۵)

اللہ ہی تھامے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں، اور اگر وہ ٹل جائیں تو اسکے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا۔

صرف اللہ ہی زندۂ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں

قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ اصلی اور ذاتی زندگی جس کو کبھی فنا نہیں صرف اللہ کی ہے، اور اسکے سوا جو ہستیاں ہیں ان سب کی زندگی مستعار ہے، اور سب کو فنا کے گھاٹ سے گزرنا ہے ——— ارشاد ہے:۔

ہُوَ الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ——————— (مومن ۔ع ۔۷)

صرف وہی زندۂ جاوید ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں۔

سورۂ قصص میں فرمایا:۔

کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ——————— (قصص ۔ع ۔۹)

اس ذات کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔

صرف اللہ ہی عالم الغیب اور علیم کُل ہے

اسی طرح قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ شان صرف اللہ ہی کی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے، اور

غیب و شہود سب یکساں طور پر اسکے سامنے ہے، کسی کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، ارشاد ہے:۔

یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمَا خَلۡفَہُمۡ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ (البقرۃ ۔ع ۔۳۴)

اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے سامنے حاضر ہے، اور اس سب کو بھی جانتا ہے جو ان کے پیچھے اور ان سے غائب ہے، اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ اسکے بے نہایت علم میں سے ایک چیز کو بھی پوری طرح نہیں جان سکتے، اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:۔

لَہٗ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَبۡصِرۡ بِہٖ وَاَسۡمِعۡ ——— (کہف ۔ع ۔۳)

آسمان و زمین کے چھپے بھیدوں کا اُسی کو علم ہے کیسا عجیب دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (نمل ۔ع ۔۵)

اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور بتا دیجئے کہ آسمان و زمین میں جو مخلوقات ہیں، وہ غیب کا علم نہیں رکھتے بجز اللہ کے، بس صرف وہی عالم الغیب ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

وَعِنۡدَہٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُہَاۤ اِلَّا ہُوَ ——————— (انعام ۔ع ۔۷)

اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں اسکے سوا کوئی اُن کی خبر نہیں رکھتا (مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی ایسا آلہ اور ذریعہ نہیں، جس سے غیب کے مخفی بھیدوں کا علم حاصل ہو سکے۔)

توحیدِ حقوق

ذات و صفات اور افعال و اختیارات میں اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور یکتائی بیان کرنے کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ وہ حقوق میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے، بندوں پر جو حقوق اس کے ہیں، وہ اس کے سوا کسی کے نہیں۔

حمد و ستائش اسی کا حق ہے، وہی محبت اور خوف کے قابل ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس پر توکل اور آسرا کیا جائے، اور اس سے لو لگائی جائے، وہی اصلی آقا اور حاکم ہے کہ اس کا قانون مانا جائے یعنی بندوں کیلئے شریعت مقرر کرنا اسی کا حق ہے، وہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، لہٰذا اسی سے دعائیں کی جائیں، اور وہی الٰہ و معبود ہے، لہٰذا اس کی اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے ۔

اس سلسلہ میں سنئے قرآن کا بیان :۔

صرف اللہ ہی لائق حمد و ستائش ہے

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ؗ (القصص۔ع۔۷)

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، اور دنیا و آخرت میں صرف وہی حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ——— (الجاثیہ۔ع۔۴)

ساری حمد و ستائش اللہ ہی کیلئے ہے جو آسمان و زمین اور ساری کائنات کا پروردگار ہے، اور صرف

اسی کیلئے عظمت و کبریائی اور بڑائی ہے آسمان و زمین میں اور وہی ہے زبردست اور صاحبِ حکمت۔

اللہ ہی سب سے زیادہ محبّت اور خوف کے قابل ہے

یعنی اپنے بے انتہا احسانات اور کمالات کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ بندے سب سے زیادہ محبّت اُسی سے کریں، اور سب سے زیادہ اُسی کو چاہیں، اور اپنے حاکمانہ جلال و جبروت کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے بندے سب سے زیادہ اسی سے ڈریں۔

جن نادانوں اور گمراہوں نے اللہ کے سوا کچھ ہستیاں ایسی بنا رکھی ہیں جن سے وہ بندگی اور نیازمندی کا تعلق رکھتے ہیں، اور ان سے اللہ کے برابر محبّت کرتے ہیں، اُن کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے :۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ——— (بقرۃ۔ع۔۲۰)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدِمقابل بناتے ہیں، اور وہ اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہئے ——— اور جو اہل ایمان ہیں، وہ سب سے زیادہ محبّت اللہ ہی سے رکھتے ہیں۔

اور خوف کے متعلق ارشاد ہے :۔

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ——— (توبۃ۔ع۔۲)

اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اور اس کا خوف کرو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ ۝ ——— (مائدہ۔ع۔۷)

تم انسانوں سے خوف نہ کھاؤ، بلکہ مجھ سے اور صرف مجھ سے ڈرو۔

وہی توکّل اور آسرا لگانے کے قابل ہے

هُوَ مَوْلٰىنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ——— (سورہ توبہ۔ع۔۷)

وہ اللہ ہمارا کارساز اور آقا ہے اور بس اسی اللہ پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

سورۂ حج میں فرمایا:۔

وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ ۚ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ (سورہ حج ع ۱۰)

اور بس اللہ کا سہارا مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا کارساز ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا کارساز، اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

سورۂ مزمل میں فرمایا:۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ (سورہ مزمل ع ۱)

وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، وہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں لہٰذا اُسی کو اپنا کارساز بنالو، اور حاجت اور ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کرو۔

وہی حاکم ہے اور اسی کا حکم واجب العمل ہے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۝ (سورہ انعام ع ۱۴)

کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ دینے والا حَکَم تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف کتاب مفصل نازل کردی ہے۔

جو نادان اللہ کے سوا بعض دوسری ہستیوں کی بنائی ہوئی باتوں کو "شریعت" بنالیتے ہیں اور ان کی پیروی ضروری سمجھتے ہیں، اُن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۝ (شوریٰ ع ۳)

کیا ان کیلئے اور شریک ہیں جنھوں نے ان کے واسطے وہ دین اور وہ قانون مقرر کیا ہے، جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

توحید کے بارے میں قرآن مجید کا سب سے اہم مطالبہ

ہر مقصد کے لئے دعا اور مدد طلبی صرف اللہ سے

اور

ہر عبادت صرف اُسی کیلئے ہونی چاہیے

قرآن مجید نے توحید کے اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور یہ اس لئے کہ شرک میں مبتلا ہونے والی دنیا کی قومیں اور امتیں شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادہ ہی میں زیادہ تر مبتلا ہوئی ہیں اور ہمیشہ ناخداشناس اور کم عقل انسانوں سے یہی شرک زیادہ ہوا کہ انھوں نے اللہ کے سوا اور ہستیوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اُن سے دعائیں کیں اپنی حاجتیں اور مرادیں اُن سے مانگیں انھیں راضی اور خوش کرنے کے لئے طرح طرح اُنکی عبادت اور پوجا کی اُنکے آگے سجدے کئے اُنکے نام کی خیر خیرات کی اور اُن کیلئے نذریں اور منتیں مانیں، اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ بڑی مشرکانہ گمراہیوں میں آج بھی یہی گمراہی سب سے زیادہ عام ہے حتیٰ کہ مسلمان کہلانے والوں میں بھی ایک خاصی تعداد اس شرک میں مبتلا ہے۔

بہر حال شرک فی الدعا اور شرک فی العبادہ چونکہ سب سے بڑی مذہبی گمراہی ہے اور ناخداشناس انسان زیادہ تر اُسی میں مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے قرآن مجید نے توحید کے سلسلے میں توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے، پہلے چند آیتیں توحید فی الدعا کے سلسلہ کی پڑھ لیجئے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (سورہ رعد ع ۲)

حاجتوں اور ضرورتوں میں صرف اُسی اللہ کو پکارنا سچا پکارنا ہے، اور اسکے سوا جن ہستیوں کو

وہ مشرک پکارتے ہیں، اور جن سے دعائیں کرتے ہیں وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتیں۔

اللہ کے سوا دوسری ہستیوں سے دعائیں کرنے والوں اور اپنی حاجتیں مانگنے والوں سے ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ (سورۂ اعراف ع ۲۴)

اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، اور جن سے دعائیں کرتے ہو اور مدد مانگتے ہو، وہ تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتے، اور اپنی بھی مدد کرنے سے وہ عاجز اور بے بس ہیں (پس ان سے مدد مانگنا تمھاری کیسی حماقت ہے)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ ———— (سورہ بنی اسرائیل ع ۶)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ تم نے اپنے خیال میں اللہ کے سوا جن ہستیوں کو معبود و کارساز سمجھ رکھا ہے انھیں اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں پکار دیکھو، نہ وہ تمھاری تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ تمھاری حالت بدل سکتے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ———— (سورہ مومنون ع ۶)

اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی دوسرے من گھڑت معبود کو پکارتا ہے اسکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کا حساب اسکے پروردگار کے حضور ہونا ہے یقیناً کفر کرنے والے کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ (سورہ شعراء ع ۱۱)

مت پکارو اللہ کے سوا کسی دوسرے فرضی اور من گھڑت معبود کو (اگر ایسا کرو گے) تو تم ہو جاؤ گے عذاب پانے والوں میں سے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایک جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ ———— (سورہ جن ع ۲)

اے پیغمبر! کہدو کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں، اسی سے دعا کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (سورہ قصص ع ۹)

اور مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور فرضی اور من گھڑت الہ کو ———— صرف اللہ ہی الٰہ حق ہے اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کی پاک ذات کے علاوہ جو کچھ اس عالم موجودات میں ہے، سب فانی ہے۔

اس آیت میں قرآن پاک نے غور و فکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کیلئے ایک بڑا عام فہم استدلالی ارشاد کیا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے، باقی رہنے والی اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہستی صرف اللہ کی ہے، جو سب کا خالق اور پروردگار ہے، اور اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو حاجت روا اور کارساز سمجھ کر اُن سے دعائیں کرنے والے اور مُرادیں مانگنے والے جاہل مشرکین بھی اس حقیقت کو جانتے اور مانتے ہیں کہ سدا رہنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے، اور باقی سب فانی ہیں ———— پس قرآن کہتا ہے کہ جن ہستیوں کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ وہ اپنے وجود اور اپنی حیات میں بھی مختار نہیں، اور اپنے کو موت اور فنا سے بچا لینا بھی جن کے بس میں نہیں، سوچو کہ اُن کو کارساز اور حاجت روا سمجھ کر اُن سے مدد مانگنا اور اُن کو پکارنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

پس جو لوگ بتوں کو، یا نیک اور مقدس روحوں کو، یا گزرے ہوئے پیروں یا پیغمبروں کو اپنی مدد کیلئے پکارتے ہیں، اور اپنی حاجتوں میں اُن سے دعائیں کرتے ہیں (حالانکہ جانتے ہیں کہ یہ سب فانی ہستیاں ہیں) وہ خود سوچیں کہ وہ کیسی احمقانہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے کو وہ کتنی گہری پستی میں گراتے ہیں۔

یہ چند آیتیں توحید فی الدعا کے سلسلہ کی تھیں، اب توحید فی العبادہ کے متعلق بھی چند آیتیں پڑھیئے

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ــــــــ (بنی اسرائیل ع۔۳)

اور تمھارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

ایک جگہ حکم ہے:۔

اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ــــــــ (النساء۔ع۔۶)

بس اللہ کی عبادت کرو، اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

چونکہ اللہ کے سوا جن ہستیوں اور جن فرضی معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ ہستیاں بناؤ بگاڑ اور نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتی ہیں، اس لئے قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اس صراحت کے ساتھ شرک فی العبادۃ سے روکا ہے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ بالکل عاجز و بے بس ہیں، نہ تمھارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں ــــــ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ــــــــ (سورہ مائدہ۔ع۔۱۰)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کیا تم اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جن کے قبضہ میں تمھارا نفع نقصان کچھ بھی نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (لہذا تمھیں اس کی پکڑ اور اُس کے عذاب سے بے خوف نہیں رہنا چاہیئے۔)

ایک دوسری جگہ ان ہی مشرکین کے متعلق ارشاد ہے:۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ ــــــــ (سورہ نحل۔ع۔۱۰)

اللہ کے سوا اُن ہستیوں کی یہ عبادت کرتے ہیں جنھیں آسمان و زمین میں سے رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں اور نہ ان کو کچھ قدرت ہے۔

قرآن مجید یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جو قومیں اور امتیں شرک میں مبتلا ہوئیں اور انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اپنا معبود بنایا، ان کے نبیوں اور ان میں آنے والے اللہ کے سچے ہادیوں نے ان کو ہرگز اس شرک کی

تعلیم نہیں دی تھی، بلکہ خالص توحید ہی کی تلقین کی تھی، ارشاد ہے:۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورہ توبۃ۔ع۔۴)

انھیں (اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ذریعہ) جو حکم دیا گیا وہ اسکے سوا کچھ نہیں تھا کہ صرف ایک معبود حق کی عبادت اور بندگی کریں، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ پاک ہے انکے شرک سے۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ (سورہ نحل۔ع۔۵)

اور بھیجا ہم نے ہر قوم میں اپنا پیغامبر (اسی دعوت اور اسی پیام کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی [illegible]ت کرو، جو سچا معبود ہے، اور ہر جھوٹے خدا کی عبادت اور بندگی سے بچو۔

ایک اور جگہ فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (سورۃ الانبیاء۔ع۔۲)

اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجا اس کی طرف یہی وحی ہم نے کی، اور اس کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے، لہذا صرف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

اس اجمالی بیان کے علاوہ جن انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تعلیم کا قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، قرآن نے انکے متعلق صراحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کہی کہ تمھاری عبادت اور بندگی کا مستحق صرف ایک اللہ ہے، بس اسی کی عبادت کرو، اور اسکے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو،

ــــــ "اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ" ــــــ اور ــــــ "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ"

قرآن کا بیان ہے کہ یہی بات نوحؑ نے کہی، یہی ہودؑ اور صالحؑ نے کہی، یہی شعیبؑ نے کہی، یہی ابراہیمؑ نے، اور ان کے بعد آنے والے سب پیغمبروں نے کہی۔

عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا، اور حضرت مسیح اور روح القدس کو، اور بعض نے حضرت مسیح اور انکی والدہ مریم صدیقہ کو خدائی میں شریک کیا، اور اللہ کے اس پاک پیغمبر پر یہ تہمت دھری کہ انھی نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی ــــــ قرآن مجید نے جابجا اسکو رد کیا اور بتایا کہ اللہ کے دوسرے سب نبیوں رسولوں

کی طرح ہمارے بندے اور پیغمبر مسیحؑ نے بھی توحید ہی کی تعلیم دی تھی' اس نے اپنی قوم سے صاف کہا تھا:

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (سورۃ المائدہ ۔ع ۔۱۰)

اور مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کرو' جو میرا اور تمھارا سب کا پروردگار ہے' بلاشبہ جس کسی نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے' اور ایسے ظالموں کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا۔

دوسری جگہ سورۂ آل عمران میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:۔

حضرت مسیحؑ نے جب اللہ کے رسولؑ کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے اپنے کو پیش کیا اور فرمایا کہ میں اللہ کے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کر سکتا ہوں' اور مُردوں کو زندہ کر سکتا ہوں' اور فلاں فلاں معجزے دکھا سکتا ہوں تو ساتھ ہی صاف صاف یہ بھی اُن سے کہہ دیا کہ میں خدا نہیں ہوں' بلکہ اُسی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم بندے ہو' اور میرا رب اور پروردگار وہی ہے جو تمھارا رب اور پروردگار ہے' اور تنہا وہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے' میں تم کو اسی کی عبادت اور بندگی کی دعوت دیتا ہوں یہی راہِ نجات ہے۔

قرآن مجید نے اس موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام کے جو الفاظ نقل کئے ہیں' وہ یہ ہیں:۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ٥ (سورۃ آل عمران ع ۵)

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے' اور وہی تمھارا رب ہے اور ہم سب اسکے بندے ہیں' پس تم کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے' یہی صراط مستقیم ہے۔

بہر حال قرآن مجید نے توحید کے ہر پہلو پر پورا پورا زور دیا ہے اور کسی قسم کے شرک کیلئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے' اور خاص طور پر توحید فی الدعا اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے' اور جیسا کہ عرض کیا گیا' یہ اس لئے کہ ہمیشہ سے مذہبی دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ عام گمراہی شرک فی الدعا اور شرک فی العبادۃ ہی رہی ہے ـــــ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے چھوٹے چھوٹے تین جملوں کے بعد چوتھے جملے یعنی چوتھی آیۃ (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٥) میں

پہلا اقرار ہر قرآن پڑھنے والے سے یہ لیا جاتا ہے کہ "وہ اللہ کے سوا کبھی کسی اور ہستی کی عبادت نہیں کریگا' اور کبھی کسی اور کو صاحب اختیار اور حاجت روا سمجھ کر اس سے مدد طلب نہیں کریگا' اور دعا نہیں مانگے گا"۔

اور ایک جگہ تو اس توحید فی العبادۃ اور توحید فی الدعا کی تعلیم کو قرآن مجید نے اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ گویا یہی قرآن اور قرآن لانے والے اللہ کے آخری پیغمبر کی اصل دعوت ہے' اور یہی گویا دینی دعوت کا اصل مقصد و مدعا اور مرکزی نقطہ ہے ـــــ پڑھئے سورۂ یونس کے آخری رکوع کی یہ آیتیں:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ٥ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ٥ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ٥ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ٥ (سورۃ یونس ع ۔۱۱)

اے پیغمبر! آپ اُن لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمھیں میرے دین اور میرے طریقے کے بارے میں کوئی شک و شبہ ہے تو سن لو میں صاف صاف کہتا ہوں (کہ میرا دین اور میرا طریقہ یہ ہے کہ) اللہ کے سوا تم جن ہستیوں کی عبادت اور پرستش کرتے ہو' میں ان کی عبادت نہیں کرتا' بلکہ میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں' جو تم پر موت طاری کرتا ہے' اور مجھے اسی اللہ کا حکم ہے کہ میں ایمان والوں کے زمرے میں ہو جاؤں' اور یہ کہ سیدھا کرو اپنا رُخ اللہ کی اطاعت اور عبادت کیلئے' اور ہرگز نہ ہو مشرکوں میں سے ـــــ اور نہ پکارو اللہ کے سوا اُن ہستیوں کو جو نہ تمھیں کوئی نفع پہونچا سکتی ہیں' اور نہ کوئی تکلیف دے سکتی ہیں' اور اگر تم نے ایسا کیا تو پھر تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے' اور یقین کرو کہ اگر اللہ تمھیں کوئی تکلیف پہونچائے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو دور کر سکنے والا نہیں' اور اگر وہ تمھارے لئے کسی بھلائی کا ارادہ کرے' اور اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو اسکے فضل و کرم کو روک سکنے والا کوئی نہیں' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے نوازے اور نصیب فرمائے' وہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے!

ان آیتوں میں قرآن کے لانے والے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) سے اعلان کرایا گیا ہے کہ میرا دین اور میرا طریقہ جس کی طرف اے لوگو! میں تم سب کو بھی دعوت دیتا ہوں، اس کا بنیادی اصول اور خاص مرکزی نقطہ بس یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اور صرف اسی کو سب کے نفع و نقصان اور خیر و شر اور بناؤ بگاڑ کا مالک و مختار یقین کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں صرف اُسی کو پکارا جائے، اسی سے مدد مانگی جائے، اور اسی سے دعا کی جائے، اور اس معاملہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

توحید کا آخری تکمیلی سبق

توحید کے متعلق قرآن مجید کی جو تعلیم یہاں تک پیش کی گئی ہے وہ بھی یقیناً قرآن مجید کا اور اسلام کا امتیاز ہے، اور اس دنیا کے کسی دوسرے دینی صحیفہ اور کسی ہدایت نامہ میں اور کسی ہادی اور پیشوا کی تعلیم میں توحید کا ایسا جامع اور مکمل درس جہاں تک ہمیں علم ہے موجود نہیں ہے ــــــ لیکن قرآن نے اس سے بھی آگے بڑھ کر تعلیم توحید کے سلسلے میں ایک اور ایسی بات کہی ہے جس کو "توحید کا آخری تکمیلی سبق" کہا جا سکتا ہے۔ سورۂ انعام کے آخری رکوع میں خود قرآن کے لانے والے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا
شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ــــــ (سورہ انعام ـ ع ـ ۲۰)

آپ اعلان کیجئے کہ میری نماز اور میری ہر قسم کی عبادت اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلے سرِ اطاعت خم کرنے والا ہوں۔

اس آیت میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا ہے کہ:۔

میری نماز اور میری ساری عبادات صرف اللہ کیلئے ہیں، اور اسی طرح میری پوری زندگی اور میری موت بھی اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کیلئے ہے، اور مجھے اسی کا حکم ہے کہ نماز و عبادت کی طرح میری ر

زندگی، بلکہ میری موت بھی اللہ کیلئے ہو، میں جو کچھ کروں اسی کیلئے کروں، اور اسی کے حکم کے مطابق کروں، اور اسی کی فرمانبرداری میں جیوں اور مروں ــــــ اور اپنے مالک کے اس حکم پر میں سب سے پہلے اپنا سرِ اطاعت جھکاتا ہوں، اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی رضا جوئی اور اسی کی عبدیت و بندگی میں گزارنے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

بلاشبہ توحید کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلّی طور پر اللہ کی عبدیت میں دے دے وہ طے کر لے کہ میرا اور میری موت و حیات اور میرا سب کچھ بس اللہ کیلئے ہے اُسی کے واسطے اور اسی کے حکم پر مجھے جینا اور مرنا ہے۔

قرآن مجید میں توحید کے اس آخری اور تکمیلی سبق کے لئے جو یہ پیرایہ اختیار کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تو اس میں ایک خاص حکمت اور مصلحت غالباً یہ بھی ہے کہ جب کوئی پیغمبر خود اپنی ہی زبان سے دنیا کو اپنے متعلق یہ بتلائے کہ میری ساری نیاز مندیاں اور عبادت گزاریاں اللہ ہی کے لئے ہیں، اور میرا جینا مرنا بھی اسی کے واسطے ہے، اور میں سب سے پہلے اس کے ہر حکم پر سرِ اطاعت خم کرنے والا ہوں، یعنی بندگی اور سر افگندگی کے وصف میں بھی سب سے آگے اور سب کا پیشرو ہوں تو پھر کسی کیلئے اس کی بالکل گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اس پیغمبر کو خدا یا خدائی میں شریک سمجھے۔

یہ واقعہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور سید الرسل ماننے والی امت کیلئے توحید کے باب میں سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ آپ کے غیر معمولی کمالات اور معجزات سے مبہوت ہو کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی خدا یا شریکِ خدا سمجھ لیا جاتا، اسی لئے قرآن مجید میں آپ کی عبدیت و بشریت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی نیاز مندی اور سر افگندگی کو جا بجا اُجاگر کیا گیا ہے اور اس کیلئے اکثر مقامات پر یہی پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ خود آپ کی زبان سے اس کا اعلان و اظہار کرایا گیا ہے ــــــ کہیں ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا
اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ ۭ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ ۝ ــــــ (حٰمٓ سجدہ ـ ع ـ ۱)

اے رسول! آپ اعلان فرما دیجئے کہ میں بھی بس تم جیسا ایک انسان ہوں، میری طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس تم اسی کی طرف سیدھا باندھ لو

اور اس سے بخشش طلب کرو، اور مشرکوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

کہیں ارشاد ہے :-

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ـــــ (بنی اسرائیل ـ ع ـ ۱۰)

اے پیغمبر! آپ ان کو کہئے کہ پاک ہے میرا پروردگار (اسے سب کچھ قدرت ہے) اور میں تو بس ایک آدمی ہوں اللہ کا پیغام لانے والا۔

کہیں ارشاد فرمایا گیا :-

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ ـــــــــــ (الجن ـ ع ـ ۲)

اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں کوئی نقصان پہونچانے کا اور نہ کسی بھلائی سے ہمکنار کرنے کا (اور) اعلان کر دیجئے کہ (اللہ اگر مجھے پکڑنا چاہے تو) ہرگز نہیں بچا سکتا کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے اور نہ ہرگز میں اسکے دامنِ رحمت کے سوا کہیں پناہ پا سکتا ہوں۔

اور ایک جگہ حکم فرمایا گیا :-

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ۝ (اعراف ع ۲۳)

اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تو خود اپنی جان کے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے ـــــ اور اگر میں غیب داں ہوتا، تو بہت سے منافع سمیٹ لیا کرتا، اور مجھے کوئی گزند زندگی میں نہ چھو پاتیں تو بس عذاب کے خطرہ سے خبردار کرنے والا اور بشارت سنانے والا ہوں۔

اُمتِ محمدی کو شرک کے اس خطرے سے بچانے کے لئے قرآن کریم میں ایک خاص اہتمام یہ بھی کیا گیا ہے کہ جن جن مقامات پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی کمالات اور خاص الخاص بلندیوں کا ذکر آیا ہے وہاں خصوصیت سے آپ کیلئے عبد (بندہ) کا لفظ بولا گیا ہے ـــــ چنانچہ معراج میں جو انتہائی ترقی اور بلندی آپ کو حاصل ہوئی (جو آپ کے سوا کسی نبی اور کسی فرشتے کو بھی حاصل نہیں ہوئی) اسکو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا ـــــ الآیۃ ـــــ (بنی اسرائیل ع ۱)

پاک ذات ہے وہ جو رات میں لے گیا اپنے بندے کو۔

اسی سفرِ معراج کے سلسلہ میں جہاں سورۃ النجم میں مقام "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پہنچنا ذکر کیا گیا ہے، وہاں بھی "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی" فرما کر آپ کے مقامِ عبدیت کو یاد دلایا گیا ہے۔

اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ شہادت کے جس کلمہ کو اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے یعنی "اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ اس میں جس طرح اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اس کا اعلان و اقرار ہے، اسی طرح اس حقیقت کا بھی اعلان و اقرار ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کے ساتھ آپ کی عبدیت اور بندگی کی شہادت بھی جزوِ ایمان قرار دی گئی ہے جس کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

ان اوراق میں اگرچہ صرف قرآنی دعوت و تعلیم پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے لیکن اس موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ ارشادات بھی نقل کر دینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے جن میں آپ نے اپنی عبدیت کا بے لاگ اظہار فرمایا ہے اور امت کو اس گمراہی سے بچانے کی امکانی کوشش فرمائی ہے جس میں آپ سے پہلے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی امت اور بعض دوسری امتیں مبتلا ہوئیں ـــــ آپ کا مشہور ارشاد ہے۔

لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَاۤ اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَاۤ اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ـــــ (رواہ البخاری ومسلم عن عمرؓ) (مشکوٰۃ شریف کتاب الادب)

عیسائیوں نے جس طرح عیسیٰ بن مریمؑ کو حد سے بڑھایا، خبردار تم میرے ساتھ ایسا نہ کرنا میں بس اللہ کا بندہ ہوں اس لئے (مجھے بندگی اور پیغمبری ہی کے مقام پر رکھنا اور) اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک موقع پر اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی :-

لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ حَقِّیْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدِ اتَّخَذَنِیْ عَبْدًا قَبْلَ اَنْ یَّتَّخِذَنِیْ رَسُوْلًا ـ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک) کنز العمال ج ۲۳۲/۱۶

تم مجھ کو میرے اصل مرتبہ سے مت بڑھاؤ، اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنا رسول قرار دینے سے پہلے اپنا بندہ

بنایا ہے (پس میں رسول ہونے سے بھی پہلے بندہ ہوں)۔

ایک موقع پر بعض صحابہ سے اظہارِ عظمت و عقیدت میں کچھ بے اعتدالی اور لغزش ہوگئی تو آپ نے سخت تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:۔

لَا یَسْتَھْوِیَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ ــــــــ (رواہ احمد وعبد بن حمید وسعید بن منصور والبیہقی فی شعب الایمان) کنز العمال ص۳۲ ج۲)

لوگو تمھیں شیطان گمراہ نہ کردے میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جہاں اللہ نے مجھے رکھا ہے۔

ایک دفعہ کسی صحابی کی زبان سے سلسلۂ کلام میں نکل گیا: " مَا شَاءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ " (یعنی وہ ہوگا جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں) آپ اس پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا: " جَعَلْتَنِیْ لِلّٰہِ نِدًّا بَلْ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ ــــــــ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ کنز العمال ص۱۳۳ ج۲)

تم نے مجھ کو خدا کے برابر کر دیا، یوں نہیں بلکہ یوں کہو کہ جو تنہا خدا چاہے وہ ہوگا۔

آپ کے سامنے بعض اگلی امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ اللہ کے جن نبیوں نے زندگی بھر توحید کی راہ میں جدوجہد کی اور شرک کی بیخ کنی میں اپنی عمر صرف کر دی، اُن ہی کے اُمتیوں نے اُن پیغمبروں کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور اپنا معبود بنا لیا، اس لئے آپ نے پہلے سے آگاہی دی اور پیش بندی فرمائی:۔

اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔ (رواہ مسلم عن جندب بن عبد اللہ)

تم سے پہلی بعض اُمتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا، دیکھو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا، میں تم کو صاف صاف اس سے منع کرتا ہوں۔

اور وفات سے کچھ ہی پہلے اپنے آخری مرض میں خدا سے دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا

قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ ــــــــ (موطا امام مالکؒ)

اے میرے اللہ! ایسا نہ ہو کہ میری قبر بُت کے مانند ہو جائے جس کی لوگ پرستش اور پُوجا کریں اللہ کا سخت غضب ان لوگوں پر ہوا ہے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

اللہ کی طرف سے قرآن لانے والے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے ارشادات اور اپنی پرستش کے امکانات کو قطعی طور سے ختم کرنے کیلئے آپ کی یہ صریح تنبیہات اور تاکیدات دراصل قرآن مجید ہی کی تعلیم توحید کی تشریح و تفسیر ہیں اللہ تعالےٰ اپنے اس پاک پیغمبر پر اپنی بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے جس نے توحید کی تعلیم کو اس قدر صاف اور اُجلا کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا اور شرک کے ہر امکانی راستہ کو بند کیا۔

شرک اور مشرکین کی سخت مذمّت اور اُن سے اعلانِ بیزاری

قرآن مجید نے دعوت توحید کے سلسلے میں بہت سے مقامات پر یہ پیرایہ بھی اختیار کیا ہے کہ توحید کی تعلیم سے بغاوت کرنے والے مشرکین اور انکے شرک کے نہایت بُرے انجام سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور ان سے اللہ تعالےٰ کی انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے اس سلسلے کی بھی چند آیتیں پڑھیئے سورۂ نساء میں فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (نساء ع ۱۸)

اللہ معاف نہیں کرے گا اور نہیں بخشے گا اس گناہ کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، اور معاف کر دے گا اس کے سوا دوسرے گناہ جس کے چاہے۔

پھر سورۂ مائدہ میں فرمایا:۔

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ــــــــ (مائدہ ۔ ع ۱۰)

یہ بات یقینی ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا مستقل ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور ان ظالموں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں (جو ان کو عذاب سے چھڑا سکے) اور اسی واسطے ــــ کہ شرک قطعاً ناقابل معافی جرم ہے اور ہر مشرک کیلئے جہنم میں جھونکے جانے کا

قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایا گیا کہ خبردار کسی مشرک کیلئے اللہ سے مغفرت اور بخشش کی دُعا بھی نہ کرو۔ اللہ ان ظالموں ناپاکوں کے حق میں بخشش کی دعا بھی نہیں سُننا چاہتا۔ فرمایا گیا:۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى ٥ ________ (توبة ـ ع ـ ١٤)

پیغمبر کو اور ایمان والوں کو نہیں چاہئے کہ وہ مشرکوں کے حق میں مغفرت اور بخشش کی دعا کریں، اگرچہ وہ اُن کے عزیز قریب ہی کیوں نہ ہوں۔

اور اسی سورہ توبہ میں دوسری جگہ فرمایا گیا:۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ________ (توبة ـ ع ـ ٤)

اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ناپاک اور پلید ہیں۔

اور اسی سُورہ میں اعلان فرمایا گیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ ________ (توبة ـ ع ـ ١)

اللہ بَری اور بیزار ہے سارے مشرکوں سے اور اُس کا رسول بھی بیزار ہے۔

قرآن مجید کی دعوتِ توحید کے سلسلے میں اگرچہ ہم نے زیادہ اختصار سے کام نہیں لیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ ان اوراق میں توحید کے سلسلے میں لکھا گیا اور جو کچھ ناظرین نے اس سے سمجھا، اس کو قرآن کے بیان توحید کا "مشتے نمونہ از خروارے" کہنا بھی مشکل ہے۔

اللہ نے جس کو قرآن فہمی کی دولت نصیب فرمائی ہے وہ براہ راست قرآن مجید میں تدبر کر کے ہی اسکی دعوتِ توحید کے زور و قوت اور اسکی وسعتوں اور لطافتوں کو سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ بھی جب تک اور جہاں تک غور کرتا رہے گا، اسکو یہی محسوس ہوتا رہے گا کہ اب تک میں نے جو کچھ سمجھا قرآن میں اس سے بہت زیادہ ہے ۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی!

آخرت

قرآن مجید جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور اُن پر ایمان لانے کی پورے زور سے دعوت دیتا ہے اور انکو زندگی کی بنیاد بنانے پر پوری شدت کے ساتھ اصرار کرتا ہے ان میں خدا کی ہستی اور اسکی صفات اور توحید کے بعد آخرت کا مسئلہ ہے۔

یعنی قرآن مجید کہتا ہے کہ جس طرح اپنے سر کی آنکھوں سے خدا کو نہ دیکھنے اور اپنے کانوں سے اسکی آواز نہ سننے کے باوجود تمھارے نزدیک خدا کی ہستی ہے، اور اس کا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کی سلیم فطرت انکار نہیں کر سکتی، اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے، اور وہ زندگی اس دنیوی زندگی کی طرح عارضی اور چند روزہ نہیں ہے بلکہ دوامی ہے، اور ہر حیثیت سے اس زندگی کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں گنا بڑھی چڑھی ہے اور اس زندگی میں ہماری اس دنیوی زندگی کی نیکیوں اور بداعمالیوں کی جزا اور سزا ملے گی۔

خدا کی ہستی اور اسکی صفات کی طرح آخرت کا مسئلہ بھی چونکہ دین و مذہب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اللہ کے سارے پیغمبروں اور اسکی نازل کی ہوئی سب کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی، اور قرآن مجید چونکہ اللہ تعالے کی آخری کتاب ہے، اس لئے اس میں تو آخرت کے مسئلے پر اتنا زور دیا گیا اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے

قرآن مجید آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے ساتھ غور و فکر کرنے والے انسانوں کو یہ بھی بتلاتا ہے، کہ آخرت کیوں ضروری ہے، اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اسکے کیا نتائج ہیں اور اس کے بارے میں جو شبہات جاہلوں اور ناخدا شناسوں کو ہوتے ہیں وہ کس قدر سفیہانہ اور احمقانہ شبہات ہیں۔

پھر قرآن مجید کسی قدر تفصیل سے یہ بھی بتلاتا ہے کہ آخرت میں کیا کیا سامنے آنے والا ہے نیکوکاروں اور اللہ

کے فرمانبرداروں کو کیا کیا انعامات ملنے والے ہیں اور ان کیلئے خوش عیشی اور لذت اندوزی کے وہاں کیا کیا سامان ہیں اور بدکاروں اور خدا کے نافرمانوں کیلئے وہاں کیسے کیسے لرزہ خیز عذاب ہیں جنت میں کیسی کیسی لذتیں اور بہاریں ہیں اور دوزخ میں کیسی کیسی ہوش رُبا تکلیفیں اور دردناک سزائیں ہیں۔

آخرت کیوں ضروری ہے؟

سب سے پہلے آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے کے متعلق قرآن مجید کا بیان سنئے:۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر زندگی اسی دنیا پر ختم ہو جائے اور اسکے بعد کوئی اور زندگی نہ ہو تو پھر یہ سارا کارخانۂ عالم بالکل بے مقصد ہنگامہ اور بے معنی تماشہ اور اپنے پیدا کرنے والے کا ایک عبث فعل ٹھہرتا ہے اور پھر اس کی تخلیق کی کوئی ایسی توجیہ نہیں کی جاسکتی جو اس علیم و حکیم خالق کے شایانِ شان ہو۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ ذرا سا غور و فکر کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پورے کارخانۂ عالم میں بنی نوع انسان کی حیثیت اور اس کا درجہ وہی ہے جو ایک گھر میں گھر والے آدمی کا ہوتا ہے ــــــ مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھر میں گھر کے آدمیوں کے علاوہ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں مثلاً کھانے پینے کی چیزیں پہننے کے کپڑے، فرش فروش، تخت، قالین، پلنگ، بستر، الماریاں، میز، کرسی، آئینہ اور دوسرے زینت و آرائش کے سامان، اسی طرح کھانے پینے کے برتن، روشنی کیلئے بجلی کے قمقمے یا لیمپ وغیرہ سواری کیلئے سائیکل موٹر، یا سواری کے جانور، جی بہلانے کے لئے طوطا، مینا، کبوتر جیسے پرندے، یا پلی کتے، علیٰ ہذا بچوں کے قسم قسم کے کھیل کھلونے ــــــ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی خود مقصود نہیں، بلکہ ہر چیز گھر میں اسلئے رکھی جاتی ہے کہ انسان اُس سے کام لے، خواہ وہ جی بہلانے کا، یا گھر کی زینت و آرائش کا، یا بچوں کے کھیلنے ہی کا کام کیوں نہ ہو، پس اسی طرح اس پورے کارخانۂ عالم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سوا یہاں جو کچھ بھی ہے، زمین، پہاڑ، ہوا، پانی، دریا، نہریں، چاند، سورج، چرند، پرند، نباتات، معدنیات، سب کی سب انسان کیلئے ہیں گویا اس پوری کائنات میں اصل مقصود صرف انسان ہے، اور زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ صرف انسان کیلئے وجود میں لایا گیا ہے ــــــ اور یہ ایک بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان کی اس دنیا

کی یہ چند روزہ زندگی خواب و خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی! اور پھر فی صدی ایک دو بھی تو ایسے نہیں ہیں جو اپنی اس زندگی سے خوش اور مطمئن ہوں، بلکہ اس ناچیز راقم سطور کا خیال ہے کہ اگر آخرت کی وہ زندگی نہ ہوتی جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے دی ہے اور قرآن مجید نے جسکو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے تو پھر انسانوں کیلئے اس دنیا میں پیدا ہونے سے ہزاروں درجہ بہتر یہ تھا کہ وہ سرے سے پیدا ہی نہیں کئے جاتے، بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کے کہتا ہوں کہ اگر آخرت کی زندگی پر ایمان نہ ہوتا تو میں اپنے پیدا کئے جانے پر احتجاج کرتا، اور یہاں کی ہزاروں فکروں اور پریشانیوں والی اس چند روزہ زندگی کے مقابلہ میں صرف اپنے ہی لئے نہیں، بلکہ سب انسانوں کے لئے میں کسی ایسے طریقے سے خودکشی کو جائز بلکہ بہتر سمجھتا جس میں زیادہ تکلیف نہ ہوتی۔

بہر حال اس دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک انسانوں کو جو چند سالوں کی زندگی ملتی ہے، جس کا ابتدائی کافی حصہ بچپن کی کمزوریوں اور بے لطفیوں میں گزر جاتا ہے اسکے بعد جوانی آتی ہے جو طاقتوں اور توانائیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کی فکروں کو اور اُن خواہشوں اور اُمنگوں کو ساتھ لاتی ہے جن کو پورا کرنے کا ہر آدمی سامان نہیں پاتا، پھر جوانی کا ڈھلاؤ اور قوتوں میں اضمحلال آنا شروع ہوتا ہے، اور کچھ دنوں کے بعد بڑھاپا اپنی ساری مجبوریوں اور آزاریوں، دکھوں اور بیماریوں کے ساتھ آجاتا ہے اور بالآخر ان ہی منزلوں سے گذر کر آدمی موت کے راستے اس دنیا سے چلا جاتا ہے، بس یہی ہے ہر انسان کی دنیوی زندگی، بشرطیکہ اُسکو پوری طبعی عمر بھی مل جائے، سوچئے! کیا کسی کی عقلِ سلیم یہ مان سکتی ہے کہ انسان کی یہ زندگی کوئی ایسی بڑی چیز ہے جس کے لئے عالم ہست و بود کا یہ سارا ہنگامہ برپا کرنا درست اور قرینِ حکمت ہو۔

بہر حال بیچارے انسانوں کی اس چند روزہ اور بے لطف زندگی کیلئے زمین و آسمان کے اس پورے نظام کی تخلیق بلکہ خود انسان کی پیدائش بھی یقیناً ایک قابلِ اعتراض تماشہ اور بے مقصد کھیل ہے اگر اس دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی وہ زندگی نہ ہو جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے ہم کو دی ہے۔

قرآن مجید نے اس پورے مضمون کو اپنے بلیغ معجزانہ اور نہایت مختصر الفاظ میں اس طرح ادا کیا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ ــــــ (المومنون ع ٦)

کیا تمھارا خیال ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی فضول اور عبث پیدا کیا ہے اور اپنی دنیوی زندگی ختم کرنے کے بعد ہماری طرف تمھاری واپسی نہیں ہوگی؟ سو برتر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ حقیقی ہے تنہا معبود ہے، جس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، جو بادشاہ حقیقی، لاشریک معبود اور ربُّ العرش ہے اسکے بارے میں اس خیال اور گمان کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ اس نے انسانوں کو یوں ہی بے مقصد اور فضول و عبث پیدا کیا ہو، بلکہ اس نے انسان کو ایک اہم مقصد کیلئے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام حاصل کرنے کی تیاری کرے جو اسکی آخری اور اعلیٰ منزل ہے۔

پس انسان کی یہ دنیوی چند روزہ زندگی ہی اسکی نشانی اور دلیل ہے کہ اسکے بعد آخرت کی وہ پائیدار اور ترقی یافتہ زندگی بھی ہونی چاہیئے جس کی خبر انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے دی ہے، ورنہ اس دنیا میں انسان کا آنا ایک بے مقصد کھیل اور لاحاصل تماشہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے ــــــ اسی حقیقت کو دوسری جگہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ٥ (دخان ع ۔ ۲)

اور ہم نے آسمانوں کو زمین کو اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

اور سورۂ قیامہ میں ارشاد ہے :۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ٥ ــــــ (قیٰمۃ ۔ ع ۔ ۲)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا (اپنے کئے کی جزا سزا نہ پائے گا)

دراصل انسان کی دنیوی زندگی میں اور یہاں اسکی تخلیق میں معنویت جب ہی ہے جبکہ جزا اور سزا پر ایمان لایا جائے اور اس حقیقت کو مانا جائے کہ یہاں کی زندگی اگلے عالم کی یعنی آخرت کی اعلیٰ اور ترقی یافتہ دوامی زندگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اگر اسکو نہ مانا جائے اور آخرت کا انکار کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کی تخلیق جیسے اللہ تعالیٰ کے باعظمت فعل کو فضول، عبث اور بے مقصد قرار دیا جائے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ٥

آخرت کے ضروری ہونے پر قرآن مجید کی ایک دوسری دلیل

قرآن پاک نے آخرت کے ضروری ہونے پر ایک اور پہلو سے بھی روشنی ڈالی ہے ــــــ اپنے خاص انداز میں قرآن پاک انسانوں کی سلیم فطرت اور عقل سلیم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ اس دنیا میں برائی اور بھلائی موجود ہے، لیکن اسکی سزا اور جزا جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضہ ہے یہاں نہیں ملتی، اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہو جس میں نیک بختوں کو انکی نیکو کاریوں کی جزا اور مجرموں کو انکی بدکاریوں کی سزا ملے، اگر ایسا نہ ہو تو اس دنیا کے خالق اور پروردگار پر اس سے بڑا الزام آئے گا۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ اس دنیا میں سب دیکھتے ہیں کہ بہت سے پیشہ ور ظالم بدمعاش عمر بھر بڑے بڑے پاپ کرتے ہیں، لوگوں کے جان و مال پر ڈاکے ڈالتے ہیں، کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں، بندگانِ خدا کے حق مارتے ہیں، غریبوں کو ستاتے ہیں، رشوتیں لیتے اور خیانتیں کرتے ہیں، اور عمر بھر عیش کرتے ہوئے اولاد کیلئے بھی بہت کچھ سامانِ عیش چھوڑ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، اور اسکے برعکس اللہ کے بہت سے بندوں کو اس حال میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بیچارے بڑی نیکی اور پارسائی کی زندگی گذارتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے، کسی کے ساتھ دغا اور دھوکا نہیں کرتے، کسی کا حق نہیں مارتے، اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں، اسکی مخلوق کی خدمت بھی کرتے ہیں، اسکے باوجود انکی زندگی تنگی اور تکلیف سے گزرتی ہے، کبھی کوئی بیماری آزاری ہے، کبھی کوئی تکلیف اور پریشانی ہے، اور بیچارے اسی حال میں دنیا سے چلے بھی جاتے ہیں، اور نہیں دیکھا جاتا کہ انکی اس نیکی اور پارسائی کا کوئی بھی صلہ اس دنیا میں انکو ملا ہو ــــ پس اگر اس دنیوی زندگی کے بعد بھی کوئی اور ایسی زندگی نہ ہو، جہاں ان بدوں اور نیکوکاروں کو اپنے اپنے کئے کی جزا اور سزا ملے تو یقیناً خدا پر الزام آئے گا کہ اسکے یہاں دنیا کی بے انصاف حکومتوں سے بھی زیادہ اندھیر ہے نہ نیکوکاروں کی نیکی کی کچھ قدر ہے، اور نہ ظالموں بدکاروں کی بدکاری اور بدمعاشی کی کوئی سزا ہے، بلکہ سارے پارساؤں، پرہیزگاروں اور چوروں ڈاکوؤں کے ساتھ اندھیر نگری والا ایک ہی برتاؤ ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی سلیم عقل اسکو قبول نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ کی ہستی تو بہت بلند ہے، یہ طرز عمل تو کسی بھلے آدمی کے بھی شایانِ شان نہیں جبکہ وہ شریفوں اور شریروں اور پرہیزگاروں اور پیشہ ور بدمعاشوں کے ساتھ یکساں

برتاؤ کرے ——— قرآن مجید اسی بات کو اپنے نہایت مختصر اور بلیغ و معجزانہ الفاظ میں اس طرح کہتا ہے

أفنجعل المسلمين كالمجرمين ——— (قلم ع ۲)

کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں نافرمانوں کے برابر کر دیں گے (یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :-

أم نجعل الذين آمنوا وعملوا الصالحات كالمفسدين في الأرض

أم نجعل المتقين كالفجار ——— (ص ع ۳)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کئے، ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں، کیا ہم پرہیزگاروں اور بدکاروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں گے (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا)

ایک اور جگہ ارشاد ہے :-

أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات سواء محياهم ومماتهم ساء ما يحكمون ٥ ـ (جاثیہ ع ۲)

یہ لوگ جنھوں نے جرائم اور بدکاریوں کو اختیار کر لیا ہے کیا ان کا خیال ہے کہ ہم ان مجرموں کو اپنے مومن و صالح بندوں کے ساتھ رکھیں گے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہو بُرا ہے اُن کا یہ فیصلہ اور بالکل غلط ہے اُن کا یہ خیال۔

قرآن مجید کی اس دوسری دلیل کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مادّی چیز کے بھی کچھ خواص اور آثار ہیں، مثلاً آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت ہے، پانی میں ٹھنڈک اور بجھانے کی خاصیت ہے، زمین سے اُگنے والی ہر جڑی بوٹی میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے حتیٰ کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں میں بھی کچھ خواص ہیں، اور اسی طرح انسان کے ہر مادّی عمل اور ہر حیوانی فعل کے بھی آثار اور نتائج ہوتے ہیں، مثلاً کھانا کھانے سے پیٹ بھرتا ہے اور بھوک جاتی ہے پانی پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور پیاس دفع ہوتی ہے، دوڑنے بھاگنے سے آدمی تھکتا ہے اور جسم سے پسینہ نکلتا ہے سخت چیز

کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے، دست آور چیز کھانے سے دست آجاتے ہیں ——— پس ضروری ہے کہ انسان کے اچھے یا بُرے اخلاقی اعمال (جو مادّی اعمال و افعال سے یقیناً زیادہ اہم اور دُور رس ہیں) اُنکے بھی کچھ آثار اور نتائج ہوں، مثلاً ایک شخص ہے جو خود بھوکا رہ کر دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، مشقت اٹھا کے اور دور دراز سے پانی لا کر پیاسوں کو پانی پلاتا ہے، غریبوں، کمزوروں کی خدمت کرتا ہے، مریضوں کی تیمارداری کرتا ہے، اور اس دنیا میں اپنی اس نیک کرداری اور مخلصانہ خدمت گذاری سے کوئی نفع نہیں اٹھاتا تو ہماری عقل کا تقاضہ ہے کہ اسکی یہ بلند ترین اخلاقی نیکیاں بے اثر اور بے نتیجہ نہ رہیں اور ان کا جو نتیجہ یا اثر ہونا چاہئے وہ کبھی نہ کبھی ظہور میں ضرور آئے، اسی طرح جو شخص مثلاً جیب تراشی اور چوری کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے، یا جو جلّاد دوسروں پر ظلم کرتا ہے، اُنکے حقوق غصب کرتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، کمزور پڑوسیوں کو ستاتا ہے، یا اسی قسم کی دوسری اخلاقی بداعمالیاں کرتا ہے، اور اس دنیا میں اسکی ان بدکاریوں کا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس شخص کے بارے میں بھی ہماری عقل پورے یقین کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے کہ اسکی ان بدمعاشیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہونا چاہئے، اور اسکو ان کا خمیازہ بھگتنا چاہئے، عقلِ سلیم اسکو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی کہ اشرف المخلوقات انسان جو اس کائنات میں سب سے زیادہ ذمہ دار مخلوق ہے (بلکہ وہی اصل مقصود ہے، اور باقی جو کچھ ہے یہ سب اس کیلئے ہے) اُسکے ایسے ایسے اہم اور دور رس اچھے یا بُرے اعمال کا کوئی بھی اثر اور کوئی بھی نتیجہ نہ ہو، اگر ایسا ہو تو یہ اس عالم کی فطرت اور اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے بالکل خلاف ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے۔

سورۂ جاثیہ کی جو آیت ابھی اوپر تلاوت کی گئی ہے اس سے بالکل متصل آیت ہے :-

وخلق الله السماوات والأرض بالحق ولتجزى كل نفس بما كسبت وهم لا يظلمون ٥ (جاثیہ ع ۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو (اور یہاں کی ہر چیز کو) صحیح اور حکیمانہ اصول پر پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔

آخرت کے بارہ میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وساوس

قرآن مجید نے ایک طرف تو آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے پر روشنی ڈالی اور اس پر ایمان

لانے کی دعوت دی اور دوسری طرف ان جاہلانہ اور احمقانہ شبہات و وساوس کو صاف کیا جو کم غور و فکر کرنے والے عام ذہنوں میں آخرت کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں یا ایمان اور حق کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے شیاطین ان کو پھیلاتے ہیں، اور ان کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے جابجا منکرین کے ان شبہات و وساوس کو نقل بھی کیا ہے اور پھر اپنے خاص اطمینان آفریں انداز میں انکے ایسے جوابات دیئے ہیں، اور آخرت کو سمجھانے کیلئے ایسے شواہد و نظائر پیش کئے ہیں کہ دل بالکل مطمئن ہو جاتا ہے، اور کسی بھی صاحبِ عقل کے لئے انکار یا استبعاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور اور پرانا شبہ وہی استبعاد کا (یعنی سمجھ میں نہ آنے کا) اور کسی مُردے کو اس دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کا شبہ ہے جس کو زمانۂ نزولِ قرآن میں عرب کے منکرینِ آخرت بھی بار بار دُہراتے تھے، اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کے منکرین بھی زیادہ تر اسی کو پیش کرتے رہے ہیں ـــــ قرآن مجید اپنے زمانہ کے منکرین کے متعلق کہتا ہے:۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ ـــــــــ (مؤمنون ع۔۵)

بلکہ انھوں نے بالکل ویسی ہی اور وہی بات کہی جو ان سے اگلے منکرین نے کہی تھی انھوں نے کہا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور (زمین میں دفن ہونے کے بعد) ہم مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہو جائیں گے تو کیا ہم اسکے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے (یعنی یہ بات تو کسی طرح سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، نہ دنیا میں کبھی ایسا ہوا)

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ (نمل ع۔۶)

اور منکروں نے کہا کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، اور ہمارے آباؤ اجداد (جو پہلے مر کر مٹی ہو چکے ہیں) تو کیا ہم سب پھر سے پیدا کئے جائیں گے۔

ایک اور موقع پر ان ہی کا قول نقل کیا گیا ہے:۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ ـــــــــ (قٓ ع۔۱)

کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے (تو اس کے بعد ہم کو دوبارہ زندگی دی جائے گی) یہ واپسی یعنی دوبارہ زندگی تو بہت بعید ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کے پاس اس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے یعنی کسی دلیل اور برہان سے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آخرت (جسکی اطلاع اللہ کے پیغمبروں نے اور اسکی کتابوں نے دی ہے) وہ ناممکن اور محال ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، وہ بس یہی ہے کہ مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا بہت مستبعد ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے، اور ہم نے کبھی ایسا ہوتے نہیں دیکھا، لیکن جس شخص نے اللہ کو اور اسکی صفات اور خاص کر اس کی وسیع قدرت کو پہچان لیا ہو اور اس کارخانۂ ہستی میں کچھ غور و فکر کیا ہو اس کے نزدیک یہ بات سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔

قرآن مجید نے بھی ان منکرین کو سمجھانے کیلئے یہی آسان طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کو بتلایا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بڑی اور بہت مشکل بات سمجھتے ہو اور صرف اسی لئے تم اس سے انکار کرتے ہو بیشک وہ بہت بڑی بات ہے لیکن جس علیم و حکیم اور قدیر و خبیر اللہ تعالیٰ نے یہ سارا عالم پیدا کیا ہے اور جو اسکو چلا رہا ہے اسکی عالی شان اور اسکی بے انتہا قدرت کے سامنے نہ یہ مشکل ہے نہ کوئی بڑی بات ہے۔

پھر اس دنیوی زندگی میں حیات بعد الموت کے جو خاص نظائر اور شواہد ہیں قرآن مجید انکی طرف بھی ان منکرین کی رہنمائی کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم ان میں غور کرو، مثلاً اس دنیا میں خود تم جو پیدا کئے گئے ہو اس اپنی پیدائش ہی پر غور کرو، اور جنگل کی سوکھی بے جان زمین پر رحمت کا پانی برسا کر اللہ تعالیٰ جس طرح اس میں جان ڈال دیتا ہے اور اسکے نتیجہ میں چٹیل میدان جس طرح سبزہ زاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، ان میں غور و فکر کرو تو حیات بعد الموت کے مسئلہ کو بڑی آسانی سے سمجھ لوگے اور پھر اس میں تمھارے لئے کوئی استبعاد اور استعجاب نہیں رہے گا

منکرینِ آخرت کے بے بنیاد شبہات کا جواب

قرآن مجید نے اس مسئلہ پر بلا مبالغہ سیکڑوں جگہ روشنی ڈالی ہے اور منکرینِ آخرت کے ان بے بنیاد استبعادات اور بے دلیل وہمی اشکالات کو جابجا رفع کیا ہے ـــــ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

سورۂ یٰسین کے بالکل آخر میں آخرت کے متعلق ان ہی وہمی شبہات و وساوس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا حوالہ دے کر منکرین کی عقلوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ
بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
(یٰس ۔ ع ۔ ۵)

کیا وہ قادر مطلق جس نے آسمان و زمین (اور انکے درمیان کی ساری مخلوقات) کو پیدا کیا ہے اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے پھر پیدا کرے، بلاشبہ وہ ضرور اسکی قدرت رکھتا ہے اور وہ تو بہت مخلوق پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا تو اتنے ہی سے وہ ہو جاتی ہے۔

یعنی کسی چیز کو وجود بخشنے اور پیدا کرنے کے لئے صرف اس کا ارادہ اور اسکی مشیت کا اشارہ کافی ہے تو اسکے لئے اپنی کسی مخلوق کو ایک دفعہ موت دے کے پھر سے زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

اور سورۂ روم میں فرمایا:۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ
الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ —— (روم ۔ ع ۔ ۳)

وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ اسکو پیدا کرے گا، اور (ظاہر ہے کہ ایک دفعہ پیدا کرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنا اس کیلئے بہت زیادہ آسان ہے، اور آسمان و زمین میں اس کی شان سب سے اعلیٰ ہے، اور وہ زبردست (قادر مطلق) اور حکمت والا ہے۔

اور سورۂ حج میں ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ
وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا
أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ
وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي
الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا
وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ —————— (سورۃ الحج ۔ ع ۔ ۱)

اے لوگو! اگر تم کو قیامت اور بعث بعد الموت کے بارے میں کوئی شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تم کو بنایا ہے مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر بندھے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے شکل یا غیر شکل ٹکڑے سے تاکہ ہم اپنی قدرت تمہارے لئے ظاہر کریں، اور ہم ٹھہرا دیتے ہیں جس نطفہ کو چاہیں رحم میں ایک مقررہ مدت تک، پھر باہر لاتے ہیں تم کو بچہ بنا کر، تاکہ پھر تم پہنچو اپنی پوری جوانی کو، اور بعضے تم میں وہ ہوتے ہیں جو اٹھا لئے جاتے ہیں (جوانی ہی میں) اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو پہنچائے جاتے ہیں (بڑھاپے والی) نکمی عمر تک (جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) علم و فہم حاصل کرنے کے بعد وہ پھر (سٹھیا کر) علم سے کورے ہو کر رہ جاتے ہیں —— اور (دوسری ایک دلیل اور نشانی بعد الموت کی یہ ہے کہ) تم دیکھتے ہو زمین کو خشک، پھر جب ہم نازل کرتے ہیں اس پر بارش تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی پھلتی ہے، اور طرح طرح کے خوش رنگ سبزے اگاتی ہے، یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کی ہستی ہی حق ہے، اور (تم اپنے ان مشاہدوں سے سمجھ سکتے ہو کہ) وہ جلانے والا ہے مردوں کو، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اور یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا قبروں کے دفن شدہ مُردوں کو۔

قرآن مجید کی ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ بعث بعد الموت کے مسئلہ میں شک کرنے والا، مگر اسکو سمجھنے کا ارادہ رکھنے والا انسان اگر خود اپنی آفرینش اور پیدائش میں اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی اپنی اس زندگی کی ان مسلسل تبدیلیوں میں غور کرے جن سے اس کا کوئی اختیار نہیں چلتا اور جو صرف اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہیں۔

اور اسی طرح اگر وہ زمین کی حالت کے اس تغیر و تبدل میں غور کرے کہ ایک موسم میں وہ بالکل خشک و بے جان اور مُردہ پڑی ہوتی ہے، اور اس میں زندگی کی کوئی رمق اور کوئی لہر نہیں دیکھی جاتی پھر جب اللہ

اپنی رحمت کا پانی اس پر برسا دیتا ہے تو اسی مردہ زمین سے زندگی اور شادابی سبزہ کی شکل میں اُبل پڑتی ہے ——— (الغرض انسان اگر خود اپنی ہستی اور اپنے پاؤں کے نیچے والی زمین کے ان انقلابات پر ایک طالب صادق کی طرح غور کرے) تو بعث بعد الموت اور قیامت کے بارے میں اُسے کوئی اشتباہ اور استبعاد نہیں رہ سکتا۔

اور سورۂ روم میں ایک جگہ فرمایا:۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ ——— (روم - ع - ۲)

اللہ نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے، اور زندگی بخشتا ہے زمین کو مُردگی کے بعد (پس جس طرح دنیا میں اللہ کی قدرت سے نیستی کے بعد ہستی اور موت کے بعد زندگی کا یہ سلسلہ جاری ہے) اسی طرح تم مرنے کے بعد قیامت میں زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔

اور اسی سورۂ روم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ——— (الروم - ع - ۵)

اللہ کی رحمت کے آثار تو دیکھو وہ کیسے حیات تازہ بخش دیتا ہے زمین کو اسکے خشک و بے جان اور بالکل مُردہ ہو جانے کے بعد ہاں ہاں بلاشبہ یہی اللہ دوبارہ زندہ کرنیوالا ہے مُردوں کو اور اُسکو ہر چیز پر پوری قدرت ہے

اور سورۂ فصّلت میں فرمایا:۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (فصلت ع ۵)

اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو خشک پڑی ہوئی آثار حیات سے خالی پھر جب ہم برسا دیتے ہیں اس پر پانی، تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے، اور پھولتی پھلتی ہے یقیناً وہی قادر مطلق جس نے مردہ زمین کو یہ زندگی بخشی وہی دوبارہ زندہ کرنیوالا ہے مردوں کو، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور سورۂ زخرف میں فرمایا:۔

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ (زخرف ع - ۱)

اور وہ اللہ جس نے پانی برسایا آسمان سے ایک خاص مقدار میں پھر اسکے ذریعہ زندگی بخشی کسی مردہ علاقہ کو (تو جس طرح بارش برسا کر وہ مردہ علاقوں کو نئی زندگی بخشتا ہے) اسی طرح (اس کے حکم سے) تم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ گے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان آیات اور ان جیسی اپنی اور سیکڑوں آیات میں حیات بعد الموت اور حشر نشر کے اس مسئلہ کو ایسا آسان کر کے سمجھایا ہے اور کم عقلوں کے احمقانہ شبہات اور وہمی استبعادات کو دفع کرنے کیلئے ایسے عام فہم اور دلنشین دلائل پیش کئے ہیں جنکے بعد کسی استبعاد و اشکال اور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، اور مسئلہ ایسا روشن اور بدیہی ہو جاتا ہے کہ بجائے اسکے کہ اس پر کسی کو تعجب ہو اسکے انکار اور اسکے بارے میں شک و شبہ کے اظہار پر لوگوں کو تعجب ہونا چاہئے ——— یہی بات قرآن مجید میں کیسے بلیغ انداز میں فرمائی گئی ہے۔

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ (رعد - ع - ۱)

اور اگر تم لوگوں کو تعجب ہو تو تعجب اور حیرت کے قابل ان (احمقوں) کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم کو پھر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ملے گی۔

گویا کہ حیات بعد الموت اور حشر نشر کے مسئلہ پر قرآن مجید نے جو روشن دلائل پیش کئے ہیں انکے سامنے آجانے کے بعد کسی منکر کا یہ کہنا کہ:۔

"مرکر ہمارے جسموں کے مٹی ہونے کے بعد، ہم دوبارہ نئے سرے سے کیسے پیدا کئے جائیں گے؟"

ایسی قابلِ تعجب حماقت اور سفاہت ہے جس پر جس قدر بھی تعجب کیا جائے کم ہے۔

آخرت میں کیا کیا ہونے والا ہے

قرآن مجید اپنے اصل مقصد و موضوع کے لحاظ سے چونکہ انذار و تبشیر، ترغیب و تحذیر اور ہدایت و نصیحت کا صحیفہ ہے فلسفہ یا علم کلام کی کتاب نہیں ہے، اس لئے آخرت کے متعلق استدلالی بحث سے بہت زیادہ اُس آخرت میں پیش آنے والے اُن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، جنکے تذکرہ سے ایک سلیم الفطرت آدمی کے دل میں آخرت کی

فکر اور خدا کا خوف پیدا ہو سکتا ہے، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔

آخرت کی منزلیں

موت دراصل اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال ہی کا نام ہے اور اس لحاظ سے آخرت کا سفر گویا موت ہی سے شروع ہو جاتا ہے لیکن مرنے کے دن سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے جس کو برزخ کہا جاتا ہے، اسکی نسبت عالمِ آخرت کے لحاظ سے قریب قریب وہی ہے جو نسبت زمانۂ حمل کو اس دنیوی زندگی سے ہے، گویا آخرت کی اصل زندگی اگرچہ قیامت سے شروع ہو گی، اور جزا و سزا کا اصل ظہور قیامت کے بعد ہی ہوگا، لیکن موت سے لے کر قیامت تک کا دور اسکی اسی طرح کی تمہیدی اور برزخی منزل ہے جیسے کہ اس دنیا میں آنے کیلئے ہر آدمی کو کچھ مدت ماں کے پیٹ میں ٹھہرنا پڑتا ہے، اسی واسطے قرآن مجید میں وقت موت سے قیامت تک کے اس برزخی دور کا ذکر بہت کم اور صرف مجملاً کیا گیا ہے، البتہ قیامت حشر نشر، حساب کتاب اور جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا ذکر بلا مبالغہ سیکڑوں جگہ اور ایسے تفصیلی انداز میں کیا گیا ہے جو انسانوں کے دلوں میں آخرت کی فکر اور خدا کا خوف پیدا کرنے کیلئے بالکل کافی بلکہ کافی سے بھی بہت زیادہ ہے، اور بلاشبہ اس خصوصیت میں وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے ـــــ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے:۔

سورۂ مومنون میں ایک جگہ عالم آخرت کی ان تمام منزلوں کا ذکر کسی قدر اجمال کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ ـــــــــــ (المومنون۔ع۔٦)

یہاں تک کہ جب آتی ہے ان مجرموں میں سے کسی کو موت تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اے پروردگار

مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں اور زندگی میں جو کوتاہیاں کی ہیں جا کر انکی تلافی کروں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہرگز نہیں یہ محض ایک کہنے کی بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے (موت کے بعد ہرگز کسی کو واپسی کی اجازت نہیں) اور انکے پیچھے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک (یعنی موت کے بعد باوجود تمنا اور التجا کے، وہ دنیا میں واپس نہیں بھیجے جائیں گے بلکہ قیامت کے دن تک ایک بندش میں (اور گویا ایک قسم کی حوالات میں رہیں گے) پھر جب صور پھونکا جائیگا اور قیامت قائم ہوگی تو اس دن انکے سارے باہمی رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے، اور ان میں سے کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا، اور اُس دن ہر ایک کا فیصلہ اسکے اعمال پر ہوگا) پس جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی اس دن کامیاب اور بامراد ہوں گے اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا تو وہی وہ ہوں گے جنھوں نے اپنے کو تباہ کر ڈالا وہ جہنم ہی میں پڑے رہیں گے، آگ جھلستی ہوگی انکے چہروں کو، اور اس میں اُنکے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اور سورۂ قٓ میں موت اور پھر قیامت کا ذکر ایک جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:۔

وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ (قٓ ع ٢)

(ہر شخص ہوشیار ہو جائے) سکرات موت کا وقت اللہ کے ٹھیک فیصلہ کے مطابق قریب آ چکا ہے، یہ موت وہ چیز ہے جس سے اے انسان تو بدکتا اور بھاگتا تھا (اور نہ سمجھو کہ موت پر قصہ ختم ہے بلکہ قیامت جس کی تم کو خبر سنائی جا رہی ہے وہ یقیناً اپنے وقت پر آئے گی اور سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے) صور پھونکا جائے گا وہی وعید کا دن ہوگا، اس دن ہر شخص آخرت کی عدالتگاہ کی طرف اس طرح آئے گا کہ اسکے ساتھ ایک فرشتہ اسکو ساتھ لانے والا ہوگا، اور ایک سرکاری گواہ کی حیثیت سے ہوگا (ان میں جو منکر اور آخرت فراموش ہوں گے ان سے کہا جائے گا) تو عدالت اور انصاف کے اس دن سے بے خبر اور غافل تھا، ہم نے تیری آنکھوں سے اب پردہ ہٹا دیا ہے پس

اب تیری نگاہ خوب تیز ہے (اور جن حقیقتوں کا تو منکر تھا، اب وہ تیری آنکھوں کے سامنے ہیں)

اور سورۂ نمل میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ (النمل۔ع۔۷)

اور جس دن کہ (دنیا کے اس نظام کو درہم برہم اور فنا کرنے کیلئے اللہ کے حکم سے) صور پھونک دیا جائے گا، تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق (آدمی اور فرشتے وغیرہ اسکی ہیبت اور دہشت سے) سخت گھبرا جائیں گے (اور بے ہوش و حواس ہو جائیں گے) سوائے ان چند ہستیوں کے جنکو اللہ تعالیٰ (اس گھبراہٹ اور بے ہوشی سے) اس وقت محفوظ رکھنا چاہے گا اور سب عاجزی اور بے چارگی کی کیفیت کے ساتھ اسکے سامنے حاضر ہو جائیں گے، اور تم دیکھتے ہو پہاڑوں کو (اور انکے ظاہری حال سے) تم سمجھتے ہو کہ یہ (ہمیشہ) جامد و ساکن رہنے والے ہیں (اور اپنی جگہ سے ہلنے والے نہیں ہیں، مگر جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا) تو یہ پہاڑ اس وقت ایسے اُڑے اُڑے پھرتے ہوں گے جیسے فضا میں بدلیاں پھرتی ہیں۔

اور سورۂ حج میں قیامت کے ہوشربا شدائد کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (الحج ع۔۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار کے قہر و جلال سے ڈرو یقین کرو قیامت کا بھونچال بڑا ہی خوفناک ہوگا، جب (وہ قیامت آئے گی اور) تم اسکو دیکھو گے (تو یہ حالت ہوگی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا یہاں تک کہ) دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور اس وقت لوگوں کو تم دیکھو گے نشہ کی سی حالت میں (بے حس و حرکت) اور اس وقت در حقیقت وہ نشہ کی حالت میں نہیں ہونگے لیکن (خدا کے قہر و عذاب کی دہشت سے ان کی یہ حالت ہوگی) اللہ کا عذاب بڑی ہی سخت چیز ہے۔

اور سورۂ کہف میں قیامت اور حشر کے بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی اور مجرمین کی اس وقت کی حالت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (کہف۔ع۔۶)

اور خیال کرو اس دن کا (جب دنیا کا یہ نظام ہمارے حکم سے درہم برہم ہوگا، اور) ہم پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے (اور زمین کی ساری آبادیاں مسمار کر کے برابر کر دی جائیں گی) اور تم دیکھو گے زمین کو کھلا میدان (جس پر نہ کوئی پہاڑ ہے نہ کوئی آبادی) اور ہم سب بندوں کو (دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت گاہ میں) جمع کریں گے، ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے، اور تمہارے پروردگار کے سامنے وہ قطار در قطار پیش کئے جائیں گے (تب ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ دنیا میں پیدا کیا تھا، اسی طرح (ہمارے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر) آج تم ہمارے پاس آگئے، مگر تم نے تو یہ خیال باندھ لیا تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے (اور قیامت جسکی خبر پیغمبر دیتے ہیں کبھی نہ آئے گی، تو اب تم نے دیکھ لیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے) اور اعمال کا دفتر سامنے رکھ دیا جائے گا، تو اس وقت تم دیکھو گے مجرموں کو کہ اس دفتر میں انکے اعمال کی جو تفصیل ہے، وہ اس سے ہراساں اور اسکے انجام سے خوف زدہ ہیں، وہ اس وقت (یاس و حسرت سے) کہہ رہے ہونگے ہائے ہماری کم بختی، یہ کیسا دفتر ہے، جس نے نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے اور نہ بڑا عمل، سب ہی اس میں محفوظ ہے، اور وہ پائیں گے اس میں اپنے تمام اعمال موجود، اور تمہارا پروردگار کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کرتا (وہ جن مجرموں کیلئے عذاب اور سزا کا فیصلہ کریگا انکی بد اعمالیوں ہی کی بنا پر کریگا)

اور سورۂ مومن میں قیامت کے دن کا ایک منظر اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے:۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۝ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ (مومن۔ ع ۲)

اور اے پیغمبر! آپ انکو قریب آنے والی قیامت کے دن سے خبردار کر دیجئے جب کلیجے منہ کو آ رہے ہونگے (اور لوگ مارے دہشت اور گھبراہٹ کے) اپنے دلوں کو دبائے ہونگے (کہ کہیں منھ کی راہ سے نکل نہ جائیں) اس دن ظالموں مجرموں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا، اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جسکی بات مان لی جائے (بس فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا جو) جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور سینوں کے چھپے راز دن تک کو۔

اور سورۂ یٰس میں قیامت کے دن مجرموں کی ذلت و رسوائی اور بے بسی کا ایک لرزہ خیز اور عبرتناک منظر یہ بیان فرمایا گیا ہے:۔

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ ——— (یٰس ع ۴)

آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، اور اُن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے (اور ان کی روداد عمل بتائیں گے) اور اُن کے پاؤں اُنکے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے۔

قرآن مجید میں جا بجا بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے شدائد اور ہولناکیوں کا ایک غیر معمولی اثر لوگوں پر یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک کو صرف اپنی پڑی ہوگی اور قریب ترین عزیز بھی اُس دن کسی کے کام نہ آئیں گے بس نفسی نفسی کا عالم ہوگا ——— سورۂ عبس میں اس حالت کا کس قدر مؤثر اور لرزہ خیز نقشہ کھینچا گیا ہے:۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ (عبس۔ ع ۱)

تو جب کانوں کو بہرہ کر دینے والی چیخ پکار برپا ہوگی جس دن کا پریشانی اور گھبراہٹ کا یہ عالم ہوگا کہ) بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے (اپنے ان پیاروں کے

ساتھ بھی کوئی ہمدردی نہیں کرے گا) اس دن ہر آدمی کو اپنی ایسی فکر ہوگی جو کسی اور کی طرف اس کو متوجہ ہی نہ ہونے دے گی، بہت سے (بندگانِ خدا کے) چہرے اس دن روشن خنداں اور شاداں و فرحاں ہونگے اور بہت سے چہرے (مجرموں کے) اُس دن ایسے ہونگے کہ اُن پر خاک پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھی ہوگی۔

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا بہت زیادہ حصہ قیامت اور حشر و نشر کے متعلق اسی طرح کے بیانات پر مشتمل ہے یہاں صرف چند آیتیں ہی نقل کر دی گئی ہیں بلکہ قرآن مجید کی بعض پوری پوری سورتیں بھی قیامت اور آخرت ہی کے بیان سے بھری ہوئی ہیں چنانچہ سورۂ واقعہ، سورۂ حاقہ، سورۂ قیامہ، سورۂ تکویر، سورۂ انفطار، سورۂ انشقاق، سورۂ غاشیہ میں قیامت اور آخرت ہی کے احوال اور مناظر کا بیان ہے ——— ان بڑی بڑی سورتوں کے نقل کرنے کی تو گنجائش نہیں، تاہم ایک چھوٹی سی سورت جس میں صرف قیامت ہی کا بیان ہے یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ ——— (سورہ زلزال)

جب زمین قیامت کے بھونچال سے زیر و زبر کر دی جائے گی اور اپنے اندر کے بوجھ (دفن شدہ مُردے اور دوسری چیزیں) زمین باہر نکال دے گی، اور انسان اس حالت کو دیکھ کر کہیگا کہ اس زمین کو یہ کیا ہوا؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں اور سرگزشت بیان کریگی (کہ فلاں بندے نے مجھ پر یہ اچھا یا برا عمل کیا اور فلاں نے یہ کیا) اس سبب سے کہ تیرے رب نے حکم دیا ہوگا اسکو اُس روز لوگ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر لوٹیں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں (اور ان کا صلہ پائیں یا سزا بھگتیں) پس جو شخص یہاں ذرہ برابر اچھا عمل کریگا وہ اسکو وہاں دیکھ لے گا، اور جو ذرہ برابر برا عمل کریگا وہ وہاں اسکے سامنے آجائے گا۔

جنّت اور دوزخ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تمام رسولوں اور پیغمبروں نے اور اسکے نازل کئے ہوئے تمام صحیفوں نے اس حقیقت کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے' اور انسان کا دائمی وطن جنت یا دوزخ ہے' اور جنت اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت و رأفت اور فضل و کرم کا انتہائی مظہر ہے' اور اس کی ان جمالی صفات کا پورا پورا ظہور بس وہیں ہوگا، اور اسی طرح دوزخ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا انتہائی مظہر ہے' اور ان جلالی صفات کا پورا پورا ظہور وہیں ہوگا۔

اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے اس بارے میں جو کچھ انسانوں کو بتلایا بلاشبہ وہ من و عن حق ہے' اور بالکل اسی طرح سامنے آنے والا ہے جس طرح کہ انھوں نے بیان فرمایا ہے اسکے متعلق یہ خیال کرنا کہ جس طرح نادان بچوں کو ڈرانے دھمکانے یا ان میں کسی چیز کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لئے اُن کے بڑے بہت سی بے حقیقت باتیں بھی کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں نے جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا بیان کیا ہے بالکل ایسی احمقانہ بات ہے' جیسے کہ کوئی کہے کہ ان پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے' یا قیامت کے بارے میں جو کچھ تبلایا ہے وہ بھی بس ڈراوے اور بہلاوے کے لئے ہے' ورنہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے' اور اس کے بعد اب کوئی کتاب انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل ہونے والی نہیں ہے' اس لئے دوسرے مضامین کی طرح اس میں جنّت و دوزخ کا بیان بھی پوری تفصیل سے اور اتنی کثرت سے کیا گیا ہے جو انسانوں میں نیک عملی کا جذبہ اور بدعملی سے بچنے کی فکر پیدا کرنے کے لئے یقیناً کافی سے زائد ہے' بشرطیکہ انسان کا قلب مُردہ نہ ہوگیا ہو۔

دوزخ اور جنت کے حالات سے متعلق چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجئے' پہلے دوزخ اور اس کے عذاب کا حال پڑھئے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (التحریم۔ ع ۱)

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس (خوفناک اور تباہ کن) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں جس پر نہایت تندخو اور درشت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے حکم کی ذرا نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے بالکل وہی کرتے ہیں (اس لئے ان سے اسکی قطعاً امید نہیں کہ وہ اللہ کے کسی مجرم کے ساتھ اس کے حکم کے خلاف کوئی رعایت یا نرمی کریں گے۔)

اور سورۂ کہف میں ارشاد ہے:۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ — (الکہف ع ۴)

اور اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ یہ حق ہے تمھارے رب کی طرف سے پس جس کا جی چاہے مانے اور ایمان لائے اور جس کا جی چاہے نہ مانے اور کفر و انکار پر ہی جما رہے یقین رکھو ہم نے ایسے ظالموں کیلئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے' اس کی قناتیں انھیں گھیرے ہوئے ہیں' اور جب وہ اس میں پڑ کر پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں اُن کو پانی دیا جائے گا (جو اپنی بدصورتی اور گھنونے پن میں) تیل کی گاد جیسا ہوگا اور ایسا جلتا کھولتا ہوگا کہ بھون ڈالے گا چہروں کو، کیا ہی بُرا پانی ہوگا، اور بڑی بُری "آرام گاہ" ہے دوزخ۔

اور سورۂ محمد میں دوزخیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ:۔

وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ ○ ـــــــ (محمد۔ ع۔ ۲)

ان کے پینے کو دیا جائے گا کھولتا پانی، پس وہ ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، ان کی انتڑیوں کو۔

اور سورۂ مومن میں ارشاد ہے:۔

اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ○ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ○ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ○ (المومن۔ ع۔ ۸)

جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری کتاب کو اور ہمارے ان احکام کو جنکو لے کر ہم نے اپنے رسول بھیجے، ان کو عنقریب (نتیجہ) معلوم ہو جائے گا، جب طوق انکی گردنوں میں ہونگے اور زنجیریں (ان طوقوں میں جکڑی ہونگی جن سے) وہ گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں لے جائے جائیں گے پھر دہکتی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اور سورۂ الحج میں ارشاد ہے:۔

فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ○ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ○ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ○ کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ○ (الحج۔ ع۔ ۲)

جن لوگوں نے کفر کیا اُن کیلئے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے، اور انکے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، اس سے انکی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی سب گل جائیں گی اور انکی ٹھکائی پٹائی کیلئے لوہے کے گرز ہونگے، وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں ڈھکیل دیئے جاویں گے، اور کہا جائے گا کہ ہمیں جلنے کا عذاب چکھتے رہو۔

اور سورۂ دخان میں "زقوم" کو دوزخیوں کی "خوراک" بتلاتے ہوئے اس کی ہیئت اور کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے:۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ○ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ○ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ○ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ○ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ

رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ○ ـــــــ (الدخان۔ ع۔ ۳)

بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں مشرکوں) کا کھانا ہوگا جو اپنی بدصورتی اور گھونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، اور وہ پیٹوں میں جاکر ایسے کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے، اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا ابلتا ہوا پانی چھوڑ دو۔

اور سورۂ ابراہیم میں جہنم میں جانے والے سرکش مجرموں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ○ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُهٗ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ○ (ابراہیم ع ۳)

اور پینے کو دیا جائے گا ایسا پانی جو دراصل (جہنمیوں کا) لہو پیپ ہوگا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، اور گلے سے اس کو آسانی سے نہ اتار سکے گا، اور ہر طرف سے اس پر موت کی یورش ہوگی اور وہ (بدبختی کا مارا مرے گا بھی نہیں، اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔)

اور سورۂ فاطر میں ارشاد ہے:۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ کَذٰلِکَ نَجْزِیْ کُلَّ کَفُوْرٍ ○ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ○ (الفاطر ع۔ ۴)

اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا ہی آوے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں پڑے چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس دوزخ سے نکال دے ہم اچھے کام کریں گے برخلاف اسکے جو (اپنی شامت سے) پہلے کرتے تھے (ان کی اس چیخ وپکار کا جواب ملے گا کہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور

تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہونچا تھا، پس اب مزہ چکھو کر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اور سورۂ زخرف میں فرمایا:۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ٥ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ٥ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ٥ (الزخرف - ع ۷)

یقین رکھو کہ مجرمین (جنھوں نے کفر یا شرک کا جرم کیا) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، ان کا عذاب ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن یہ خود ہی ظالم ہیں (اور یہ ان کی ظالمانہ اور مجرمانہ حرکتوں ہی کی سزا ہے)

جنّت:۔

اب چند آیتیں جنّت اور اسکی راحتوں اور لذّتوں کے بیان کے متعلق بھی پڑھ لیجئے، سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۚ (آل عمران ع ۲)

ان بندوں کیلئے جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی اُنکے پروردگار کے ہاں وہ جنّتیں (یعنی ایسے باغات) ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان ہی میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اس سے چھپا نہیں ہے)

اور سورۂ محمدؐ میں ارشاد ہے:۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۗ فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۗ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ (محمد ع ۲)

وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی

نہریں ہیں پانی کی اس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ ذرا بدلا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں ہیں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کیلئے اور بہت سی نہریں ہیں صاف کئے ہوئے شہد کی، اور ان کے واسطے اس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے پروردگار کی۔

اور سورۂ الحجر میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ٥ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ٥ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ٥ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ٥ ——— (الحجر - ع - ۴)

یقین کرو کہ اللہ کے پرہیزگار بندے بہشت کے باغوں اور چشموں میں ہونگے (ان کے لئے فرمان ہوگا کہ) سلامتی اور امن کے ساتھ (ہماری تیار کی ہوئی) اس بہشت کے اندر آجاؤ اور انکے دلوں میں (دنیوی زندگی کے اختلافات کے اثر سے) جو کینہ ہوگا ہم اس کو دور کر دیں گے (جسکے بعد وہ) بھائی بھائی ہوکر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے، کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں ان کو نہ پہونچے گی، اور نہ کبھی وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔

اور سورۂ یٰسٓ میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ٥ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ٥ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ٥ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ٥ ——— (یٰسٓ ع - ۴)

اہلِ جنت اس دن اپنے شغلوں میں خوش ہونگے، وہ اور انکی بیبیاں سایہ میں مسہریوں پر تکئے لگائے ہوئے ہونگے، ان کیلئے وہاں طرح طرح کے میوے ہونگے، اور جو کچھ مانگیں گے انکو ملے گا، رحمت و کرم والے پروردگار کی طرف سے وہاں ان کو "سلام" فرمایا جائے گا۔

اور سورۂ زخرف میں ارشاد ہے:۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ——— (الزخرف-ع-٧)

اے میرے بندو! آج تم کو کوئی خوف نہیں اور اب تمھیں کوئی رنج و غم نہ ہوگا ۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور ہماری فرمانبرداری کرتے تھے (ان کیلئے فرمان ہوگا) تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ، اور سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں میں کھانے پینے کی چیزیں انکے پاس لائی جائیں گی، اور وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو انکے جی چاہیں گے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی، اور اے بندو تم ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہوگے ۔

اور سورۂ فاطر میں ہے کہ جنتی جنت میں پہونچ کر اللہ تعالےٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بے پایاں بارش اپنے اوپر برستی دیکھ کر جذبۂ شکر سے سرشار ہو کر عرض کریں گے ۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِيْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝ ——— (الفاطر-ع-٤)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا، بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ رہنے کے اس مقام (جنت) میں لا اتارا، جہاں ہم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور کوئی خستگی کبھی نہ پہونچے گی ۔

دوزخ کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جن دکھوں اور تکلیفوں سے انسان اس دنیا میں بچنا چاہتا ہے اور جن سے بچنا اسکی فطرت کا تقاضا ہے دوزخ میں وہ سارے دکھ اور تکلیفیں اس دنیا سے ہزاروں لاکھوں درجہ بڑے پیمانے پر جمع کردی گئی ہیں ۔

قرآن مجید کا مقصد دوزخ کے اس بیان سے یہی ہے کہ جو انسان اس دنیا میں ایک دن کیلئے

بھی یہ دکھ اور یہ تکلیفیں سہنے کے لئے تیار نہیں ہے اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی بغاوت اور نافرمانی کے اس راستہ سے بچے جو اس دوزخ میں پہنچانے والا ہے، جہاں جانے والے ان دکھوں اور تکلیفوں میں ہمیشہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے ۔

اسی طرح جنت کے متعلق قرآن مجید میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ انسان کی فطرت میں جن جن راحتوں اور لذتوں کی خواہش اور طلب بھری ہوئی ہے جنت میں وہ سب راحتیں اور لذتیں بدرجۂ کمال جمع کردی گئی ہیں پس انسان کو چاہئے کہ وہ خدا پرستی اور نیک عملی کی اس راہ کو اپنی راہ بنائے جو اس جنت میں پہونچانے والی ہے جس میں انسان کی تمام فطری خواہشوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا سامان بھرپور موجود ہے، اور وہاں پہونچنے والے وہاں کی لذتوں اور راحتوں سے ہمیشہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں گے ۔

آخرت کے بیان کو ہم اسی پر ختم کرتے ہیں اور جنت دوزخ کے خالق و مالک سے دعا کرتے ہیں ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ ۔

آمین!

(اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی رضا اور جنت مانگتے ہیں، اور آپ کے غضب سے اور دوزخ سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں)

نبوّت و رسالت

قرآن مجید جس نظام زندگی کی انسانوں کو دعوت دیتا ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا اسکی پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی ہستی اور اسکی صفات کو اس طرح مانا جائے جس طرح کہ واقع میں وہ ہے۔

اور دوسری بنیاد یہ ہے کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کی جزا و سزا پر یقین لایا جائے جو اللہ تعالےٰ کی صفت عدل و حکمت اور شانِ حاکمیت کا لازمی تقاضا ہے اور جسکے بغیر یہ دنیا ناقص و نامکمل بلکہ محض عبث اور بے مقصد تماشہ ہے ـــــ ان دونوں بنیادوں کے بارے میں قرآن کریم نے جو کچھ بتلایا ہے، ہم اپنے ناظرین کے سامنے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کو پیش کر چکے ہیں۔

زندگی کی تیسری اہم اعتقادی بنیاد جسکے ماننے کی قرآن مجید دعوت دیتا ہے اور جسکو اپنی دینی تعلیم و دعوت کی اصل و اساس ٹھہراتا ہے، یہ ہے کہ رسالت و پیغمبری کے پورے سلسلے کو مانا جائے یعنی پہلے تو اس اصولی حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ انسانوں کی ضرورت کیلئے جس طرح اللہ تعالےٰ نے غذا اگانے والی زمین پیدا کی، روشنی اور گرمی پہونچانے والا سورج پیدا کیا، اور ہوا پانی وغیرہ وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کے ہم اس دنیوی زندگی میں محتاج ہیں اسی طرح اُس نے اپنی ذات و صفات کا صحیح علم عام انسانوں تک پہونچانے کے لئے اور اس طریقہ زندگی کی تعلیم و ہدایت کیلئے جو اللہ تعالےٰ نے انسانوں کیلئے مقرر کیا ہے، اور جس پر چل کر انسان اللہ کی رضا اور حقیقی نجات و فلاح حاصل کر سکتا ہے اس نے نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرمایا، اور ہر زمانہ اور دنیا کے ہر خطہ میں اسکی ضرورت اور تقاضے کے مطابق نبی اور رسول بھیجے یہ سب اللہ کے پیارے اور برگزیدہ بندے تھے، اور اپنے اپنے وقت میں جو ہدایت و تعلیم انھوں نے دنیا کو دی وہ بلاشبہ خدا کی سچی تعلیم تھی، الغرض قرآن مجید پورے زور اور اصرار کے ساتھ اسکی دعوت دیتا ہے

کہ اللہ کے سب پیغمبروں پر (خواہ وہ کسی زمانہ، کسی ملک اور کسی قوم میں آئے ہوں) بلا تفریق ایمان لایا جائے، سب کی سچائی اور پاکبازی کی شہادت دی جائے اور اللہ کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے دائرہ اور حلقہ میں سب کو واجب الاطاعت مانا جائے۔

اسی کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ پہلے پیغمبروں کا دور ختم ہو چکا، اب دنیا کے اس دور کے لئے اللہ کے نبی و رسول حضرت محمد عربی ہیں (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نیز قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا بھی اعلان کرتا ہے کہ جو ہدایت و تعلیم لے کر ہم نے آپ کو بھیجا ہے وہ نہ صرف اگلے نبیوں رسولوں کی ان ساری تعلیمات پر حاوی ہے جو وہ اپنے اپنے وقت پر لے کر آئے تھے بلکہ پچھلے پیغمبروں کی محکم تعلیمات کا مستند اور قابلِ اعتماد مجموعہ اب آپؐ ہی کی تعلیم اور آپؐ ہی کی لائی ہوئی کتاب مبین ہے، اس لئے آپؐ کا اتباع اللہ کے سارے پیغمبروں کا اتباع ہے! اور آپؐ کا انکار سارے نبیوں رسولوں کا انکار ہے، پھر قرآن کریم یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ ہماری طرف سے جو جامع ہدایت و تعلیم لے کر آپ آئے ہیں وہ ایسی کامل و مکمل ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اب یہی کافی و وافی ہے، اور ہر قسم کی تحریف و ملاوٹ کے اندیشے سے اس کی حفاظت کا انتظام بھی ہم نے کر دیا ہے، اور اسی لئے نبوت و رسالت کے اس سلسلہ کو جو ابتداء دنیا سے چلا آ رہا تھا اب رسالت محمدی پر ختم کر دیا گیا ہے، اور یہ نبی عربی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) نبی کامل ہونے کے ساتھ اس مقدس سلسلہ کے خاتم بھی ہیں۔

یہ ہے نبوت و رسالت کے بارے میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ اور حاصل اب اسکے تمام اجزا اور عناصر کو قرآن مجید کی آیات میں پڑھئے ـــــ سورۂ نحل میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا ـــــــــ (النحل۔ع۔۵)

اور ہم نے بھیجے ہیں ہر قوم میں رسول۔

اور سورۂ نساء میں اگلے زمانوں کے چند خاص خاص رسولوں کا نام بنام تذکرہ کرنیکے بعد فرمایا گیا:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ عَلَیْکَ۔

(النساء۔ع۱۵)

اور ہم نے انسانوں کی طرف اور بھی بہت سے اور رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ کو پہلے بتایا ہے اور بہت سے وہ رسول بھی جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور اسی رکوع میں چند آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا:۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ـــــ پس تم اللہ پر اور اسکے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔

جو لوگ بلا تفریق اللہ اور اسکے سب رسولوں کو نہ مانیں بلکہ ان میں تفریق کریں، مثلاً اس طرح کہ خدا پر ایمان لانے کا تو اقرار اور دعوی کریں، اور اسکے رسولوں کے منکر ہوں، یا بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں تو قرآن کہتا ہے کہ ان کا یہ جزوی اقرار اور ایمان قطعاً معتبر نہیں، بلکہ جب تک یہ سب کو نہ مانیں اس وقت تک کافر ہیں۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ
وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا
بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ
أُولٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (النساء ع ۲۱)

جو لوگ اللہ کو اور اسکے سب رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (بعض کو مان کے اور بعض کا انکار کر کے) اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق کریں اور (اسی بنا پر) وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ (اپنے اس طرز عمل سے) ایمان اور کفر کے درمیان کی ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں (کہ نہ سب پر ایمان ہو، اور نہ سب کا انکار ہو) تو ایسے لوگ قطعاً ویقیناً کافر ہیں اور ہم نے ایسے کافروں کیلئے سخت رسوا کن عذاب تیار کیا ہے، اور جو لوگ اللہ کو اور اسکے سب رسولوں کو مانتے ہیں، اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (وہی سچے مومن ہیں) ان کو اللہ پورے پورے ثواب دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا، بڑی رحمت والا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ جتنے پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے جب بھی آئے، اور جس ملک اور جس قوم میں بھی آئے سب واجب الاطاعت تھے، اور انکے حکموں پر چلنا ان لوگوں پر فرض تھا جنکی طرف وہ بھیجے گئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۝ ـــــ (النساء ع ۹)

اور جو پیغمبر بھی ہم نے بھیجے، اسی لئے بھیجے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ نبی و رسول کی اطاعت دراصل خدا کی ہی اطاعت ہے کیونکہ انبیاء و رسل جو احکام دیتے ہیں، وہ ان کے اپنے احکام نہیں ہوتے، بلکہ خدا کے احکام ہوتے ہیں، جن کو وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۝ ـــــ (النساء ع ۱۱)

جس نے خدا کے رسول کی فرمانبرداری کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اور جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے، اسی طرح رسول کی نافرمانی اور مخالفت دراصل خدا کی نافرمانی اور اسکے خلاف بغاوت ہے اسی لئے قرآن مجید میں جابجا ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کر کے اس کی سخت سزا اور پاداش سے ڈرایا گیا ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (انفال ع ۲)

اور جس نے مخالفت کی اللہ کی اور اسکے رسول کی تو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور سورۂ طلاق میں فرمایا گیا:۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا
وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا
خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۝
(الطلاق ع ۲)

اور بہت سی بستیاں تھیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا بڑا سخت محاسبہ کیا اور ان کو ہم نے بھاری عذاب کی سزا دی، غرض انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کے اعمال کا انجام خسارہ اور ٹوٹا ہی رہا (یہ تو دنیا میں ان کے ساتھ ہو چکا اور آخرت کا) سخت ترین عذاب اللہ نے ان کے واسطے تیار کر رکھا ہے پس اے عقل و خرد والو اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرو۔

یہ تو پورے سلسلۂ نبوت کو ماننے اور سب نبیوں رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں قرآن مجید کا اصولی مطالبہ اور اس کے متعلق اقتباسات تھے، پھر خاص اس دور کیلئے سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس کی خاص نوعیت کا اعلان کرتے ہوئے سورۂ فتح میں فرمایا گیا ہے :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ ـــــ (الفتح ع ۴)

وہی اللہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو سب دینوں کے اوپر کر دے، اور اللہ اس حقیقت کا کافی گواہ ہے (اور چشم بینا رکھنے والوں کیلئے اس کی یہ گواہی ظاہر باہر ہے، الغرض اب) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اور سورۂ مائدہ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی نبوت و رسالت اور توریت و انجیل کی تنزیل کا ذکر فرمانے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی خدا کی کتاب (قرآن مجید) کی خصوصیت اور اس کی امتیازی نوعیت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے :-

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ـــــــــــ (المائدہ ع ۷)

اور اب ہم نے اپنی یہ کتاب آپ کی طرف حقانیت اور سچائی کے ساتھ اتاری ہے جو ہماری پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور ان کی نگراں اور محافظ بھی ہے یعنی پہلے نازل ہونے والی سب آسمانی کتابوں کی محکم تعلیم اور ان کا جوہر اس میں شامل کر کے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے، گویا اگلے پیغمبروں کی محکم تعلیم کی اصل کاپی بھی اب یہی الکتاب (قرآن) ہے۔

اور سورۂ اعراف میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ پوری انسانی دنیا کو پیغام دیں۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۲۰)

کہو کہ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں وہ خدا جس کی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہی سب کو زندگی اور موت دیتا ہے پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول نبی اُمّی پر جو خود بھی اللہ پر اور اسکے سب کلاموں پر (یعنی اسکی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر) ایمان رکھتا ہے اور تم اسکی پیروی اختیار کرو، تاکہ تم اللہ کی ہدایت حاصل کر سکو (جو اب صرف اس نبی اُمّی کی پیروی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

اور سورۂ سبا میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ پوری انسانی دنیا کی رہنمائی اور زندگی کے اچھے بُرے انجام سے انکو خبردار کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے اور ہم نے اسی واسطے آپ کو بھیجا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۝ ـــــ (سبا۔ع۔۳)

اور ہم نے آپ کو تمام نسل انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے (اور اب آپ ہی سے یہ کام لیا جانا ہے)

اور سورۂ آل عمران میں آپ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کو سنا دیجئے اور بتا دیجئے کہ اب اس دور میں جو بھی خدا کا طالب ہو، اور اسکی بخشش اور محبت سے حصہ لینا چاہتا ہو اس کیلئے اللہ کی بخشش اور محبت حاصل کر سکنے کی راہ صرف یہی ہے کہ وہ میری پیروی کرے یعنی اس شریعت اور اس طریقۂ زندگی کو اختیار کرے، جو اللہ تعالےٰ نے اس دور کیلئے مقرر فرمایا ہے اور میرے ذریعہ بھیجا ہے، اب جو بھی اس صراط مستقیم سے ہٹ کر چلے گا وہ خدا کا مجرم اور نافرمان سمجھا جائے گا، اور اللہ کی محبت و عنایت اور نجات سے محروم رہے گا ـــــ ارشاد ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۝ ـــــــــــ (آل عمران ع ۴)

آپ اعلان کر دیجئے کہ (اے خدا طلبی کے مدعیو) اگر تم فی الحقیقت خدا کو چاہتے ہو تو (اب اسکی راہ یہی ہے کہ) میری پیروی اختیار کرو، اور میرے بتلائے ہوئے راستے پر چلو (اگر تم

ایسا کروگے) تو اللہ کا پیار تم کو نصیب ہوگا، اور وہ تمھارے گناہ قصور بخش دے گا، وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے آپ صاف صاف (ان سے) کہہ دیجئے (کہ راستہ صرف یہی ہے کہ) اللہ کی اور پیغمبرِ وقت کی (یعنی میری) فرمانبرداری کرو پس اگر وہ اسکو نہ مانیں تو (پھر سنتہ اللہ اور قانونِ خداوندی یہ ہے کہ) منکروں اور نہ ماننے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا اور ان کو نہیں چاہتا۔

اور سورۂ احزاب میں اعلان فرمایا گیا کہ سلسلۂ نبوت آپؐ پر ختم کر دیا گیا ہے آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں، اب آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا، جس کا بدیہی نتیجہ اور تقاضا یہی ہے کہ بعثتِ محمدیؐ کے بعد اس دنیا میں پیدا ہونے والے سارے انسانوں کیلئے اب آپ ہی کی ہدایت و تعلیم حکم نامۂ خداوندی ہے:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (احزاب ع ۵)

(محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم بھی ہیں (اب ان کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا) اور اللہ سب چیزوں کا پورا علم رکھتا ہے۔

ان آیات میں سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اس کی عمومیت اور آپ کی خاتمیت کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے دنیا کے واقعات نے بھی اسکی پوری پوری تصدیق اور توثیق کی ہے۔

اس دنیا میں حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ، داؤدؑ و سلیمانؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور انکے علاوہ بھی کسی ملک اور کسی قوم میں آنے والے کسی ہادی اور مصلح کو جن اوصاف و خصوصیات اور جس قسم کے شواہد و دلائل کی وجہ سے خدا کا پیغمبر مانا گیا ہے، واقعات کی یہ دنیا گواہ ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ ہستی ان تمام اوصاف و کمالات کی جامع اور ان سب شواہد و دلائل کی حامل تھی، اور یہ حقیقت اتنی روشن ہے کہ چودہ[۱۴] صدی گزرنے کے بعد آج بھی جس میں سچی طلب اور انصاف ہو، وہ اس بارے میں غور و فکر کر کے پورا اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔

اسی طرح جو ہدایت و تعلیم آپؐ لے کر آئے جو بلاشک و شبہ جوں کی توں محفوظ ہے وہ اپنی کمالِ جامعیت و اعتدال کی وجہ سے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پوری انسانی دنیا کے لئے ہے، اور تمام اقوامِ عالم کے لئے یہی خدا کا مقرر کیا ہوا ضابطۂ حیات اور دستورِ زندگی ہے۔

پھر تیرہ[۱۳] صدی سے زیادہ گذر جانے کے باوجود دنیا کے کسی حصّہ سے بھی کسی ایسی ہستی کا نہ اٹھنا جس کو خدا کا نبی و رسول مانا جا سکے، اور اس دورِ دنیا کی ارتقائی رفتار کے تیز سے تیز ہونے کے باوجود آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم کا انسانوں کی دینی و روحانی ہدایت کیلئے اسی طرح کافی ہونا جس طرح کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل کے انسانوں کی ہدایت کیلئے وہ کافی تھی، اس حقیقت کا نہایت ہی روشن واقعاتی ثبوت ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے اور نبیوں رسولوں کو بھیجنے والے خالق و مالک نے سلسلۂ نبوت کو آپؐ پر ختم کر دیا ہے، اور اب آپؐ ہی کا دور دورہ ہے اور آپؐ ہی کی تعلیم و ہدایت تمام اقوام عالم کے لئے خدائی تعلیم و ہدایت ہے، اور آپ ہی کی پیروی سے اب خدا کی رضا اور رحمت کو پایا جا سکتا ہے ـــــ اللہ کے جن بندوں نے ابھی تک ان کھلی حقیقتوں پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا ہے کاش وہ صاف ذہن اور نیک نیتی کے ساتھ غور کریں، اور اس دور کی خدائی تعلیم و ہدایت کو اپنا کر خدا کے ساتھ بندگی کے اپنے تعلق کو صحیح کریں۔

نبی کی حیثیت اور مقامِ نبوّت

قرآن مجید جس طرح انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کی دعوت دیتا ہے اسی طرح وہ اس پر بھی زور دیتا ہے کہ ان کی حیثیت و مقام اور انکے کام کو صحیح طور پر جانا جائے اور ان کے بارے میں افراط و تفریط سے بچا جائے۔

تفریط اور بے ادبی کی گمراہی

انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی یہ ہے کہ انکی پیغمبرانہ حیثیت کا انکار اور انکی تکذیب کی جائے اور جو ہدایت و تعلیم اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لاتے ہیں انکو تسلیم ہی نہ کیا جائے قرآن کہتا ہے کہ یہ بھی اسی طرح کفر ہے جس طرح کہ خدا کا انکار کفر ہے، اور خدا کے منکرین کی طرح اس جرم کے مجرمین بھی اللہ کی مغفرت اور بخشش سے قطعی محروم رہنے والے ہیں ـــــ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید کا اعلان:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○ ـــــ (النساء ع ۲۱)

پہلے گذر چکا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ ایسے لوگ قطعی کافر ہیں اور جہنم کا اہانت آمیز عذاب ان کیلئے تیار ہے اور سورۂ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ و حواؑ کے اس دنیا میں آنے کے بعد جب انسانی تاریخ کا یہاں آغاز ہوا تو اس وقت پوری نسل آدمؑ کے لئے جو چند اصولی اور بنیادی ہدایتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھیں اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ :۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ (الاعراف ع ۴)

اے اولاد آدمؑ! اگر تمھارے پاس ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے اور تم کو میرے احکام بتائیں گے تو جو لوگ (ان کی ہدایت کو قبول کر کے) پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنے احوال و اعمال کو درست کرلیں گے تو ان کو کوئی اندیشہ نہ ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہونگے اور جو لوگ انکار و استکبار کی راہ اختیار کریں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلائیں گے اور ازراہ تکبّر اُن کو قبول نہیں کریں گے وہ دوزخ والے ہونگے، اور ہمیشہ دوزخ ہی میں پڑے رہیں گے۔

اور چند ہی آیات کے بعد انبیاء علیہم السلام اور انکی لائی ہوئی تعلیم کے ان ہی مکذبین و منکرین کے بارے میں پھر فرمایا گیا ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ○ (الاعراف ع ۵)

جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، اور ازراہ تکبّر انکے ماننے سے انکار کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ کبھی ہرگز جنت میں نہ جا سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکہ میں سے اونٹ کا گذرنا ناممکن ہے، اسی طرح اللہ کی آیات کے مکذبین و منکرین کا جنت میں جانا ناممکن ہے۔)

اور ان کے برخلاف جو لوگ انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لائیں اور ان کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کر کے نیک عملی کی زندگی گذاریں، ان کے متعلق اس آیت کے بعد متصلاً فرمایا گیا ہے :۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ ـــــ (الاعراف ع ۵)

اور جو لوگ ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں (یعنی علم و عمل میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و ہدایت کی پیروی کریں ـــــ اور یہ کوئی ناممکن یا بہت مشکل نہیں، کیونکہ ہم کسی کو اسکے امکان اور اسکی طاقت و وسعت کے سوا مکلف نہیں کرتے ـــــ تو وہ جنتی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے کے طفیل جب یہ بندگانِ خدا

جنّت میں پہونچ جائیں گے تو انکی زبانوں پر اللہ کی حمد و ثنا اور پیغمبروں کے اعتراف و شکریہ کا یہ نغمہ ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ـــــــــــ (الاعراف۔ع ۵)

اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے اس مقام تک پہنچایا، اور اگر وہ نہ پہنچاتا تو یہاں تک ہماری ہرگز رسائی نہیں ہوسکتی، بیشک ہمارے اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم و دعوت بالکل حق تھی اور انھوں نے جو کچھ ہم کو بتایا سب سچ تھا۔

الغرض قرآن مجید نے ان آیات میں بتلایا کہ انبیاء علیہم السّلام کی تکذیب اور انکی تعلیم کا انکار اللہ کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے اور جس طرح انکارِ خدا کی سزا جہنم کا ابدی عذاب ہے اسی طرح پیغمبروں کی تکذیب کی سزا بھی اللہ نے یہی مقرر کی ہے، ایسے لوگ کبھی جنّت کی ہوا بھی نہ پا سکیں گے ـــــ جنت صرف اُن ہی کیلئے ہے جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں، اور انکی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں۔

ـــــ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اسی فیصلہ کا اعلان ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کیا ہے :-

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ (الانعام۔ع ۵)

ہم پیغمبروں کو صرف اسی لئے بھیجتے ہیں کہ وہ ثواب کی خوشخبری سنائیں اور عذاب سے ڈرائیں پس جو لوگ انکی دعوت کو قبول کر کے ایمان لائیں اور انکی تعلیم و ہدایت مطابق اپنے کو درست کر لیں تو ان کو کوئی اندیشہ اور کوئی غم نہیں، اور اسکے برخلاف جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کریں گے وہ اپنی بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس اعلان اور انتباہ کے علاوہ قرآن مجید اپنے مخاطبین کو یہ بھی بتلاتا ہے کہ پچھلے زمانوں میں جن قوموں اور قوموں کے جن سرداروں نے اللہ کے پیغمبروں کی مخالفت اور تکذیب کی ان کو کبھی معاف نہیں کیا گیا ـــــ چنانچہ سورۂ صٓ میں قوم نوحؑ، قوم عادؑ، قوم ثمودؑ، قوم شعیبؑ اور فرعون کا نام بنام ذکر کر کے ان کے جرم اور اس کی سزا کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے :-

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ ـــــــــــ (صٓ۔ع۔۱)

ان سب نے یہی کیا کہ میرے پیغمبروں کی تکذیب اور ان کا انکار کیا، اسلئے میرا عذاب ان پر واقع ہوا۔

اسی طرح سورۂ الحاقہ میں فرعون اور اس سے پہلے کے بعض منکرین انبیاء کے متعلق فرمایا گیا :-

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِیَةً ۝ ـــــ (الحاقة ع۔۱)

انھوں نے کہنا نہ مانا اپنے رب کے رسولوں کا، تو اللہ نے لیا ان کو سخت گرفت میں۔

الغرض پیغمبروں کے حق میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی ان کی تکذیب اور ان کی اطاعت سے انکار ہے، اور قرآن مجید نے جابجا واضح کر دیا ہے کہ یہ قطعی کفر اور ناقابل معافی جرم ہے۔

پھر اس سے کم درجہ کی تفریط اور ناقدر شناسی یہ ہے کہ انکے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی جائے[1] قرآن مجید بتلاتا ہے کہ یہ بھی ایسا جرم ہے کہ اسکے کرنے والوں کو اللہ کے دردناک عذاب اور اسکی سخت پکڑ سے ڈرنا چاہئے۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (النور۔ع۔۹)

جو لوگ رسول خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ کوئی آفت ان پر آن پڑے یا دردناک عذاب ان پر نازل ہو جائے۔

اسی لئے قرآن مجید میں جابجا اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے حکم کے ساتھ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم بھی ویسے ہی زور کے ساتھ دیا گیا ہے، بہت سے مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے :-

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ[1] ـــــ اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔

کہیں فرمایا گیا ہے کہ ہدایت، رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہی وابستہ ہے، چنانچہ سورۂ نور میں اللہ کی اطاعت کے بعد رسول کی اطاعت کا تاکیدی حکم دینے کے بعد فرمایا گیا :-

وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ـــــــــــــــ (النور۔ع ۷)

اگر تم رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

گویا اس آیت میں قرآن مجید نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ رسول کی اطاعت و پیروی نہ کریں گے،

[1] النساء ع ۸ ـ المائدہ ع ۲ ـ النور ع ۷ ـ محمد ع ۴ ـ تغابن ع ۲۔

وہ اللہ کی ہدایت سے محروم اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے رہیں گے ـــــ ایک دوسرے موقع پر اس حقیقت کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے :-

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ـــــ (الاحزاب ع ۵)

اور جو نافرمانی کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی تو وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑے ۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید نے اعلان فرمایا ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کی بے چون وچرا اطاعت اور انکے ہر حکم اور فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرنا ایمان کے شرائط میں سے ہے، جس کا یہ حال نہ ہو اس کو ایمان کا مقام ہرگز حاصل نہیں، سورۂ نساء میں ارشاد ہے :-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ

اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ـــــ (النساء ـ ع ـ ۹)

(اے ہمارے پیغمبرؐ!) قسم تمہارے پروردگار کی یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے (اور ایمان کے مقام پر نہیں پہنچ سکتے) جب تک کہ یہ ایسا نہ ہو کہ حکم بنائیں تم کو اپنے نزاعی معاملات میں پھر (جب تم اپنا فیصلہ دے دو تو) کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تمہارے فیصلہ سے اور تسلیم کرلیں اس کو پوری طرح مان کر۔

اور سورۂ حشر میں تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ ہمارے پیغمبرؐ تمہارے حق میں جو مثبت یا منفی فیصلہ کریں اور جو حکم دیں اس کو مانو اور بجالاؤ، اگر اسکے خلاف راستہ اختیار کیا گیا تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ـــــــــــ (الحشر ـ ع ـ ۱)

ہمارے رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ، اور اس بارے میں اللہ (کی پکڑ) سے ڈرو، اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ۔

اور سورۂ احزاب میں پیغمبرؐ کا حق اور مرتبہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے اوپر جتنا حق اور جتنا اختیار اپنی ذات کا ہوتا ہے اس سے زیادہ حق اور اختیار ایمان والوں پر پیغمبرؐ کا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر اللہ کے پیغمبرؐ کسی کو ایسا حکم دیں جس میں اسکی جان جاتی ہو تو اس کا فرض ہے کہ بے دریغ جان دے کر اس حکم کی تعمیل کرے ـــــ ارشاد ہے :-

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب ع ـ ۱)

پیغمبرؐ کا زیادہ حق ہے اہلِ ایمان پر خود انکی اپنی ذات سے، اور پیغمبرؐ کی بیویاں کل اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اسکو ہم پر ہر طرح کا حق اور اختیار ہے یہانتک کہ جن تصرفات اور جن فیصلوں کا اپنی جان اور اپنی ذات کے بارے میں خود ہم کو بھی حق نہیں اللہ تعالےٰ کو ان تمام تصرفات اور فیصلوں کا بھی حق ہے اور پیغمبرؐ اس دنیا میں چونکہ اسکے نائب اور نمائندہ ہیں اور وہی اللہ کے احکام لانے والے اور ان کے نافذ کرنے والے ہیں، اس لئے عملاً ضروری ہے کہ ان کا حق و اختیار بھی ایسا ہی مانا جائے ـــــ آگے فرمایا کہ: انکی بیویاں تمام اہلِ ایمان کی ماؤں کی جگہ ہیں۔ اس لئے اُن کا ادب و احترام اپنی ماؤں کی طرح کیا جائے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السّلام پر ایمان لانے اور انکے احکام کی اطاعت کرنے اور اُن کا حق اور مرتبہ پہچاننے پر زور دینے کے علاوہ اسکی بھی تاکید کرتا ہے کہ انکے حضور میں بلند آواز سے اور بیباکی سے بولا بھی نہ جائے، بلکہ جب کبھی انکے سامنے کچھ عرض کرنا ہو تو پورے ادب سے اور دبی آواز سے عرض کیا جائے قرآن مجید آگاہی دیتا ہے کہ اگر اس بارے میں کوتاہی ہوئی تو تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جانے کا خطرہ ہے ـــــ سورہ حجرات میں ارشاد ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ـــــ (الحجرات ع ـ ۱)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو، اور آپ سے اس طرح کھل کر بھی بات نہ کیا کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر باتیں کرتے ہو، مبادا تمہارے سارے اعمال (ادب کی اس کوتاہی سے) اکارت ہو جائیں، اور تمھیں خبر بھی نہ ہو جبکہ جو لوگ اللہ کے رسول کے حضور میں اپنی آوازیں نیچی کرکے باتیں کرتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے خاص کرلیا ہے، ان کیلئے ہی اللہ کی بخشش اور بڑا اجر ہے ۔

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تفریط و ناقدر شناسی اور بے ادبی کی گمراہی سے بچانے کیلئے تو قرآن مجید نے یہ ہدایات دیں (جو ذکر ہوئیں) اب اسکے بعد وہ ہدایات بھی سنئے جو افراط اور غلو کے فتنہ سے بچانے کے لئے قرآن مجید نے دی ہیں۔

افراط اور غلو کا فتنہ

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جس غلو اور افراط میں بہت سی قومیں مبتلا ہوئی ہیں وہ یہ ہے کہ انھوں نے سمجھا کہ نبی انسان نہیں ہو سکتا، بلکہ اسکو انسانوں سے بالاتر کسی جنس سے ہونا چاہئے، اور انسانی ضرورتیں اور انسانیت کے لوازم بھی اسکے ساتھ نہ ہونے چاہئیں، چنانچہ بہت سی قوموں نے اسی گمراہی کی بنا پر اپنے زمانہ کے پیغمبروں کا انکار کیا ـــــ قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے انکی قوم نے کہا تھا:-

مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ـــــــــــــ (مومنون - ع - ۲)

یہ تو تمھاری طرح کے ایک انسان ہیں (پھر یہ خدا کے رسول کیسے ہو سکتے ہیں)

اور نوح علیہ السلام کے بعد جب دنیا میں پھر گمراہی پھیلی، اور اللہ نے اپنے ایک اور نبی کو بھیجا تو انکی قوم نے بھی یہ کہہ کے اُن کا انکار کیا ـــــــ کہ :-

مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝
(مومنون - ع - ۲)

یہ تو تمھاری طرح ایک انسان ہیں، جو تم کھاتے ہو وہی چیزیں یہ بھی کھاتے ہیں، اور جو تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتے ہیں (پھر بھلا یہ کس طرح رسول ہو سکتے ہیں)۔

اور سورۂ تغابن میں زمانۂ قدیم کی منکر قوموں کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ انکے کفر و انکار کا باعث یہی ہوا کہ یہ بات تسلیم کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہوئیں کہ انسان بھی نبی ہو سکتا ہے ـــــ ارشاد ہے :-

ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَّهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا ـــــــــــــ (تغابن - ع - ۱)

ان کے اس کفر کا سبب یہی ہوا کہ انکے پاس اُنکے پیغمبر روشن دلائل اور واضح احکام لے کر

آئے، تو ان کمبختوں نے کہا کیا انسان ہم کو ہدایت دیں گے؟ پس (اسی بنیاد پر) انھوں نے ان رسولوں کا انکار کر دیا، اور اُن سے روگردانی اختیار کی۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا :-

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُّؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ـــــــــــــ (بنی اسرائیل - ع - ۱۱)

جب لوگوں کے پاس ہماری ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے ان کو صرف یہی چیز مانع ہوئی کہ انھوں نے کہا کیا آدمی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (یہ بات تو ہم نہیں مان سکتے)۔

اور خود قرآن کے لانے والے خدا کے آخری رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کے منکروں نے کہا کہ :

مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۝ ـــ (الفرقان - ع - ۱)

یہ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے ہیں، اور (اپنے کاموں سے) بازاروں میں بھی جاتے ہیں۔

مطلب یہی تھا کہ خدا کا رسول تو وہ ہی ہو سکتا ہے جو ان انسانی لوازم و خصوصیات سے مبرا اور بالاتر ہو الغرض پیغمبروں کے بارے میں بہت سی قومیں اس گمراہی میں مبتلا رہی ہیں کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو کسی بالاتر جنس سے ہونا چاہئے، اور انسانی عادات و خصوصیات بھی ان میں بالکل نہ ہونی چاہئیں ـــــ مگر قرآن مجید نے اس گمراہی کی پوری صراحت و صفائی سے بیخ کنی کی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ـــــــ (یوسف - ع - ۱۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا ہم ان ہی کی طرف اپنے احکام کی وحی کرتے تھے۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا گیا :-

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ۔
(الفرقان - ع - ۲)

اور آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے، اور (اپنی ضرورتوں سے) بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بار بار حکم دیا گیا کہ اپنے بارے میں صاف صاف ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ——— (کہف ع ۱۲ - حٰم سجدہ ع ۱)

میں تو بس تمھاری ہی طرح ایک انسان ہوں۔

اور پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط ہی کے سلسلہ کی ایک گمراہی یہ تھی کہ ان کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ساری کائنات پر اُن کا تصرف اور اختیار ہو اور وہ سب کچھ کر سکتے ہوں اسی بنیاد پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منکرین نے آپ سے کہا تھا ——— قرآن کا بیان ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ——— (بنی اسراءیل ع ۱۰)

یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لاوینگے جب تک کہ تم ایسے خارق عادت کام کر کے نہ دکھاؤ (مثلاً یہ کہ) تم حکم کرو اور زمین سے چشمہ پھوٹ نکلے یا تمھارے لئے کھجور اور انگور کا ایک باغ لگ جائے اور پھر تم اس میں پانی کی بہت سی نہریں جاری کر کے دکھاؤ یا جیسے کہ تم کہا کرتے ہو آسمان کے ٹکڑے ہم پر گراؤ یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ، یا تمھارے لئے ایک سونے کا گھر بن جائے، یا تم پرواز کرتے ہوئے آسمان میں چڑھ جاؤ، اور ہم تمھارے اس چڑھ جانے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ تم آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب ہمارے پاس اتار لاؤ جس کو ہم پڑھ سکیں۔

مگر قرآن مجید میں ان سب مطالبوں کے جواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ:۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ——— (بنی اسراءیل ع ۱۰)

آپ ان سے کہہ دیجئے، سبحان اللہ (میں کوئی خدا ہوں) میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک آدمی ہوں خدا کا پیغام پہنچانے والا۔

اس مختصر آسمانی جواب کا مطلب یہی ہے کہ اے منکرو تمھاری یہ بنیادی غلطی ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ نبی و رسول وہ ہوتا ہے جس کے اختیار اور قبضہ میں سب کچھ ہو اور زمین و آسمان پر اس کا "کُنْ فَيَكُوْنِیْ" تصرف ہو، حالانکہ یہ شان خدا کی ہے، بیشک وہ کسی چیز سے عاجز نہیں، اس کی قدرت میں سب کچھ ہے، لیکن میری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ میں تم میں کا اور تمھاری جنس کا ایک انسان ہوں جس کو اللہ نے رسالت و پیغمبری کا کام اور منصب عطا فرما دیا ہے، میں اس سے زیادہ کسی چیز کا مدعی نہیں۔

اسی طرح سورۂ عنکبوت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منکرین نے آپ سے کہا کہ جو معجزے اور جو نشانیاں ہم چاہتے ہیں وہ آپ کیوں نہیں دکھاتے؟ تو اس کا جواب بھی آپ سے یہی دلوایا گیا ——— کہ:۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (عنکبوت ع ۵)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ معجزے اور نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں (ان پر میرا اختیار نہیں) میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا اور ہشیار کرنے والا اللہ کا پیغمبر ہوں۔

اور اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کے لئے ایک دوسری جگہ آپ کو حکم دیا گیا ——— کہ:۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ ——— (انعام ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ اللہ کے خزانے میرے اختیار میں ہیں، اور نہ (میں یہ کہتا ہوں کہ) مجھے علم غیب ہے، اور نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں (میرا حال تو یہ ہے کہ) جو وحی اللہ کی طرف سے مجھ پر کی جاتی ہے اور جو حکم مجھے دیا جاتا ہے میں تو بس اس کا اتباع کرتا ہوں۔

اور اسی مقصد کے لئے آپ سے اعلان کرایا گیا:۔

قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ

اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ ـــــــ (الجن۔ع۔۲)

آپ صا کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں نہیں مالک ہوں تمہارے نقصان کا اور نہ تمہاری بھلائی کا (یعنی تمہارا بناؤ بگاڑ میرے اختیار میں نہیں بلکہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے) آپ کہہ دیجئے (کہ خود میرا معاملہ یہ ہے) کہ مجھے بھی نہیں بچا سکتا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور میں نہیں پاسکتا اس کے سوا کوئی جائے پناہ، اور کوئی ٹھکانا۔

اور سورۂ اعراف میں فرمایا گیا:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ـــــــ (الاعراف۔ع۔۲۳)

آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی مالک و مختار نہیں ہوں، مگر جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے (سب کچھ اُسی کی مشیت اور اسی کے فیصلہ پر موقوف ہے) اور اگر میں غیب کی بات جان لیا کرتا تو بہت کچھ منافع حاصل کر لیتا، اور کبھی کوئی ناگوار اور خلاف مرضی بات مجھے پیش نہ آتی، میں تو بس انجام کے خطرہ سے ہشیار کرنے والا اور انعامات الٰہیہ کی خوشخبری سنانے والا ہوں، ایمان و یقین والوں کو۔

ان سب آیتوں میں اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کی گئی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں بہت سی قوموں اور اُمتوں میں مختلف زمانوں میں رہا ہے اور آج بھی موجود ہے حتیٰ کہ خود قرآن کے ماننے والے بہت سے مسلمان جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے خزانوں پر رسول کا پورا پورا اختیار اور تصرف ہونا چاہیئے، اور انکو علم غیب بھی ہونا چاہیئے اور دین و دنیا اور آخرت کے بارے میں ان کو مختار مطلق ہونا چاہیئے، حالانکہ معلوم ہو چکا کہ قرآن مجید نے ان تمام گمراہانہ خیالات و خرافات کی پوری صراحت اور صفائی سے تردید کی ہے ـــــ اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ چند آیتیں اور بھی پڑھ لیجئے:۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ـ (احقاف۔ع۔۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا نرالا نہیں ہوں رسولوں میں سے (جس طرح مجھ سے پہلے اللہ کے بھیجے رسول آئے اسی طرح میں بھی اس کا ایک رسول ہوں) اور (میرا حال یہ ہے کہ) جو کچھ مستقبل میں میرے ساتھ پیش آئے گا اور جو تمہارے ساتھ کیا جائے گا میں اُس سب کو جانتا بھی نہیں، میں تو بس اس کی پیروی کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے بذریعۂ وحی مجھے بتلایا جاتا ہے، اور میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا ہوں۔

اور سورۂ یونس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر و منکر جب آپ کی زبان سے قرآن مجید سنتے تھے (جس کی تعلیم ان کے کافرانہ و مشرکانہ خیالات و اعمال کے خلاف تھی) تو کہتے تھے کہ قرآن کو تو ہم نہیں مان سکتے، لہٰذا یا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس کی تعلیم اور اس کے مضامین کو بدلو ـــــ اس کے جواب میں آپ کو حکم دیا گیا:۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ ـ (یونس۔ع۔۲)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے بالکل یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی رد و بدل کر سکوں، میں خود انہی احکام کی تابعداری کرتا ہوں جو کہ خدا کی طرف سے میری طرف وحی کیے جاتے ہیں، اگر میں اپنے اس مالک کے حکم کی خلاف ورزی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا مجھے بھی ڈر ہے۔

الغرض پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط کے سلسلہ کی جن جن گمراہیوں میں لوگ کبھی مبتلا ہوئے ہیں یا مبتلا ہونے کے زیادہ امکانات اور خطرات ہیں، قرآن مجید نے ان سب ہی کی پوری پوری بیخ کنی اور آئندہ کیلئے ناکہ بندی کر دی ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی جو واقعی حیثیت اور ان کا جو حقیقی مقام ہے اسکو اس طرح واضح اور متعین کر دیا ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور ماننے والوں کیلئے کسی غلط فہمی اور گمراہی کی گنجائش قطعاً نہیں رہی ہے۔

خداوندی ہدایت کی اطاعت و پیروی

اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ خدا کی خدائی کو جان لینے اور بندوں کی ہدایت کیلئے اس کے قائم کئے ہوئے سلسلۂ رسالت کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کے بعد خود بخود بندے کیلئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے متعلق یہ اصولی فیصلہ کرلے کہ اس دنیا میں مجھے اللہ کے احکام اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت کا مطیع اور تابع رہ کر ہی زندگی گذارنا ہے لیکن قرآن مجید صرف اس لزوم پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ وہ مستقل طور سے بھی اس کی دعوت دیتا ہے اور پوری تاکید کے ساتھ جا بجا اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسانوں کو چاہئے کہ وہ خدا کی ہدایت اور اسکے احکام (جو پیغمبرِ وقت کے ذریعے اسکی طرف سے آئیں ان) کی پیروی کو زندگی کا اصول بنائیں نجات و فلاح کی یہی راہ ہے اور اسکے سوا ہر راستہ ہلاکت کا راستہ ہے:-

سورۂ انعام میں فرمایا گیا:-

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (انعام ع ۹)

اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بتائیے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی ہدایت ہی زندگی کی صحیح راہ ہے، اور ہم سب کو حکم ہے کہ پروردگارِ عالم کی حکم برداری کریں۔

اور سورۂ اعراف کے بالکل شروع میں فرمایا گیا:-

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ۔ (اعراف ع ۱)

اس ہدایت کی پیروی کرو جو اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اُسکے سوا اور آقاؤں کی پیروی نہ کرو (کیونکہ حقیقی آقا اور رب صرف وہی ہے)

اور سورۂ زمر میں ارشاد ہوا۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ — (زمر۔ ع۔ ۶)

اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اسکی حکم برداری کرو قبل اسکے کہ آجائے تم پر اسکا عذاب، اور پھر کوئی تمھاری مدد نہ کر سکے، اور اتباع کرو اُس بہترین ہدایت کا جو اُتاری گئی ہے تمھارے پروردگار کی طرف سے قبل اسکے کہ آجائے تم پر اچانک عذاب اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ تو خداوندی ہدایت کے اتباع کی تاکید تھی (نیز قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" یا اس کے ہم معنی الفاظ میں بھی جا بجا اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

اَب ماننے اور نہ ماننے والوں کا انجام بھی قرآن ہی کی زبان سے سُنئے! سورۂ فتح میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ —— (الفتح۔ ع۔ ۲)

جو لوگ حکم برداری کریں گے اللہ اور اسکے رسول کی، اور چلیں گے اُن کی ہدایت پر، ان کو پہنچائے گا اللہ ان بہشتی باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اور جو منہ موڑیں گے اور حق کی اس راہ سے مُڑ کر چلیں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس جُرم کی دردناک سزا دے گا۔

اور دوسری جگہ ماننے والوں کے متعلق فرمایا گیا:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (احزاب۔ ع۔ ۹)

اور جو لوگ تابعداری کریں اللہ اور اُسکے رسول کی تو انھوں نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اور سورۂ نساء میں اس بڑی کامیابی" (فَوْزًا عَظِيْمًا) کی تفسیر و تشریح اس طرح فرمائی گئی:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ — (النساء۔ ع۔ ۹)

اور جو بندے فرمانبرداری کریں اللہ اور اسکے رسول کی، تو وہ اللہ کے اُن خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اُس کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین، اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق، یہ ان پر فضل ہوگا، اللہ کی طرف سے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

اور ان ہی خوش نصیب بندوں کے متعلق جنھوں نے ہر طرف سے رُخ موڑ کے اور دنیا کے برے طریقوں کو چھوڑ کے اللہ کی ہدایت کی پیروی ہی کو اپنا اصولِ زندگی بنالیا ہے، سورۂ مومن میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے وہ خاص خاص مقرب فرشتے (حاملینِ عرش وَمَنْ حَوْلَهٗ) جنھیں بارگاہِ خداوندی میں ہمہ وقت حاضری نصیب رہتی ہے، وہ اللہ کی حمد و تسبیح کے ساتھ ان بندگانِ خدا کیلئے بلکہ انکے طفیل میں انکے آباء و اجداد اور بیوی بچوں کے لئے بھی ہر دم دعائے خیر کرتے رہتے ہیں ——— قرآن مجید میں اُن کی اس دعاء کے الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں، پڑھئے اور بار بار پڑھئے!!:-

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ——— (مومن - ع - ۱)

اے پروردگار! تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس تو اپنے ان بندوں کو مغفرت فرمادے جو تیری طرف رجوع ہوئے اور انھوں نے تیری ہدایت کی پیروی کی اور تیری بتائی ہوئی راہ پر چلے، اور دوزخ کے عذاب سے ان کو بچالے اے پروردگار: اور اُن غیر فانی جنتوں میں اُن کو پہنچادے جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے، اور انکے ماں باپ اور انکے بیوی بچوں میں سے جو بھی اچھے ہیں، ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھ تو زبردست حکمت والا ہے، انہیں تکلیفوں اور برائیوں سے ان کو بچا، اور قیامت کے دن جن کو تو نے تکلیفوں سے بچایا تو ان پر تیری رحمت ہوئی، اور یہ ان کی بڑی کامیابی ہے۔

گویا اللہ کے یہ بلند مرتبت مقرب فرشتے مامور ہیں کہ اللہ کی بندگی اور اسکی حکم برداری والی زندگی گزارنے والے بندوں کے حق میں یہ دعائے خیر اللہ کے حضور میں کرتے رہیں ——— اور ظاہر ہے کہ جس اللہ نے انھیں اس دعا پر مامور فرمایا ہے اور اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ اس دعائے خیر کو ان کا وظیفہ بنایا ہے وہ ان کی اس دعا کو کیوں نہ قبول فرمائے گا، بلکہ قرآن مجید میں یہ دعا اسی لئے ذکر کی گئی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ کے جو بندے اللہ کی بندگی والی زندگی گذارتے ہیں، اور اس دنیا میں اسکی ہدایت کے پابند ہو کر رہتے ہیں اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ اس نے اپنے مقرب ترین فرشتوں کو ان کا دعاگو بنادیا ہے، اور اُن کے لئے دعائے خیر کرنا، اپنی حمد و تسبیح کی طرح ان کا وظیفہ مقرر فرمادیا ہے۔

اور اسکے برعکس جو بدنصیب انسان اللہ کی ہدایت اور اسکی نازل کی ہوئی شریعت کے بجائے اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں، ان کی محرومی اور بربادی کا اعلان قرآن مجید میں ان الفاظ میں فرمایا گیا:-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ——— (قصص - ع - ۵)

اور ان سے زیادہ گمراہ اور بھٹکا ہوا کون ہے جو اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیروی کریں، اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا گیا:-

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۝ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ ——— (الفرقان - ع - ۴)

ذرا ان بدنصیبوں کو دیکھو جو (خدا کی بندگی اور اس کی ہدایت کی پیروی چھوڑ کر) اپنی خواہشاتِ نفس کے پرستار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو سنبھالنے کا ذمہ لے سکتے ہو (وہ ہرگز

درست نہ ہوں گے) کیا تمھارا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سے کچھ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ نہیں وہ تو بس لایعقل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

عملِ صالح

اسی اتباعِ ہدیٰ اور اطاعتِ رسولِ خدا اور رسول والی زندگی کی ایک تعبیر عملِ صالح والی زندگی بھی ہے، قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا ان دونوں سے مل کر وہ زندگی بنتی ہے جو ہمارے پیدا کرنے والے کو مطلوب اور محبوب ہے، اور جو ہم کو اس کا محبوب بندہ بنانے والی ہے، قرآن پاک میں بلا مبالغہ سیکڑوں مقامات پر عملِ صالح والی اس زندگی پر ایسی کیف آور بشارتیں سنائی گئی ہیں جن میں ایمان والی روحوں کے لئے لذت و سرور اور نشاط و مستی کا یقیناً اس سے زیادہ سامان ہے جتنا کہ شراب کے متوالوں کو شراب سے حاصل ہوتا ہوگا ـــــ چند آیتیں یہاں بھی سُن لیجئے۔

سورۂ حج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ آپ پوری انسانی دنیا کو ہمارا پیغام سنا دیجئے ارشاد ہے:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ ـــــ (الحج ـ ع ـ ۷)

اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے اور سب کو سنا دیجئے کہ اے انسانو! میں تو اللہ کی طرف سے تم کو صرف خبردار کرنے والا اور اس کا پیغام کھول کھول کر سنانے والا ہوں، پس جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں ان کے لئے اُن کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے، اور عزت کی روزی ہے، اور جو لوگ ہمارے احکام و فرامین کے مقابلہ میں زور آزمائی کریں، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔

اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا:۔

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ۝ (طٰہٰ ـ ع ـ ۴)

اور میری بڑی بخشش ہے ان کے لئے جو توبہ کریں، اور ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گذاریں، اور پھر ٹھیک ٹھیک چلتے رہیں۔

اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ـــــ (العنکبوت ـ ع ـ ۱)

اور جو بندے ایمان لائیں اور عملِ صالح والی زندگی گذاریں ہم انکی خطائیں معاف اور انکی برائیاں دور کر دیں گے اور ان کو انکے اعمال کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔

اور سورۂ نساء میں فرمایا:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (النساء ـ ع ـ ۸)

اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گذاریں، ہم ضرور ان کو اُن بہشتی باغات میں بسائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ وعدہ ہے اللہ کا بالکل سچا، اور کس کی بات ہو سکتی ہے اللہ سے زیادہ سچی۔

اور سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ (شوریٰ ـ ع ـ ۳)

اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گذاریں، وہ جنت کے باغیچوں میں رہیں گے اُن بہشتی باغوں میں جس چیز کی وہ خواہش کریں گے اپنے پروردگار کے پاس وہ انکو

ملے گی، یہ اُن پر اللہ کا بڑا انعام ہے، اللہ اس خوش انجامی کی بشارت اپنے اُن بندوں کو سناتا ہے جو ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گذاریں۔

اور سورۂ کہف میں فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ ——— (الکہف ۔ ع ۔ ۱۲)

بیشک جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گذاریں انکے پروردگار کی طرف سے انکی مہمانی کیلئے فردوس یعنی جنت کے باغات ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو وہاں سے کبھی نکالا جائے گا، اور) نہ وہ خود وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا:۔

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ (طٰہٰ ۔ ع ۔ ۳)

اور جو بندے اپنے پروردگار کے حضور میں مومن ہو کر حاضر ہوں گے، اور عمل صالح والی زندگی انھوں نے گذاری ہو گی، ان کے لئے وہاں نہایت بلند درجے ہیں، کبھی نہ فنا ہونے والے بہشتی باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اُن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ صلہ ملے گا ان کو جو کفر و نافرمانی کی گندگی سے پاک ہوں گے۔

ان سب آیتوں میں ایمان اور عمل صالح والی زندگی گذارنے والوں کے لئے آخرت میں اللہ کی رحمت و مغفرت اور اسکے فضل و بخشش اور جنت و نعمائے جنت کی بشارتیں ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ نے اپنے جن بندوں کو آخرت پر ایمان و یقین نصیب فرمایا ہے ان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بشارت اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی کہ آخرت کی حقیقی اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو اللہ کی رضا و مغفرت اور جنت نصیب ہو جائے۔

بالفرض اگر ایمان و عمل صالح کے صلہ میں اس فانی دنیا میں کچھ بھی نہ ملے اور صرف آخرت

ہی میں وہ مل جائے جس کا وعدہ ان آیتوں میں کیا گیا ہے تو بھی یقیناً نفع ہی نفع ہے، اور ہر مومن بندہ اس سودے پر دل و جان سے راضی ہو کر اپنے ربّ کریم کا شکر گذار ہی ہو گا ——— لیکن واقعہ یہ ہے کہ عمل صالح اور ایمان کے صلہ میں آخرت میں مغفرت اور جنّت کے علاوہ اس دنیا میں بھی جو کچھ عطا فرمانے کا وعدہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے، وہ اس دنیا کی بھی سب سے بڑی نعمت ہے، ——— مثلاً سورۂ مریم میں فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ۝ (مریم ۔ ع ۔ ۶)

بلاشبہ جو بندے ایمان لائیں اور عملِ صالح والی زندگی گذاریں، بڑی رحمت والا پروردگار ان کو ضرور محبت سے نوازے گا۔

یعنی اس دنیا کی زندگی میں ان کو اللہ کی محبت و محبوبیت کا مقام نصیب ہو گا، اور اللہ تعالےٰ اپنی مخلوقات کے دلوں میں بھی ان کی محبّت پیدا فرما دے گا۔

سوچئے! کسی بندے کے لئے اِس دنیا میں اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے دل کو اللہ سے محبّت و تعلق کی دولت نصیب ہو جائے، اور اللہ تعالےٰ اس کو اپنی محبّت کے لئے چُن لے، اور عامہ مخلوق کے دل میں بھی اس کی محبت و مقبولیت پیدا کر دی جائے۔

صرف مادّی لذتوں اور بڑائیوں سے دلچسپی رکھنے والے جو انسان اپنی انسانیت کھو کر حیوانیت کی سطح پر آچکے ہیں، غالباً ان کے نزدیک تو اس دنیا کی بڑی نعمتیں صرف روپیوں کے ڈھیر اینٹوں اور پتھروں سے بنے ہوئے عالیشان محلات انواع و اقسام کے لذیذ مرغن کھانے بیش قیمت کپڑے اور قیمتی سواریاں ہی ہوں گی لیکن جو واقعی انسان ہیں انھیں اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی محبت و محبوبیت اور عام خلائق کی نگاہ میں مقبولیت کا ایک لمحہ اس پوری عمر سے زیادہ لذیذ اور قیمتی ہے جس میں مذکورۂ بالا ساری مادّی نعمتیں تو میسّر ہوں لیکن اللہ کی محبت و محبوبیت اور مقبولیت کی اس نعمت سے محرومی ہو۔

اللہ تعالےٰ اس دنیا میں اپنے جس بندے کو اپنی محبّت و محبوبیت اور مقبولیت کا کوئی حصہ

نصیب فرمائے بس وہی جانتا ہے کہ اس کو کتنی بڑی دولت اور زندگی کا کیسا لطف حاصل ہے ــــ اسی کو قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ "حیوٰۃ طیبہ" فرمایا گیا ہے ــــ سورۂ نحل میں ارشاد ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ــــ (النحل ـ ع ـ ۱۳)

جو بندہ عمل صالح والی زندگی گذارے، خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو ہم ضرور اسکو "حیات طیبہ" (نہایت اچھی پُر لطف زندگی) دیں گے اور آخرت میں انکے اعمال حسنہ کا انکے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا صلہ ان کو عطا فرما دیں گے۔

اس آیت میں عمل صالح والی زندگی پر جس "حیوٰۃ طیبہ" کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق اس دنیا سے ہے، اور وہ اللہ کی محبت و محبوبیت، سکینت و طمانیت اور خلق اللہ میں مقبولیت کی وہی زندگی ہے، جس کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا، اور بلاشبہ وہ اس دنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت اور سب سے بڑی لذت ہے۔

دنیا میں یہ "حیوٰۃ طیبہ" ملنا تو ایمان اور عملِ صالح والی زندگی کا وہ صلہ ہے جس سے ہر وہ فرد نوازا جاتا ہے جو ایمان و عملِ صالح کی شرط کو پورا کرے خواہ مرد ہو یا عورت! ــــ اسکے علاوہ ایک اور بہت بڑا انعام اور صلہ اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی رکھنے والوں کو یہ بھی دیا جاتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ملک کا انتظام اُن کے سپرد کر دیتا ہے اور نظم و نسق انکے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے جسکے بعد وہ اللہ کی زمین کا انتظام اللہ کی مرضی کے مطابق کرتے ہیں، اور انتظام میں وہ اللہ کے نائب اور خلیفہ ہوتے ہیں، لیکن یہ انعام اور صلہ انفرادی نہیں، بلکہ اجتماعی ہے یعنی ہر فرد کو اسکے ایمان اور عملِ صالح پر یہ صلہ نہیں دیا جاتا، بلکہ اگر کوئی قوم اور جماعت ایمان اور عملِ صالح والی زندگی کو اختیار کرلے تو اللہ تعالےٰ اس قوم اور جماعت کو اس نعمت سے نوازتے ہیں۔

ایمان اور عملِ صالح کے اسی انعام کا وعدہ سورۂ نور میں ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ــــ (النور ـ ع ـ ۶)

اللہ کا وعدہ ہے، ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں کہ ان کو ضرور منتظم اور خلیفہ بنائے گا زمین کا، جیسا کہ ان سے پہلے گذشتہ اُمتوں کے مومنین صالحین کو خلیفہ بنایا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی سنّتِ قدیمہ اور اس کا ازلی قانون ہے کہ اگر دنیا میں ایمان اور عملِ صالح کی زندگی رکھنے والی امت موجود ہو تو اللہ تعالےٰ زمین کے انتظامِ حکومت کیلئے اُسی کا انتخاب کرتا ہے، اور اسی کو اپنی خلافت و نیابت دیتا ہے، یہ آیت بتاتی ہے کہ نزولِ قرآن سے پہلے زمانوں میں بھی یہی ہوا، اور نزول قرآن کے بعد کے دور کیلئے بھی یہی وعدۂ الٰہی اور منشور خداوندی ہے ــــ سورۂ انبیاء کے آخری رکوع میں اسی خداوندی دستور کا بیان ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ ــــ (الانبیاء ـ ع ـ ۷)

اور ہم لکھ چکے زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث ہوں گے اور اس کا انتظام کریں گے میرے صالح بندے۔

ضروری انتباہ:ــــ

ان آیتوں سے یہ سمجھنا کہ دنیا میں حکومت صرف صالحین کو ملتی ہے اور کسی گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا اس کے صالح ہونے کی نشانی ہے، بڑی گھٹیا درجہ کی غلط فہمی ہے، ان آیات کا مفاد جیسا کہ ہم نے بتلایا صرف یہ ہے کہ جب دنیا میں ایمان اور عملِ صالح والی کوئی امت اور جماعت موجود ہوگی تو اللہ تعالےٰ اپنی خاص نُصرت اور مدد سے زمین کا اقتدار و انتظام اس کے سپرد کردے گا اور یہ اس کے حق میں اللہ تعالےٰ کا انعام اور مزید ترقیات کا باعث ہوگا۔

تقویٰ

اللہ و یوم آخرت اور سلسلۂ نبوّت پر ایمان کے بعد جن چیزوں کی دعوت قرآن مجید نے زیادہ اہمیت کے ساتھ دی ہے اور جن کو گویا انسان کی فلاح و سعادت کا مدار بتلایا ہے ان میں سے ایک "تقویٰ" بھی ہے۔

تقویٰ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، پھر اللہ کی ناراضی اور اسکی پکڑ اور آخرت کے عذاب اور مواخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی گذارے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت اُبَیّ بن کعبؓ، جو علم قرآن میں خصوصی امتیاز اور مہارت رکھتے تھے (اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس خاص علمی حیثیت کی توثیق فرمائی تھی) ایک دن اُن سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کہ: "تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟" حضرت اُبَیّؓ نے فرمایا کہ:- "کبھی کانٹوں بھرے کسی راستے پر چلنے کا اتفاق تو آپ کو ضرور ہوا ہوگا" حضرت عمرؓ نے جواب دیا:- "کیوں نہیں! بارہا ایسے راستوں پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے" حضرت اُبَیّؓ نے فرمایا کہ:- "اُس وقت آپ نے کیا کیا؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا:- "میں نے اپنے جسم اور کپڑوں کو سنبھالا، اور خوب کوشش کی کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو کانٹوں سے بچا کر صحیح سالم نکل جاؤں" حضرت اُبَیّؓ نے فرمایا "فذٰلکَ التقویٰ"[1] (بس یہی تقویٰ کی حقیقت ہے) ——— واقعہ یہ ہے کہ تقویٰ کی کوئی تشریح اس سے بہتر اور بلیغ تر نہیں کی جا سکتی۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین اور تاکید فرمائی گئی ہے، ان

---

[1] ابن کثیر جلد اول ص۴۰

سب کا تو شمار بھی مشکل ہے، صرف چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں پڑھ لیجئے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ (آل عمران۔ ع۔ ۱۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے، اور (آخری دم تک اس تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے دل و جان سے اپنے اس مالک کی فرمانبرداری کرتے رہو یہاں تک کہ) تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جو سب کا پیدا کرنے والا، اور پرورش کرنے والا ہے، اور جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا نظام ہے اور بے انتہا بخشش و رحمت کے ساتھ جس کے قہر و جلال کی بھی کوئی حد نہیں ہے ایسے مالک سے بندہ کو جیسا ڈرنا چاہئے، ایمان والے اس سے ویسا ہی ڈریں، اور زندگی کی آخری سانس تک اس کی فرمانبرداری کرتے رہیں ——— اور سورۂ تغابن میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا فرمایا گیا ہے:-

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا ——— (تغابن۔ ع۔ ۲)

اللہ سے ڈرو، اور تقویٰ اختیار کرو، جس قدر بھی تم سے ہو سکے، اور دل و جان سے اس کے سارے حکم سنو اور مانو۔

اور سورۂ حشر میں فرمایا گیا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ——— (حشر۔ ع۔ ۳)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر متنفس کو ضرور دیکھنا (اور سوچنا) چاہئے کہ اس نے کل کے لئے (یعنی آخرت کے لئے) کیا سامان کیا ہے، اور (تم کو مکرر تاکید کی جاتی ہے کہ) اللہ سے ڈرتے رہو یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ اللہ تمھارے سب اگلے پچھلے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے (تمھارا کوئی عمل بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔)

اور سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:-

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوٓا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ——— (المائدہ ـ ع ـ ۶)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے قرب کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرتے رہو، تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

ان چاروں آیتوں میں تقوےٰ کی تاکید ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسکے ساتھ اسکے لوازم اور مقتضیات اختیار کرنے پر بھی پورا زور دیا گیا ہے ——— چنانچہ پہلی آیت میں "اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ" کے ذریعہ تقویٰ کے حکم کے بعد فرمایا گیا ہے کہ:- "زندگی کی آخری سانس تک اپنے پروردگار کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے رہو" ——— اور دوسری آیت میں اسی مضمون کو "وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا" کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے ——— اور تیسری آیت میں "وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" کے الفاظ سے ہر شخص کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنے اور سفرِ آخرت کیلئے اعمالِ صالحہ کا توشہ تیار کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے ——— اور چوتھی آیت میں "وَابْتَغُوٓا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ" کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن اعمالِ صالحہ اور جن طاعات و مجاہدات کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا قرب اور اسکی رضا حاصل ہو سکتی ہے، انکو اختیار کیا جائے، اور اس راہ میں پوری پوری جدوجہد کی جائے ——— اور آخر میں "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" فرما کر اہلِ تقوےٰ کو فلاح وکامیابی کی بشارت بھی سنائی گئی ہے، جو دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کو شامل ہے۔

پھر قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں میں اُس فلاح وکامیابی کی تفصیل کی گئی ہے جو تقویٰ کی روش اختیار کرنے کی بدولت اللہ کے متقی بندوں کو دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والی ہے۔

چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی یہاں پڑھ لیجئے! پہلے صرف دو تین وہ آیتیں پڑھئے جن میں اہلِ تقویٰ کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے ——— سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:-

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران ۲۴)

جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ان ہی باغات میں رہیں گے، اور پاک وصاف بیویاں وہاں انکی رفیق ہوں گی، اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے، اللہ اپنے سب بندوں (کے ظاہری وباطنی احوال) پر گہری نظر رکھتا ہے (اس لئے کسی کا متقی یا غیر متقی ہونا اس سے مخفی نہیں رہ سکتا)

اس آیت میں اہلِ تقویٰ کو جنت اور اسکی نعمتوں کے علاوہ اللہ کی رضا کا بھی مژدہ سنایا گیا ہے، جو یقیناً دنیا اور آخرت کی ساری نعمتوں سے بلند تر ہے ——— خود قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:-

"وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ" (سورۂ توبہ، ع ۹)

اور سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:-

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۝ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ ——— (نحل ـ ع ـ ۴)

اور متقیوں کا ٹھکانا کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے، غیر فانی اور سدا بہار بہشت کے باغات جن میں وہ داخل ہونگے، انکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں ان کیلئے وہ سب کچھ مہیا ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ متقیوں کو (ان کے تقویٰ کا) بدلہ دے گا۔

اور سورۂ قمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:-

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (قمر ـ ع ـ ۳)

جن بندوں نے دنیا میں تقویٰ کا رویہ اختیار کیا وہ (آخرت میں) باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قرب میں۔

اللہ اللہ! کیا نصیب اُن بندوں کے جن کو جنت میں ہر قسم کی دوسری نعمتوں کے ساتھ اپنے مالک کا قربِ خصوصی بھی حاصل ہوگا۔

ان آیتوں میں تو اہلِ تقویٰ کو صرف اُن انعامات کی خوشخبری سنائی ہے جن سے وہ مرنیکے

بعد عالمِ آخرت میں تو اُنے جائیں گے، اب چند آیتیں وہ بھی پڑھ لیجئے جن میں ان متقی بندوں کو آخرت کی جنت و مغفرت کے علاوہ اور اس سے پہلے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص کی بشارت سنائی گئی ہے ——— سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ (انفال ۔ع ۔۴)

اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ کا رویہ اختیار کروگے تو اللہ تم کو اپنے خاص فضل سے ایک امتیازی قوت اور امتیازی شان بخشے گا، اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا، اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جو "فُرْقَانًا" کا لفظ ہے (جس کا مطلب ہم نے یہاں "امتیازی قوت اور امتیازی شان" کے الفاظ سے ادا کرنا چاہا ہے) دراصل اسکے مفہوم میں بڑی وسعت ہے تقوےٰ کا رویہ اختیار کرنے والے بندوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کی معرفت کی جو ایک خاص صلاحیت عطا ہوتی ہے، اور انکی زندگی میں جو ایک نمایاں امتیاز ہوتا ہے جس کی وجہ سے انکی ہیبت و عظمت قلوب میں پیدا ہوتی ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد جو اُن کے ساتھ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے بلند مقاصد میں معجزانہ قسم کی کامیابی حاصل کرتے ہیں، فرقان کے مفہوم میں دراصل یہ سب کچھ داخل ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کو یہ سب ہی کچھ اس دنیا میں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اسی کے ساتھ گناہوں کی معافی اور بخشش کا بھی جس کا تعلق عالمِ آخرت سے ہے۔

اور سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ○ ——————— (اعراف ۔ع ۔۱۰)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرتے تو ہم زمین و آسمان سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس سنّت اور اس قانون کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی ملک اور کسی علاقہ کے لوگ ایمان اور تقویٰ والی زندگی اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر جن نعمتوں کا تعلق آسمان سے ہے، وہ ان پر آسمان سے برستی ہیں، اور جن کا تعلق زمین سے ہے وہ زمین سے اُن کے لئے اُبلتی ہیں۔

اور سورۂ طلاق میں اہلِ تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسی خاص فضل و کرم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے :-

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ○
(الطلاق ۔ع ۔۱)

اور جو لوگ تقویٰ کا رویہ اختیار کریں، انکے واسطے اللہ تعالیٰ مشکلات اور سختیوں سے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے، اور اُن کو اُن طریقوں سے رزق دیتا ہے جن کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اور سورۂ یونس میں اہلِ تقوےٰ کو "اللہ کے دوست" قرار دے کر ان کو دنیا اور آخرت میں سرفرازی کی بشارت سنائی گئی ہے ——— ارشاد ہے :-

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ○ (یونس ع ۷)

یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انھیں کوئی خوف و غم نہ ہوگا، وہ لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کا رویہ انھوں نے اختیار کیا، اُن کے لئے خاص خوشخبری ہے دنیا کی زندگانی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس آیت میں اہلِ تقویٰ کو "اولیاء اللہ" (اللہ کے دوست) کہا گیا ہے، جو یقیناً اُن کا بہت ہی بڑا اکرام و اعزاز ہے، لیکن اس سے بھی بڑا اعزاز ان کا یہ ہے کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کو ان کا دوست بتلایا ہے ——— سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہے :-

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ○ ——————— (جاثیہ ۔ع ۔۲)

اور اللہ دوست ہے تقویٰ والوں کا۔

اسی طرح سورۂ نحل کی آخری آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک ذات کو متقیوں کا رفیق اور ساتھی بتلایا ہے ــــــ ارشاد ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ ـ (نحل ـ ع ـ ۱۶)

اللہ اپنے ان بندوں کے ساتھ (اور ان کا رفیق) ہے، جو متقی اور نیکو کار ہیں۔

بلاشبہ کسی بندے کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا کہ اس کا مالک و مولا اس کے بارے میں فرمائے کہ ہم اس کے دوست، اس کے رفیق، اور اس کے ساتھ ہیں۔ ع

"کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے"

تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صالح کی روح ہے

قرآن مجید تقویٰ ہی کو نیکی کی اصل و اساس اور سارے اعمال کی روح قرار دیتا ہے۔ سُورۂ بقرہ میں ارشاد ہے :۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج ــــــ (بقرہ ـ ع ـ ۲۴)

ولیکن نیکی کی حقیقت تو بس یہ ہے کہ کوئی اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے۔

اور سورۂ حج میں قربانی کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا، کہ: تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو مطلوب نہیں ہے اور نہ وہ اس کے پاس پہنچتا ہے، بلکہ دل کا جو جذبہ اور جو کیفیت قربانی کے حکم کی تعمیل کراتی ہے یعنی تقویٰ بس وہ مطلوب ہے، اور وہی خدا کے پاس پہنچتا ہے اور قبول ہوتا ہے، اور وہی گویا عمل کی روح ہے :۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ (الحج ع ۵)

تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا، اس کے حضور جو کچھ پہنچتا ہے وہ تمھارے دلوں کا "تقویٰ" ہے۔

اسی لئے ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ اُسی عمل کو قبول کرتا ہے جس کے کرنے والے میں تقویٰ ہو، اور اس نے وہ عمل تقویٰ کی صفت کے ساتھ کیا ہو، یعنی اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی فکر اس عمل کی محرک ہو ــــــ ارشاد ہے :۔

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ ــــــ (مائدہ ـ ع ـ ۵)

اللہ تقویٰ والوں ہی کے عمل قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید میں تقویٰ کی تعلیم و دعوت ترغیبی انداز میں بھی دی گئی ہے اور ترہیبی انداز میں بھی، یعنی بہت سے مقامات پر تو مغفرت و رحمت اور جنّت و رضائے الٰہی کی جیسی خوشخبریاں سنا کر تقویٰ پر ابھارا گیا ہے اور بہت سی آیتوں میں اسی طرح قیامت اور آخرت کے ہولناک مناظر کا ذکر کر کے انسان کے دل میں تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ــــــ پہلے چند ترہیبی آیتیں پڑھئے :۔

سورۂ حج میں ارشاد ہے :۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ۝
(الحج ـ ع ـ ۱)

اے آدمؑ کے فرزندو! اپنے پروردگار سے ڈرو یقین کرو کہ قیامت کا بھونچال بڑا ہی سخت حادثہ ہوگا، جس دن وہ قیامت تمھارے سامنے آجائے گی اور تم (اسکے ہیبت ناک مناظر دیکھو گے) تو حالت یہ ہوگی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہے گا، یہاں تک کہ ننھے بچے کو دودھ پلانے والی ماں اپنے اس بچے کو بھول جائے گی، اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں بیہوش اور وہ کسی نشہ سے بیہوش نہ ہوں گے مگر اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اس ہولناکی اور دہشت سے ان کا یہ حال ہوگا)

اور سورۂ لقمان کے آخر میں ارشاد ہے :۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ——— (لقمان ۔ ع ۔ ۴)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہیں کرسکے گا، اور نہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف سے کسی مطالبہ کی ادائیگی کرے گا (بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی فکر ہوگی) یقین کرو کہ اللہ کا وعدہ بالکل حق اور اٹل ہے، پس یہ دنیوی زندگانی تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے، اور اسی طرح دھوکہ باز شیطان اللہ کی طرف سے تم کو کسی فریب میں مبتلا نہ کردے۔

ان دونوں آیتوں میں تو تقویٰ اور خوفِ خدا دلوں میں پیدا کرنے کے لئے قیامت اور آخرت کے شدائد اور ہولناک مناظر کا بیان کیا گیا ہے (اور بلاشبہ یہ ایسا بیان ہے کہ اگر کسی دل میں اس کو سن کر بھی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا نہ ہو تو بلاشبہ وہ دل پتھر کا ہے) اور بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے قہر و عذاب کا ذکر کرکے بھی دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ——— مثلاً سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ——— (بقرہ ۔ ع ۔ ۲۴)

اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ (مجرموں کو) اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

اسی طرح سورۂ مائدہ کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ——— (مائدہ ۔ ع ۔ ۱)

اور ڈرو اللہ سے، یقیناً اللہ (مجرموں کو) سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور چند آیتوں کے بعد فرمایا گیا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ——— (المائدہ ۔ ع ۔ ۲)

اور ڈرو اللہ سے، یقیناً اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے۔

اور اس سے اگلی ہی آیت میں پھر فرمایا گیا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ——— (المائدہ ۔ ع ۲)

اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

بعض مقامات پر تقویٰ کی تعلیم و تلقین کے لئے یہ عنوان بھی اختیار فرمایا گیا ہے کہ: "اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو تم کو اس کے حضور حاضر ہونا ہے" ——— مثلاً سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ——— (بقرہ ۔ ع ۔ ۲۵)

اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ تم سب اس کے سامنے جمع کئے جاؤ گے۔

پھر دو رکوع کے بعد اسی سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ——— (بقرہ ۔ ع ۔ ۲۸)

اور اللہ سے ڈرو اور یقین جانو کہ تم سب اس کے سامنے حاضر ہونے والے ہو۔

ان سب آیتوں میں تو ترہیبی انداز میں تقویٰ کی تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے اب چند آیتیں وہ بھی پڑھ لیجئے جن میں ترغیبی انداز میں یعنی مغفرت و رحمت اور جنت و رضائے الٰہی کی خوشخبریاں سنا سنا کر تقوے پر ابھارا گیا ہے ——— سورۂ نساء میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ——— (النساء ع ۱۱)

اور اگر تم اصلاح اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرو تو اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے (وہ تمہارے ساتھ مغفرت اور رحمت ہی سے پیش آئے گا۔)

اور سورۂ حجرات میں فرمایا:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ ——— (الحجرات ع ۔ ۲)

اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو، اللہ بہت عنایت فرمانے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور اسی سورہ میں فرمایا:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ——— (الحجرات ۔ ع ۔ ۱)

اللہ سے ڈرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، تاکہ تم پر تمہارے مالک کی رحمت ہو۔

دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ تقویٰ کے لئے مغفرت و رحمت کے علاوہ اپنی محبت اور اپنے پیار کا بھی وعدہ فرمایا ہے ــــــ سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے :۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ (اٰلِ عمران ع ۸)

ہاں جو پورا کریں عہد اور تقوے کا رویہ اختیار کریں تو اللہ ان متقی بندوں سے محبت اور پیار کرتا ہے

اسی طرح توبہ میں ارشاد ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ ــــــ (توبہ ۔ ع ۔ ۱)

یقیناً اللہ کا پیار ہے اپنے متقی بندوں پر۔

ان آیتوں میں اہلِ تقوے کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی جس محبت اور رحمت کی خبر دی گئی ہے اس کا اصل ظہور تو عالمِ آخرت ہی میں ہوگا جو دراصل جزا کا عالم ہے لیکن قرآن مجید ہی نے بتلایا ہے کہ کسی درجہ میں اس کا ظہور اس دنیا میں بھی ہوتا ہے اس مضمون کی چند آیتیں چند ہی ورق پہلے ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں، ایک آیت یہاں اور پڑھ لی جائے ــــــ سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے :۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○ (اٰلِ عمران ۔ ع ۱۲)

اور اگر تم صبر و استقلال اور تقوے کے ساتھ رہو تو تمھارے ان دشمنوں کی چالوں (اور ان کے خفیہ واروں) سے تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا (کیونکہ پھر اللہ تمھارا محافظ اور مددگار ہوگا) اور وہ دشمن جو کچھ کرتے ہیں (اور تمھیں نقصان پہنچانے کے لئے جو خفیہ چالیں چلتے ہیں) اللہ تعالےٰ اس سب کو جانتا ہے اور سب اس کے بس میں ہے۔

گویا اللہ تعالےٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ اللہ کے جو بندے صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کریں گے ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ ان کا حامی اور مددگار رہوگا، اور ان کی بدخواہیوں اور بداندیشیوں سے ان کی حفاظت فرمائے گا۔

اہلِ تقویٰ کو ایک خوشخبری قرآن مجید یہ بھی سناتا ہے کہ موت کے وقت انکی روح خوش و خرم ہوتی ہے اور قبضِ روح کیلئے جو فرشتے اُنکے پاس آتے ہیں، وہ اُن کو پہلے سلام کر کے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

سورۂ نحل میں اہلِ تقویٰ کو آخرت میں جنت اور اسکی نعمتوں اور لذتوں کی خوشخبری سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے :۔

كَذٰلِكَ يَجْزِى اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (نحل ۔ ع ۔ ۴)

اللہ تعالےٰ ایسی ہی جزا دے گا متقیوں کو، وہ متقی بندے جن کی روح قبض کرتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں کہتے ہیں ان سے تمھارے لئے تمھارے رب کی طرف سے سلامتی ہے، (اور اس کا تمھارے لئے فرمان اور فیصلہ ہے کہ) پہنچ جاؤ اسکی تیار کی ہوئی جنت میں اپنے اعمال کے سبب سے۔

نیز قرآن مجید ہی کا بیان ہے کہ اسی طرح آخرت میں جنت کے داخلہ کے وقت بھی وہ فرشتے جو جنت کے نگراں مقرر ہیں، اہلِ تقوے کا استقبال بڑے اکرام اور اعزاز سے کریں گے اور ان کو سلام کر کے اور مبارکباد دے کے اللہ تعالےٰ کے انعامات کی بشارتوں سے ان کو شاد کریں گے ــــــ پڑھئے سورۂ زمر کے آخری رکوع کی یہ آیت :۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ (زمر ۔ ع ۔ ۸)

اور لے جائے جائیں گے متقی بندے جنت کی طرف گروہ در گروہ یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اسکے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو، پس داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کے لئے۔

فرشتوں کی طرف سے یہ سلامی اور مبارکباد لیتے ہوئے اللہ کے یہ متقی بندے اس جنت میں داخل ہونگے جو اللہ نے انہی کے لئے سجائی اور بنائی ہے (اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ) اور اس وقت انکی زبانوں پر اپنے مالک کی حمد و شکر کا یہ ترانہ ہوگا ــــــ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ــــــ (زمر ع ۸)

تمام تر تعریف ہے اس خدا کے واسطے جس نے پورا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث بنایا

ہم کو اس زمین کا کہ ہم ٹھکانہ بناتے ہیں جنت میں جہاں چاہیں۔

پھر جنت میں اللہ کے ان متقی بندوں کو جو نعمتیں اور جو راحتیں اور لذتیں عطا فرمائی جائیں گی حق تو یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا، تاہم ہم نے چند صفحے پہلے جو دو چار آیتیں اس مضمون کی درج کی ہیں ان سے جو کچھ اجمالی اندازہ ہو سکتا ہے اہلِ ایمان میں جنت کا شوق اور اس کی طلب و تڑپ پیدا کرنے کے لئے بلا شبہ وہ بھی کافی ہے ——

اس سلسلے میں سورۂ صٓ کی یہ آیت پڑھ کر بھی اپنی ایمانی روح کو تازہ کر لیا جائے۔

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰب ۞ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَاب ۞ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَاب ۞ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَاب ۞ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَاب ۞ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَاد ۞ —————— (ص ـ ع ـ ۴)

اور یقیناً متقیوں کیلئے ہے اچھا ٹھکانا، باغ ہیں غیر فانی، کھلے ہوئے ہیں ان کیلئے دروازے بیٹھے ہیں ان میں تکیہ لگائے، منگاتے ہیں میوے اور شربت اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں، سب ایک عمر کی —— یہ ہے وہ (انعام) جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روز حساب کیلئے بیشک یہ ہے ہمارا رزق جس کو کبھی نبٹرنا نہیں۔

قرآن مجید نے تقویٰ کی تعلیم و ترغیب اور اسکے فضائل و برکات اور اس پر دنیا اور عقبیٰ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے انعامات اور بشارتیں سنانے کے ساتھ ایک نہایت اہم اعلان تقویٰ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔ بندوں کی چھوٹائی بڑائی اور اُن کی پستی اور بلندی کا معیار اللہ کے نزدیک بس تقویٰ ہی ہے پس جو تقویٰ میں جتنا اونچا اور جس قدر ممتاز ہے اللہ تعالےٰ کی نگاہ اور اسکی سرکار میں وہ اتنا ہی اونچا اور اتنا ہی ممتاز ہے اور جو تقوے میں جتنا ناقص، جتنا ہیٹا، اور جتنا گھٹیا ہے، وہ اللہ کی نگاہ اور اسکی سرکار میں اتنا ہی ناقص اور گھٹیا اور بے قیمت ہے —— سورۂ حجرات میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ —————— (الحجرات ـ ع ـ ۲)

اللہ کے یہاں تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ تقوے ہی بندے کی وہ صفت ہے جو اس کو ان معاصی اور منکرات سے روکتی ہے جن سے رکنے ہی میں اللہ تعالےٰ کی رضا ہے اور وہی اُن اعمالِ صالحہ اور اخلاق حسنہ کو پیدا کرتی ہے جن سے اللہ تعالےٰ کی رضا وابستہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِ نُفُوْسَنَا تَقْوٰاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا۔

تقویٰ کی نشانیاں اور اہلِ تقویٰ کے اوصاف

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے تقویٰ دراصل دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے پھر اُس کیفیت کے دل میں ہونے سے آدمی احتیاط اور پرہیزگاری کی جو زندگی گذارتا ہے اس کو بھی تقویٰ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کی عملی زندگی پر تقویٰ کے کیا اثرات ہوتے ہیں، اور اہلِ تقویٰ کی خاص علامات اور نشانیاں کیا ہیں، چند آیتیں اس سلسلے کی بھی پڑھ لیجئے —— سورۂ بقرہ کے بالکل شروع ہی میں ارشاد ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ —————— (بقرہ ـ ع ـ ۱)

یہ کتاب (قرآن مجید) ہدایت ہے متقی بندوں کے واسطے (وہی اس سے نفع اٹھائیں گے یہ متقی بندے وہ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ) وہ بن دیکھی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، اور خوب اچھی طرح نماز ادا کرتے ہیں، اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے، اس میں سے (ہماری راہ میں بھی) خرچ کرتے ہیں۔

یہاں اہلِ تقویٰ کی موٹی موٹی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:۔ ایکؔ اللہ کے رسول کی بتلائی ہوئی اُن غیبی حقیقتوں کو دل سے ماننا اور اُن پر ایمان لانا جن کو آدمی بطورِ خود نہیں جان سکتا (مثلاً اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات، قیامت و آخرت، اور جنت دوزخ وغیرہ) دوسرے نماز اچھی طرح ادا کرنا، اور

تیسرے اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ کرنا ——— پس جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک بات نہ پائی جائے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے ——— پھر اسی سورۂ بقرہ میں آگے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے:۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ
وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ
اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ ——— (بقرۃ ۔ ع ۔ ۲۲)

اصل نیکی کرنے والے (جنکی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت ہے) وہ بندے ہیں جو ایمان لائے سچے دل سے اللہ پر اور یوم آخر پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتاب پر اور نبیوں پر اور اپنا محبوب مال انھوں نے اللہ کی محبت میں (اسکے حکم کے مطابق) دیا اپنے (حاجتمند) اہلِ قرابت کو، اور عام یتیموں، مسکینوں کو اور (ضرورتمند) مسافروں اور سائلوں کو اور (خرچ کیا) غلاموں کی رہائی میں اور اچھی طرح قائم کی انھوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو جبکہ کسی سے کوئی عہد کریں اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف و مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں یہی ہیں راست باز اور متقی بندے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ راست باز اور متقی وہ لوگ ہیں جن میں تقوے کے یہ آثار اور یہ نشانیاں پائی جائیں وہ ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور یوم آخرت پر اور اللہ کے فرشتوں اور اللہ کی کتابوں پر اور نبوت کے پورے سلسلے پر اور مال کی محبت اور چاہت کے باوجود اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے وہ اسکو بے دریغ خرچ کرتے ہوں، اپنے حاجت مند قرابت داروں پر، عام مسکینوں یتیموں پر اور ضرورتمند مسافروں اور سائلوں پر اور اللہ کے بندوں کو قیدِ غلامی سے آزاد کرانے پر ——— نیز وہ پوری فکر کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ ادا کرنیوالے ہوں، زبان کے سچے اور وعدے کے پکے ہوں، اور اللہ کے حکم کے مطابق اور اسکی راہ میں تنگیاں اور سختیاں جھیلنے والے اور حق پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہوں ——— اور سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ
الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا
فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ
وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ○
(آل عمران ۔ ع ۔ ۱۴)

لوگو! تیزی سے بڑھو اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور وسیع جنت کی طرف جسکی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے وہ ان متقی بندوں کیلئے تیار کی گئی ہے (جنکی سیرت یہ ہے کہ) وہ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، خوشحالی میں بھی اور تنگی اور تکلیف میں بھی اور جو آپس کے اختلافات و نزاعات میں غصے کو پی جاتے ہیں، اور دوسرے لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، اور اللہ ایسے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے ——— اور (وہ بندے بھی متقیوں ہی میں شامل ہیں، اور جنت کے وہ بھی مستحق ہیں) (جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی اتفاق سے کوئی شرمناک بات ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ انھیں یاد آجاتا ہے پھر وہ اس سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہیں ——— اور کون ہے سوا اللہ کے جو بخشے گناہوں کو ——— (اور پھر وہ اس گناہ سے باز رہتے ہیں) اور دیدہ و دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے (اور اس کو اپنی عادت نہیں بناتے)۔

اس آیت میں اہلِ تقویٰ کی علامات اور صفات یہ بیان کی گئی ہیں کہ وہ خوشی اور راحت اور تکلیف و مصیبت دونوں حالتوں میں خدا کو یاد رکھتے اور اسکے احکام کے مطابق اسکی راہ میں اپنا کمایا ہوا روپیہ خرچ کرتے ہیں، اور اپنے ذاتی معاملات میں غصے کو پی جانے والے اور قصورواروں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں ——— آگے فرمایا گیا ہے کہ:۔ اور جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی شیطان کے دھوکے یا نفس کے فریب میں آکر ان سے کوئی ناشائستہ حرکت یا کوئی معصیت سرزد ہو جاتی ہے تو انھیں اللہ اور اس کا عذاب یاد آجاتا ہے، اور پھر وہ سچے دل سے اس سے معافی مانگتے ہیں، اور گناہ کو وہ عادت نہیں بناتے

وہ بھی متقیوں ہی میں شمار ہیں، اور یہی آخری بات سورۂ اعراف میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ (الاعراف۔ ع۔۲۴)

جن بندوں کے دلوں میں تقویٰ ہوتا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی شیطان کی طرف سے کوئی چوکر ان کو لگتا ہے (اور وہ خبیث ان پر کمند ڈالتا ہے) تو فوراً ہی ان میں چونک پیدا ہوتی ہے اور انکی ایمانی بصیرت بیدار ہو جاتی ہے (اور پھر وہ اسکے جال سے نکل جاتے ہیں)

اور سورۂ حج میں تقویٰ کا ایک خاص اثر یہ بتلایا گیا ہے کہ جس دل میں تقویٰ ہوگا وہ اللہ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کا بہت ادب اور انکی بہت تعظیم کریگا، جیسے اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول اللہ کی مسجدیں خاص کر خانۂ کعبہ، اسی طرح اللہ کے نام اور اللہ والوں کا وہ ادب کریگا، الغرض اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی علیٰ فرقِ مراتب تعظیم اور ان کا ادب کرنا بھی تقوے کے خاص آثار و علامات میں سے ہے ۔۔۔۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۝ ۔۔۔۔ (الحج۔ ع۔۴)

اور جو بندے تعظیم کریں اللہ کے شعائر کی (یعنی اس سے خاص نسبت رکھنے والی چیزوں کی) تو ان کا یہ ادب و تعظیم کا رویہ ان کے دلوں کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

اور اسی بنا پر سورۂ حجرات میں بارگاہِ نبویؐ کا ادب کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۝ ۔۔۔۔ (الحجرات ع۔۱)

جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں (از راہِ ادب) دبی آواز سے بولتے ہیں وہی وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے جانچ کر انتخاب کر لیا ہے تقویٰ کے لئے ان کے لئے اللہ کی معافی ہے، اور ثواب عظیم ہے۔

الغرض ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب، اور اسی طرح اللہ تعالےٰ سے خاص تعلق و نسبت رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم تقوے کے لازمی اثرات میں سے ہے جو بے ادب اور بیباک اس سے محروم ہیں ان کے دلوں کو تقوے کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں۔

تقوے کے آثار اور اہلِ تقویٰ کے اوصاف کے سلسلہ میں اب صرف ایک آیت اور پڑھ لیجئے! سورۂ ذاریات میں اہلِ تقویٰ کو جنت اور نعمہائے جنت کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۝ (الذاریات۔ ع۔۱)

یقیناً ہمارے متقی بندے بہشتی باغات میں اور خوش منظر رواں چشموں میں رہیں گے، ان کا پروردگار جو خاص نعمتیں ان کو دے گا، وہ ان کو (اپنے ہاتھوں سے) وہاں لیں گے، یہ بندے پہلے سے تھے اچھے کام کرنے والے، راتوں کو یہ تھوڑا سوتے تھے، (اور زیادہ وقت نماز اور ذکر و دعا وغیرہ عبادات میں گذارتے تھے) اور سحر کے وقتوں میں پھر اللہ تعالےٰ سے معافی اور بخشش کی دعائیں مانگتے تھے، اور ان کے مالوں میں حصہ تھا ضرورت مند سائلوں اور ہارے ہوئے آفت رسیدوں کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کے خاص آثار میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کم سوئے اور اسکی راتوں کا زیادہ حصہ اللہ کی یاد اسکی عبادت اور دعا و استغفار میں گذرے اور اس کے بعد بھی وہ مطمئن اور بے فکر نہ ہو بلکہ رات اس طرح گذارنے کے باوجود اپنے کو خطاکار اور قصوروار سمجھتے ہوئے سحر کے وقت اپنے اللہ سے معافی اور بخشش ہی کا سوال کرے ۔۔۔۔ اور اپنی دن کی کمائی میں ضرورت مند سائلوں اور ایسے بے دست و پا بندوں کو حصے دار بنائے جو کسی مرض یا کسی اور آفت کی وجہ سے ضروریات کے محتاج ہو گئے ہوں۔

اِن سب آیتوں کو جمع کرنے سے تقویٰ والی زندگی کی ایک مکمل تصویر تیار ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمارے قلوب کو تقوے کے نور سے منور فرمائے اور ہماری زندگیوں کو متقیوں والی زندگی بنائے، اور ہمارے ساتھ چلنے والوں اور ہماری آئندہ نسلوں کو بھی تقویٰ نصیب فرمائے۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝

خدا کی عبادت

تمام ادیان و مذاہب کا جن چند بنیادی باتوں پر اتفاق ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو خدا کی عبادت کرنی چاہئے ——— عبادت سے مُراد خاص وہ اعمال ہوتے ہیں جن کو بندہ اللہ کے حضور میں اس کی رضا اور رحمت کا طالب بن کر اپنی بندگی اور سرافگندگی ظاہر کرنے کے لئے، اور اپنے عمل سے اس کی معبودیت اور عظمت و کبریائی کی شہادت ادا کرنے کے لئے کرتا ہے ——— جیسے اسلام میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، ذکر، دعا، تلاوت اور قربانی وغیرہ ——— یہ سارے عبادتی اعمال بندہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کا معبود اس سے راضی ہو، اس پر رحمت فرمائے، اور ان کے ذریعہ اس کی روح کو پاکیزگی اور خدا کا تقرب حاصل ہو.

انسان کے اچھے اعمال میں صرف عبادات ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا تعلق براہِ راست صرف اللہ سے ہوتا ہے یعنی عبادت صرف اس کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور اس کے سامنے اپنی بندگی کے اظہار اور رشتۂ عبودیت کو استوار کرنے ہی کے لئے کی جاتی ہے، اور مٹی سے بننے والے اور گندہ پانی کے ناپاک قطرہ سے پیدا ہونے والے انسان کو اسی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کا وہ تقرب وہ رابطہ اور وہ حضوری حاصل ہوتی ہے جو دراصل ساکنین ملاء اعلیٰ کا حصہ ہے اسی لئے تمام ادیان نے اپنے ماننے والوں سے خدا کی عبادت کا مطالبہ کیا ہے اور اس کو انسان کا مقدس ترین عمل قرار دیا ہے۔

عبادات کی تین۳ قسمیں کی جاسکتی ہیں:۔ خالص جسمانی۱، خالص مالی۲، یا دونوں سے مرکب۳.

خالص جسمانی وہ عبادات ہیں جن میں روپیہ خرچ نہیں ہوتا، بلکہ ان کا تعلق صرف انسان کے

جسم سے ہوتا ہے، جیسے اللہ کے حضور میں سجدہ کرنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، اللہ کے گھر کا طواف کرنا.

اور خالص مالی سے مراد وہ عبادات ہیں جو اللہ کی راہ میں صرف مال خرچ کرکے ادا کی جاتی ہیں، اور ان میں کوئی خاص جسمانی عمل نہیں کرنا پڑتا، جیسے صدقہ و خیرات کرنا، اللہ کیلئے کوئی نذر مان کر اس کو ادا کرنا، قربانی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اور مرکب وہ عبادات ہیں جن کی ادائیگی میں جسم اور مال دونوں کا استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ حج اور عمرہ۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں جتنے پیغمبر مختلف زمانوں میں آئے اور جتنی کتابیں بھی نازل ہوئیں ان سب کے ذریعہ بندوں کو ان عبادات کا حکم دیا گیا ہے، زمانے کے حالات اور امتوں کے احوال کے مطابق اگرچہ عبادات کے نظام اور ان کی مقررہ شکلوں میں کچھ اختلاف رہا ہے لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبادات کا حکم اور مطالبہ ہمیشہ رہا ہے، خصوصیت سے نماز اور زکوٰۃ (یعنی اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات) ہر شریعت کے اہم اجزا رہے ہیں۔

"سورۂ انبیاءؑ" میں بہت سے اگلے نبیوں کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ ——— (الانبیاء-ع-۵)

اور ہم نے بنایا ان کو راہبر، وہ رہنمائی کرتے تھے (اپنی اُمتوں کی) ہمارے حکم سے، اور ہم نے پیغام دیا اُن کو نیکیوں کے کرنے کا، اور (خاص کر) نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا، اور وہ سب ہمارے عبادت گذار بندے تھے۔

اور "سورۂ مائدہ" میں بنی اسرائیل کے عہد کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا گیا ہے:۔

وَقَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ج (مائدہ-ع-۳)

اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے (اُن سے) کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے قائم رکھی نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ اور ایمان لاتے رہے تم میرے رسولوں پر (جو بعد میں میری طرف سے آئیں گے) اور (اُن کی دینی جدو جہد میں) تم اُن کی مدد کرتے رہے اور خدا کے کام میں اپنی دولت اچھی طرح صرف کرتے رہے تو (تمہارے ان نیک اعمال کی وجہ سے) ضرور بالضرور مٹادوں گا تمہارے گناہوں کو (یعنی وہ معاف کر دیئے جائیں گے) اور بساؤں گا تمھیں اُن جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اور "سورۂ بیّنہ" میں اہلِ کتاب کے اختلاف و انکار کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے:۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؁ ——— (البیّنۃ۔ع۔۱)

اور ان کو صرف یہی حکم تو دیا گیا تھا کہ وہ عبادت اور بندگی کریں اللہ کی پورے اخلاص کے ساتھ صرف اسی کے بندے ہو کر، اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور (وہ بھی جانتے ہیں کہ) یہی دین قیم ہے (جس کی دعوت اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے۔)

بہر حال قرآن مجید نے جا بجا یہ بتایا ہے کہ عبادت دین کا اہم رکن ہے اور پیغمبروں کے ذریعہ اُمت سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے ——— اور یہ اس لئے نہیں کہ اللہ کو ہماری عبادت کی کوئی ضرورت ہے یا اسکی شان میں ہماری عبادت سے کوئی اضافہ ہوتا ہے، یا ہمارے رکوع سجدے اور ہمارے صدقہ وخیرات سے اس کو کوئی نفع پہونچتا ہے، بلکہ صرف اس لئے بندوں کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے کہ عبادت ہی کے ذریعہ ہماری روحوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور اپنے مالک و معبود سے ہمارا رابطہ قائم ہوتا ہے۔

سورۂ احزاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے چند باتوں کی خاص نصیحت اور تاکید فرمائی گئی ہے، اور اس نصیحت کو ان لفظوں پر ختم کیا گیا ہے:۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ؁ (احزاب۔ع۔۴)

اور (اے نبی کی گھر والیو) اچھی طرح ادا کرتی رہو نماز، اور دیتی رہو زکوٰۃ، اور فرمانبرداری کرتی رہو اللہ و رسول کے سب احکام کی (اس نصیحت اور ان احکام سے) اللہ تعالےٰ کا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے ہر قسم کی آلائش اور گندگی دور ہو، اور تم کو کامل طور سے پاک کر دیا جائے۔

الغرض عبادت کا حکم اگلی اُمتوں کو بھی اسی لئے دیا گیا تھا، اور ہم کو بھی اسی لئے دیا گیا ہے کہ اسکے ذریعہ بندوں کی روحوں کو پاکیزگی حاصل ہو، اور وہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور قُرب کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنیں۔

اس تمہید کے بعد قرآن مجید کی چند وہ آیتیں پڑھئے جن میں ہم کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے ———

"سورۂ حج" میں ارشاد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؁ ——————— (الحج۔ع۔۱۰)

اے ایمان والو! اللہ کے لئے رکوع کرو، اور سجدہ کرو (یعنی نماز پڑھو) اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو، تاکہ تمھارا بھلا ہو۔

اس آیت میں بھی یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ عبادت کا حکم صرف بندوں کی بھلائی کیلئے دیا گیا ہے، خدا کو ان کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ——— اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ؁ (بقرہ۔ع۔۵)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

پھر اسی سورۂ بقرہ میں آگے ارشاد ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ؁ ——— (البقرۃ۔ع۔۱۳)

اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور جو نیکی بھی اپنے لئے آگے بھیجو گے، اس کو خدا کے پاس پالو گے، اللہ تعالےٰ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔

اور سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ ○ (ابراھیم ع ۵)

اے پیغمبر! میرے جو بندے ایمان لے آئے ہیں ان کو پیغام دیجئے کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور سے یا علانیہ طور سے (جیسا موقع ہو ہماری راہ میں) خرچ کریں (اور نیکی کے یہ سارے کام قیامت کے) اس دن کے آنے سے پہلے کرلیں جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی۔

یعنی اُس دن نیک اعمال ہی پر نجات کا دار و مدار ہوگا اور نیک عمل اگر بندہ خود اپنے ساتھ نہیں لے گیا ہے تو نہ وہاں کہیں سے خرید سکے گا نہ کوئی ایسا دوست وہاں ہوگا جو اس کو اپنے نیک اعمال بخشدے، لہٰذا بندوں کو چاہیئے کہ جو وقت ملا ہوا ہے اس کو غنیمت سمجھیں اور نماز اور صدقہ وخیرات وغیرہ عبادات کا ذخیرہ جمع کرکے اپنی نجات کا سامان کریں۔

اس کے بعد چند وہ آیتیں پڑھئے جن میں عبادت گزار بندوں کو بشارتیں سنائی گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے پیار و محبت سے ان کا ذکر فرمایا ہے ——— "سورۂ حج" میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ (الحج ع ۵)

اور اے پیغمبر! بشارت دیجئے اور خوشخبری سنائیے ہمارے اُن نیاز شعار اور عبادت گذار بندوں کو جن کا حال یہ ہے کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا تو خوفزدہ ہوجاتے ہیں اُن کے دل، اور جو صبر کرتے ہیں اس پر جو اُن پر پڑتی ہے، اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کے اور (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے۔

اور سورۂ رعد میں ارشاد ہے:۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ

عُقْبَی الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ○ ——— (الرعد ع ۳)

اور ہمارے جن بندوں نے اپنے نفس کو تھامے رکھا (اس کی بری خواہشوں سے) اپنے رب کی رضا جوئی میں، اور قائم کی انھوں نے نماز، اور خرچ کیا انھوں نے اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا تھا (موقع کے مطابق) پوشیدہ اور علانیہ، اور کرتے ہیں وہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی، ان بندوں کیلئے آخرت کا اچھا گھر ہے، باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں رہیں گے اور اُنکے ساتھ اُنکے باپ دادوں اور اُنکی بیویوں اور اُنکی اولاد میں سے جو نیک ہوئے ہوں گے، اور فرشتے آئیں گے اُنکے پاس ہر دروازہ سے اور کہیں گے سلام ہو تم پر اے اللہ کے بندو، بدلہ اس کا جو تم نے صبر کیا، خوب ہے اور مبارک ہے تمھارا آخرت کا یہ گھر۔

اور سورۂ نور میں ارشاد ہے:۔

یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ ——— (النور ع ۵)

اُن عبادت خانوں میں (جن کا اوپر ذکر ہوا) اس (اللہ) کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں صبح و شام وہ بندے (جن کے تعلق باللہ کا حال یہ ہے) کہ ان کو غافل نہیں کرسکتا کوئی تجارتی مشغلہ اور نہ کوئی خرید و فروخت کا کام اللہ کی یاد سے، اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے، وہ بندے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اس دن کی فکر سے جس میں کہ اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں، تاکہ بدلہ دے اُن کو اللہ اُنکے بہترین اعمال کا، اور مزید عطا فرمائے اُن کو اپنے فضلِ خاص سے، اور اللہ تعالیٰ دیوے گا جسکو چاہے گا بے حساب۔

اور سورۂ توبہ میں ایک جگہ ان بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت کا خاص وعدہ ہے ان کے خاص اوصاف یہ بیان فرمائے گئے ہیں :-

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ——— (التوبہ ع-۱۴)

وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت گذار ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، رکوع سجود کرنے والے یعنی نمازیں پڑھنے والے ہیں، اچھے کاموں کیلئے کہنے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے ہیں، اور اللہ کی باندھی ہوئی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اے رسول (ان صفات کے رکھنے والے) مومنین کو آپ (ہماری رحمت اور جنّت کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

اور سورۂ مومنون میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ (مومنون ع ۱)

یقیناً فلاح پائی ان ایمان والوں نے (اور اپنی مراد کو پہونچ کر وہ کامیاب ہوگئے) جو اپنی نمازیں خشوع کی صفت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں اور جو لغو و فضول باتوں اور مشغلوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔

اُسکے بعد انکی پاکدامنی اور امانت داری وغیرہ بعض اخلاقی محاسن کا ذکر فرما کر آخر میں ارشاد فرمایا :-

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المومنون ع-۱)

یہی وراثت پانے والے ہیں جو وراثت پائیں گے "جنّت الفردوس" کی وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور سورۂ فاطر میں ارشاد ہے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ ——— (الفاطر-ع-۴)

جن بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم کرتے ہیں نماز، اور خرچ کرتے ہیں، ہمارا دیا ہوا پوشیدہ اور علانیہ، وہ امید رکھتے ہیں ایسی سوداگری کی جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں، اُن کا انجام یہ ہے کہ پورا دیگا اللہ اُن کو اُن کا ثواب اور مزید بخشش دے گا ان کو اپنے خاص فضل سے، وہ اللہ بہت بخشنے والا اور اپنے بندوں کی عبادت گذاری اور نیک کرداری کی بڑی قدر فرمانے والا ہے۔

اور سورۂ سجدہ میں ان ہی عبادت گذار بندوں کے متعلق ارشاد ہے :-

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ——— (السجدہ-ع-۲)

اُن کی کروٹیں اپنی خوابگاہوں سے الگ رہتی ہیں (یعنی جب سونے والے آرام کی میٹھی نیند سوتے ہیں تو ہمارے یہ خاص عبادت گذار بندے بستروں سے الگ ہماری عبادت میں مشغول ہوتے ہیں) اس کے عذاب کے خوف سے اور اس کی رحمت کی طمع میں اُس سے دعائیں کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نفس نہیں جانتا اُن کی آنکھ کی ٹھنڈک کے ان سامانوں کو جو ان بندوں کیلئے چھپا کے رکھے گئے ہیں بدلہ میں اُن اچھے اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔

اور سورۂ ذاریٰت میں ایسے ہی بندوں کو جنّت اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص نعمتیں عطا فرمائے جانے کا ذکر کرنے کے بعد اُن کا حال خود اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے :-

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ——— (ذاریٰت-ع-۱)

ہمارے یہ بندے راتوں میں بہت کم سوتے تھے (بلکہ رات کے بڑے حصہ میں عبادت

کرتے تھے) اور (رات اس طرح گذار کے) سحر کے اوقات میں مغفرت چاہتے اور معافی مانگتے تھے' اور ان کے مالوں میں ایسے لوگوں کا حق تھا، جو (ضرورت سے مجبور ہو کر) سوال کرتے تھے' یا جن پر کوئی آفت آپڑتی تھی۔

اس سلسلہ میں ایک آیت سورۂ احزاب کی اور پڑھ لیجئے ــــــ ارشاد ہے :-

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ ــــــ (الاحزاب - ع - ۵)

بلا شبہ اللہ و رسول کا حکم ماننے والے مرد اور ماننے والی عورتیں' اور دل سے ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں' اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سدا سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں' اور نفس کی غلط خواہشوں کے مقابلہ میں اللہ کے حکم پر مضبوطی سے جمے رہنے والے مرد اور جمی رہنے والی عورتیں اور عاجزی و مسکنت اختیار کرنے والے مرد اور اسی صفت کی عورتیں اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور ایسے ہی اسکو یاد کرنیوالی عورتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان سب بندوں اور بندیوں کیلئے رکھی ہے خاص بخشش اور بڑا اجر۔

یہ چند آیتیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ قرآن مجید نے خدا کی عبادت پر کتنا زور دیا ہے' اور عبادت کے ذریعہ بندہ کیا کچھ پا سکتا ہے قرآن مجید کی بعض آیتوں میں خصوصیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے عبادت یا کثرتِ عبادت کا حکم دیا گیا ہے' ان میں سے بھی دو چار آیتیں یہاں پڑھ لیجئے! ــــــ سورۂ حج میں ارشاد ہے :-

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ ــــــ (الحجر - ع - ۶)

آپ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہئے اور اسکے حضور میں سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جایئے، اور موت کی گھڑی تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰہٰ ع ۸)

یہ منکر لوگ جو تکلیف دہ باتیں کرتے رہتے ہیں آپ ان پر صبر کیجئے، اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے رہئے، صبح طلوع آفتاب سے پہلے اور شام کو غروب آفتاب سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں بھی خدا کی تسبیح کیجئے اور دن کے حصوں میں بھی' شاید کہ آپ راضی ہوں۔

چونکہ نماز میں خاص عنصر اللہ کی حمد و تسبیح ہے' یہاں تک کہ قیام، قعود، رکوع، سجود، غرض نماز کا کوئی حصہ بھی حمد و تسبیح سے خالی نہیں' اس لئے قرآن مجید کی بعض آیات میں حمد و تسبیح ہی کے عنوان سے نماز کا حکم دیا گیا ہے' اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے پیغمبر! آپ صبح و شام اور دن رات کے مختلف حصوں میں نماز پڑھنے کا اپنا طریقہ جاری رکھئے، اور امید رکھئے کہ آپ کی دن رات کی اس عبادت گذاری کے وہ نتائج دنیا اور آخرت میں ظاہر ہوں گے کہ آپ کا جی خوش ہو جائے گا ــــــ اور سورۂ مزمل میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ ــــــ (المزمل - ع - ۱)

اے کمبل پوش کھڑے ہوا کرو (ہمارے حضور میں) رات کو (یعنی رات کو نماز میں مشغول رہا کرو) سوائے تھوڑے سے حصہ کے (یعنی رات کو بس تھوڑے سے حصہ میں آرام کر لیا کرو) آدھی رات (نماز میں گذارا کرو) یا اس میں سے تھوڑا کم کر دو، یا اس پر اضافہ کرو

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

اور سورۂ دہر میں فرمایا گیا ہے :۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ ——— (الدھر۔ ع۔۲)

اور صبح شام اپنے پروردگار کا نام لیا کیجئے، اور اس کو یاد کیا کیجئے، اور رات میں اس کے حضور سجدے کیا کیجئے، اور اس کی تسبیح کیا کیجئے رات کے بڑے حصے میں۔

ان آیتوں میں لفظوں کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ دن میں بھی اور خصوصیت سے صبح و شام اور رات کے اوقات میں آپ نماز اور اللہ کی حمد و تسبیح میں زیادہ مشغول رہا کریں۔

ان آیتوں میں بظاہر خطاب اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہی حکم بالواسطہ اور ثانوی درجہ میں آپ کی امت کو بھی ہے ——— آخر میں سورۂ کوثر اس سلسلہ میں اور پڑھ لیجئے :۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ——— (الکوثر)

ہم نے آپ کو عطا کیا کوثر[1]، پس آپ نماز پڑھئے اپنے پروردگار کے لئے اور قربانی کیجئے بلاشبہ آپ کے دشمن ہی بے نام و نشان ہوں گے۔

اس سورۃ میں یہ اشارہ کھلا ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت (نماز و قربانی) دنیا میں بھی سرفرازی دلاتی ہے، بشرطیکہ حقیقی نماز اور ——— حقیقی قربانی ہو، نماز و قربانی کی صرف صورت نہ ہو۔

---

[1] "کوثر" کے اصل معنی "خیر کثیر" کے ہیں، اس کے وسیع مفہوم میں دنیا اور آخرت کی وہ ساری نعمتیں داخل ہیں جو اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں، یا آپ کو عطا فرمائی جانے والی ہیں، میدانِ قیامت کا حوضِ کوثر اور جنت کی نہر کوثر جن کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔۱۲

بندوں کی خدمت اور حُسنِ سُلوک

قرآن مجید جس طرح خدا کے متعلق صحیح عقیدہ رکھنے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری اور اسکی عبادت کرنے کی زور و قوت کے ساتھ دعوت و تعلیم دیتا ہے، اسی طرح وہ بندوں کے حقوق ادا کرنے اور علیٰ قدر مراتب انکی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بھی سخت تاکید کرتا ہے بلکہ اس میں بہت سے مقامات پر تو ان دونوں مطالبوں کو ایک ہی سلسلۂ بیان میں ایسے انداز سے ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے حقوق اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کا مطالبہ بھی گویا خدائی توحید اور اس کی عبادت کے مطالبہ کی طرح قرآن مجید کے اوّلیں اور بنیادی مطالبات میں سے ہے ——— مثلاً سورۂ نساء میں ارشاد ہے :۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۝ (النساء ع ۶)

اور عبادت کرو اللہ کی، اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور دوسرے قرابت داروں کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو) اور (اسی طرح) تیموں مسکینوں کے ساتھ بھی، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی جو قرابت دار ہوں اور ان پڑوسیوں کے ساتھ بھی جو اجنبی ہوں (جن سے کوئی رشتہ ناتا نہ ہو صرف پڑوس کا تعلق ہو) اور اُن کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو) جن کا کہیں کچھ ساتھ ہو، اور مسافروں پردیسیوں کے ساتھ، اور ان کے ساتھ جو تمھارے قبضہ میں اور تمھارے زیر دست ہوں۔

اس آیت میں خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے ماں باپ اور پھر عام قرابت داروں اور ہر طرح کے پڑوسیوں، ہمنگھ ساتھ والوں، اور یتیموں مسکینوں اور پردیسیوں اور ماتحتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے ــــــ اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ
عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ ــــــ (بنی اسرائیل ع۔۳)

اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف بھی نہ کہو، اور اُن سے خفگی کی بات نہ کرو، اور ان سے ادب و تمیز سے بولو، اور خاکساری و نیازمندی کے ساتھ انکی اطاعت کرو، اور انکے حق میں خدا سے اس طرح دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار! تو میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح انھوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پالا، پرورش کیا۔

اسی سلسلۂ بیان میں ایک آیت کے بعد ارشاد ہے :-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔
(بنی اسرائیل ع۔۳)

اور اپنے قرابت داروں کا حق ادا کرو، اور مسکینوں اور پردیسیوں، مسافروں کو بھی اُن کا حق دو، اور اللہ کا دیا ہوا مال فضولیات میں مت اڑاؤ۔

اور سورۂ روم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :-

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ــــــ (الروم ع۔۴)

پس ادا کرو قرابت داروں کو ان کا حق اور (اسی طرح دو) مسکینوں حاجتمندوں کو اور

پردیسیوں مسافروں کو (جو اُن کا حق ہے) یہی (طریقہ) بہتر ہے ان بندوں کیلئے جو اللہ کو چاہتے ہیں (یعنی اسکی رضامندی کے طالب ہیں) اور یہی بندے فلاح یاب ہونے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں میں ہمدردی اور اعانت کے مستحق کمزور طبقوں میں سے یتیموں، مسکینوں، غلاموں، ماتحتوں اور مسافروں، پردیسیوں کا ذکر آیا ہے، اور انکے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور انکے حقوق ادا کرنے، اور انکی اعانت و خدمت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے بعض دوسری آیتوں میں اسیروں یعنی قیدیوں کی بھی اسی قسم کی خدمت کی ترغیب دی گئی ہے ــــــ سورۂ دہر میں جنتیوں کے وہ اوصاف اور اعمال بیان کرتے ہوئے جن کے بدلہ میں ان کو جنت اور جنت کی نعمتیں ملیں گی، ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ (الدھر ع۔۱)

اور وہ بندگانِ خدا کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی بنا پر مسکینوں کو، اور یتیموں کو، اور قیدیوں کو۔

ان کمزور طبقوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے سلسلہ میں قرآن مجید کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جو بچہ باپ کی سرپرستی سے محروم ہو کر یتیم ہو گیا ہو اُس سے شفقت کا برتاؤ کرو، اور جو کوئی بیچارہ لاچاری ناداری سے مجبور ہو کر تم سے سوال کرے اسکے ساتھ رحم دلی اور نرمی کا معاملہ کرو، اس کو کبھی نہ جھڑکو۔ ارشاد ہے :-

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّاۗىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ــــــ (الضحیٰ)

پس جو یتیم ہو اُسے مت ڈانٹو، مت دباؤ، اور بیچارے مانگنے والے کو مت جھڑکو۔

یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ مذکورۂ بالا آیتوں میں والدین، اور دوسرے اعزہ و اقارب اور یتامیٰ و مساکین اور مسافرین و سائلین کے ساتھ حُسنِ سلوک اور انکی اعانت و خدمت کرنے کی جو تعلیم دی گئی ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تفریق نہیں ہے، اگر بالفرض کسی مسلمان کے والدین یا اہلِ قرابت غیر مسلم ہوں، یا اس کے سامنے کوئی غیر مسلم یتیم یا غیر مسلم مسکین یا غیر مسلم سائل یا غیر مسلم ضرورتمند پردیسی آئے تو قرآن مجید کا حکم اس مسلمان کو ان سب کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کا اور اپنی استطاعت کے بقدر ان کی خدمت کرنے کا ہے۔

خاص کر والدین کے بارے میں تو قرآن مجید میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ

بالفرض مشرک ہوں اور وہ اپنی مسلمان اولاد پر زور ڈالیں کہ وہ بھی اسلام اور توحید کو چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کرلے، تو مسلمان اولاد کا فرض ہے کہ انکی یہ بات تو نہ مانے یعنی انکے کہنے سے اسلام اور توحید کو تو نہ چھوڑے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ ہی کرتا رہے ـــــ سورۂ لقمان میں اولاد پر والدین کا حق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۝ ـــــ (لقمان ـ ع ـ ۱)

اور اگر تمھارے ماں باپ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ (یعنی اللہ کے ساتھ) کسی ایسی ہستی کو شریک کرو جس کا تمھیں کوئی علم اور پتہ نہیں ہے (بلکہ وہ بالکل بے حقیقت محض فرضی اور وہمی ہے جیسے کہ مشرکوں کے سارے معبودوں کا حال ہے) تو تم انکی یہ بات تو نہ مانو (لیکن اسکے باوجود) تم دنیا میں ان کے ساتھ اچھا معاملہ اور برتاؤ جاری رکھو (اور انکی خدمت کرتے رہو)

اہل وعیال

ماں باپ کے بعد انسان کا سب سے بڑا تعلق بیوی بچوں سے ہوتا ہے، اور انسانوں کی یہ عام فطرت ہے کہ وہ اپنے اہلِ وعیال کو آرام ہی سے رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اس بارے میں تو بہت سے لوگ اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں، اس لئے قرآن مجید میں اس پر زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے کہ اہل وعیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، اور ان کا حق ادا کیا جائے۔

البتہ چونکہ بہت سے لوگوں سے اہل وعیال کی دینی اصلاح وتربیت کے بارے میں کوتاہی ہوتی ہے اس لئے قرآن مجید نے اہل وعیال کے اس حق کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کہ انکو دیندار بنانے کی اور اللہ کی رضا کے راستے پر چلانے کی اسی طرح فکر اور کوشش کی جائے جس طرح کہ ہر صاحبِ ایمان کو اپنی جان دوزخ سے بچانے کی فکر کرنی چاہئے ـــــ سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ـــــ (التحریم ـ ع ـ ۱)

اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر (عذاب دینے کیلئے) وہ فرشتے مقرر ہیں جو بڑے سخت دل (بنائے گئے ہیں) اور بڑے مضبوط ہیں، اللہ نے ان کو جو حکم دیدیا ہے وہ (ذرا بھی) اسکی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور جس کام کیلئے وہ مامور کئے گئے ہیں وہ اسکو (پورا پورا) انجام دیں گے۔

البتہ بیویوں کے معاملہ میں چونکہ بہت سوں سے کوتاہیاں ہوتی ہیں اس لئے ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں قرآن مجید نے خاص تاکید فرمائی ہے۔

سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۝ ـــــ (بقرہ ـ ع ـ ۲۸)

اور عورتوں کے مردوں پر اُسی طرح حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں دستور کے مطابق۔

اور سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ـــــ (النساء ـ ع ـ ۳)

اور انکے ساتھ (یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ) دستور کے مطابق اچھے طریقے پر گذر بسر کرو۔

اگر اللہ کے کسی بندے کے بیوی بچے اپنی بدمزاجی یا بے دینی کی وجہ سے اس کے خلاف اور اس کو دکھ دینے والے ہوں، اور اس کو ان کی طرف سے خطرہ ہو تو قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ وہ انکے شر سے تو اپنے کو بچاتا رہے، اور ان کی طرف سے ہوشیار رہے، لیکن جہاں تک گنجائش ہو انتقام اور سختی کی کوئی کاروائی نہ کرے، بلکہ معاف کرے اور نظر انداز کرتا رہے، انشاء اللہ یہ طرزِ عمل انکی اصلاح کا بھی باعث ہوگا ـــــ سورۂ تغابن میں ارشاد ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (التغابن ع ۲)

اے ایمان والو! تمھاری بعض بیویاں اور تمھاری بعض اولاد تمھاری دشمن ہیں پس تم ان کے شر سے بچے رہو، اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشو تو (یہ تمھارے لئے بہتر اور خوش انجام ہوگا) بلاشبہ اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

عام انسانوں کے حقوق اور اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک

بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں ماں باپ، اہل وعیال، عزیزوں، پڑوسیوں اور یتیموں، مسکینوں، اسیروں وغیرہ کمزور طبقوں کے حقوق اور ان کی خدمت و حُسنِ سلوک کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم و تاکید آپ پڑھ چکے ——— اب دیکھئے کہ عام انسانوں کے حقوق اور انکے ساتھ حُسنِ سلوک کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اوّلاً تو قرآن مجید نے جا بجا یہ واضح کر کے کہ سارے انسان ایک ہی مکرم و محترم جوڑے (آدم و حوّا علیہما السلام) کی اولاد ہیں، پوری انسانی برادری کو اپنی اصل و فطرت کے لحاظ سے قابلِ احترام بنا دیا ہے، پھر دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو جو خاص علمی و عملی صلاحیتیں اور طاقتیں بخشی گئی ہیں، جن کے ذریعہ وہ اس پوری کائنات کو استعمال کر رہا ہے، اسکو بھی قرآن مجید میں پوری نسل انسانی کیلئے ایک خداوندی شرف و اعزاز بتایا گیا ہے، ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (بنی اسرائیل۔ع۔۷)

اور ہم نے بنی آدم کو ایک خاص شرف و اعزاز بخشا، اور اس دنیا کے بحر و بر پر اسکو قابض اور متصرف بنا دیا۔

اس فطری اور تکوینی شرف و اعزاز کے علاوہ قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ وہ سب انسانوں سے اچھی بات کریں۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۝ ——————— (بقرہ۔ع۔۲)

اور سب لوگوں سے اچھی بات کہو۔

اسی طرح علی الاطلاق سب کے ساتھ انصاف اور احسان کا حکم دیا گیا، ایمان والوں کو بتایا گیا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ——————— (نحل۔ع۔۱۳)

اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے انصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا (سب کے ساتھ)

دوسری جگہ فرمایا گیا:۔

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ——————— (بقرہ۔ع۔۲۴)

اور اچھا سلوک کرو (سب کے ساتھ) اللہ سلوک کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حتیٰ کہ اگر کوئی تمھارا دشمن ہو اور تمھارے ساتھ بُرائی سے پیش آتا ہو تو اسکے حق میں بھی قرآن مجید کا حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے تم اس کے ساتھ اچھا ہی معاملہ کرو، اور اس کی بدی کا جواب بھی نیکی ہی سے دو ——————— ارشاد فرمایا:۔

لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۝ (حٰم سجدہ۔ع۵)

اچھا رویّہ اور بُرا رویّہ برابر نہیں (بلکہ اچھا رویّہ نیکی ہے، اور بُرا رویّہ بدی ہے، لہٰذا تم کو چاہیئے کہ) بُرائی کا جواب بھی تم نیکی ہی سے دو۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ (مومنون ع۶)

تم برائی کا جواب بھی اچھے رویے سے دو ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ وہ (تمھارے متعلق) کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے جو نیک بندے بدی کا جواب بھی نیکی سے دیں اور بُرائی کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھائی کریں وہ دوہرے ثواب اور دوہرے انعام کے مستحق ہیں ——— فرمایا گیا:۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ۝ (قصص۔ع۔۶)

اللہ کے ان بندوں کو دوہرا اجر و ثواب دیا جائے گا، ان کے صبر کرنے کی وجہ سے، اور بدی کا جواب نیکی سے دینے کی وجہ سے۔

عام انسانوں کے ساتھ رواداری اور حُسنِ سلوک کے بارے میں قرآنی تعلیم کی روح کو کچھ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اپنی فریب کاریوں اور خیانت کارانہ معاہدوں کے ذریعہ خود رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کو دھوکا دیا کرتے تھے اُنکے بارے میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ——— (مائدہ ع ۲)

اور آپ پر برابر ان کی خیانتوں کے راز فاش ہوتے رہیں گے اور سوا چند کے انکی دھوکہ بازیاں آئے دن آپ کے علم میں آتی رہیں گی، پھر بھی آپ ان کو معاف کر دیا کریں، اور ان کے قصور سے درگزر کیا کریں، دوسروں پر احسان کرنے والے بندے اللہ کو پیارے ہیں۔

اور یہ تو قرآن مجید کا عام منشور ہے جس کا ہر مسلمان مخاطب و مکلف ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی پورا انصاف کیا جائے اور کسی کی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے اس کا حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے ——— ارشاد ہے اور کس قدر زور اور تاکید کے ساتھ ارشاد ہے:۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۝ (المائدہ ع ۲)

اور کسی قوم کی دشمنی ہرگز تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ بے انصافی کر بیٹھو، تم (دشمنوں کے ساتھ بھی) پورا پورا انصاف کرو، یہی قرین تقویٰ ہے۔

الغرض قرآن مجید میں جس طرح خدا کی عبادت اور اپنے ماں باپ اور اعزہ و اقارب کی خدمت اور یتیموں، کمزوروں، مسکینوں، حاجت مندوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی، اسی طرح عام انسانوں حتیٰ کہ اپنے دشمنوں، اور بدخواہوں کے ساتھ بھی انصاف اور حُسنِ معاملت کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلامی برادری کے خاص حقوق

قرآن مجید نے خون اور نسب کے رشتوں کی طرح ایمان اور اسلام کو بھی ایک اہم اور مقدس روحانی رشتہ قرار دیا ہے اور اس رشتہ کی رو سے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتایا ہے ——— ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ——— (الحجرات ع ۲)

سارے مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

پھر اس روحانی اور ایمانی رشتہ کی وجہ سے ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کے کچھ خاص حقوق عائد کئے ہیں، مثلاً یہ کہ ان میں باہم شفقت اور ترحم ہو اور آپس میں ان کا معاملہ نرمی اور فروتنی کا ہو، ہر ایک دوسرے کا خیر خواہ، خدمت گذار اور نیاز مند ہو، چنانچہ ایک جگہ اہلِ ایمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ:۔

رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ ——— (فتح ع ۴)

وہ آپس میں ترحم اور شفقت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔

اور دوسری جگہ ان کا حال یہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ——— (مائدہ ع ۸)

برادران ایمانی کے سامنے وہ نیاز مند اور اپنے کو نیچا رکھنے والے ہیں۔

اور جو چیزیں تعلقات کو خراب کرنے والی اور دلوں میں کدورت پیدا کرنے والی ہو سکتی ہیں، قرآن مجید نے مسلمانوں کیلئے سختی سے انکی ممانعت فرما دی، مثلاً کسی کے ساتھ تمسخر کرنا، اس کا مذاق بنانا، ہنسی اڑانا اس کو عیب لگانا، کسی بُرے اور مکروہ نام سے اس کو یاد کرنا، پیٹھ پیچھے اُس کی بُرائی کرنا یا اسکے عیوب کا تجسس کرنا، یا صرف قیاس و خیال کی بناء پر اور اسی طرح بغیر تحقیق کے کسی افواہی شہرت کی بنیاد پر کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا اور اسکے خلاف رائے قائم کر لینا یہ وہ چیزیں ہیں جن میں لوگ زیادہ احتیاط نہیں کرتے، لیکن چونکہ ان باتوں سے دلوں میں رنجش اور کدورت پیدا ہوتی ہے اور تعلقات میں خرابی پڑتی ہے اس لئے قرآن مجید میں صراحت اور تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ہرگز ایسا نہ کرے اور اس معاملہ میں پوری احتیاط برتے ——— ارشاد فرمایا گیا:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۤءٌ مِّنْ نِّسَاۤءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ

يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ ـــــــ (الحجرات۔ ع۔ ۲)

اے ایمان والو! نہ تو مردوں کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ (جن لوگوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اللہ کے نزدیک) وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں، اور اسی طرح نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ ان (مذاق اڑانے والیوں) سے وہی بہتر ہوں، اور تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب بھی نہ لگاؤ، اور نہ بُرے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) بُرا ہے، اور جو لوگ (اس تنبیہ کے بعد بھی ان حرکتوں سے) باز نہ آئیں وہ بڑے ظالم ہیں ــــ

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس نہ کرو (اس کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ لگو) اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اور تمہیں اس سے کراہت اور گھن آئے، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ایک رہنمائی یہ بھی کی ہے کہ ہر مسلمان اپنی اچھی دعاؤں میں سب مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کیا کرے، قرآن مجید کی تعلیم فرمائی ہوئی اکثر دعاؤں میں جمع کے صیغوں کے استعمال کا یہ بھی ایک سبب ہے ــــ قرآن مجید کی ایسی بیسیوں دعاؤں میں سے صرف دو چار دعائیں یہاں بھی پڑھ لیجئے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرہ ع ۲۵)

اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی، اور بچا ہمیں آخرت کے عذاب سے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ ـــــــ (آل عمران۔ ع۔ ۱)

اے ہمارے پروردگار! نہ پھیر ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور دے ہمیں رحمت اپنے پاس سے، بیشک تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران۔ ع۔ ۲)

اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے پس تو ہمارے گناہ بخش دے، اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (المومنون۔ ع ۶)

اے پروردگار ہمارے! ہم ایمان لے آئے، پس تو ہم کو بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو سب مہربانوں سے بہتر اور بالاتر ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ـــ (الحشر۔ ع۔ ۲)

اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما، اور ان سب بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے آگے گئے ایمان کے ساتھ اور نہ کر ہمارے دلوں میں کدورت ایمان والوں کے ساتھ۔ اے پروردگار! یقیناً تو بڑا مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اخلاقِ حسنہ

اخلاقِ حسنہ کی دعوت و تعلیم بھی قرآن مجید کا خاص الخاص موضوع ہے، اور یہ بات صرف عقیدت مندانہ نہیں، بلکہ خالص علمی اور تحقیقی بات بھی ہے کہ اخلاق کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم اتنی مکمل، اتنی جامع، ایسی معتدل اور انسانی فطرت کے اس قدر مطابق ہے کہ اگر انسان اس پر عامل ہو جائے، اور اپنی زندگی کے اخلاقی پہلو کو قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم وہدایت کا پابند بنالے تو وہ اس زمین پر انسان کی صورت میں رحمت کا ایک فرشتہ ہوگا ــــ اس کا مکمل نمونہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مشہور ارشاد ہے :۔

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن" ــــ (آپ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن مجید کی تعلیم ہے)

قرآنی دعوت و تعلیم کا یہ باب اتنا وسیع ہے کہ بلا مبالغہ ایک ضخیم کتاب اسی باب پر لکھی جاسکتی ہے اس لئے یہاں اس کے خاص خاص ہی عنوانات پر مختصر کچھ لکھا جائے گا۔

صبر :۔

قرآن مجید نے جن اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور مختلف عنوانوں سے اور مختلف پیرایوں میں جن کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے اُن میں صبر کا خاص مقام ہے ــــ لیکن ہماری اُردو زبان میں صبر کے معنی بڑے محدود ہو گئے ہیں، سمجھا جاتا ہے کہ صبر کا مطلب بس یہ ہے کہ موت اور بیماری اور فقر و تنگدستی جیسی مصیبتوں کو اس طرح سہہ لیا جائے کہ شور وفغاں

اور شکوہ و شکایت کا اظہار نہ ہو، اور کوئی ظالم اگر ظلم کرے تو اس کا انتقام نہ لیا جائے، اور نہ نالہ و فریاد کی جائے ــــ مگر قرآن کی زبان میں صبر کے معنی اس سے بہت زیادہ وسیع اور عمیق ہیں ــــ مختصر الفاظ میں اسکی حقیقت کو کچھ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ: "کسی عظیم اور مقدس مقصد کے لئے (مثلاً اللہ تعالےٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کیلئے یا دنیا میں نیکی پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے یا دوسروں کی خدمت اور راحت رسانی کیلئے) صدموں تکلیفوں اور ناگواریوں کو برداشت کرنا اور ناموافق حالات میں بھی حق اور سچائی پر مضبوطی سے جمے رہنا اور نیکی کے راستے پر چلتے رہنا صبر ہے"۔

صبر کی اس حقیقت کو ذہن میں رکھ کر قرآن مجید کی مندرجۂ ذیل آیتیں پڑھئے، سب سے پہلے سورۂ بقرہ کی یہ آیت پڑھئے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝
(بقرہ ۔ ع ۱۹)

اے ایمان والو! (مشکلوں اور تکلیفوں میں) صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو (یہ بات ناقابلِ شک اور بالکل یقینی ہے) کہ اللہ (اور اس کی پوری مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر سے مدد حاصل کرنے کا مطلب سورۂ اعراف کی ان آیتوں سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے جن میں مذکور ہے کہ جب فرعون اور اس کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے سارے لڑکے قتل کئے جائیں اور لڑکیاں اور عورتیں باقی رکھی جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو تلقین فرمائی :۔

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ
(اعراف ۔ ع ۱۵)

اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا شعار بناؤ (یعنی مضبوطی سے حق پر جمے رہنے کا فیصلہ کرلو، اور کمر کس لو، پھر دیکھو اللہ تعالےٰ کیا کر کے دکھاتا ہے) ملک کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ملک کا وارث بنا دیتا ہے۔

اس کے بعد سورۂ آلِ عمران کی آخری آیت پڑھئے، جو گویا اس عظیم سورت کے دفترِ ہدایت کا حرفِ آخر ہے ــــ ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ ——— (آل عمران ع ۲۰)

اے ایمان والو! صبر سے کام لو، اور ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور (راہِ خدا میں جدوجہد کے لئے) مستعد اور کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرو (یعنی تقوے کو اپنا شعار بناؤ) امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ حق اور نیکی کے راستے پر چلتے ہوئے جب اس کو مسلسل مصائب اور نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اپنی قربانیوں کا کوئی پھل وہ نہیں دیکھتا تو اس میں مایوسی آتی ہے اور اسکی ہمت ٹوٹنے لگتی ہے ——— ایسے موقعوں کیلئے قرآن مجید میں فرمایا گیا:۔

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ ——— (هود۔ع۔۱۰)

اور صبر کرو کیونکہ اللہ تعالےٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (دیر سویر ان کی نیکوکاری کا صلہ ضرور ملے گا۔)

اور سورۂ نحل میں صبر کے حکم کے ساتھ یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ صبر کی صفت وہ دولتِ عظمیٰ ہے جو اللہ تعالےٰ کی خاص توفیق ہی سے نصیب ہو سکتی ہے ——— ارشاد ہے:۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ——— (نحل۔ع۔۱۶)

اور صبر اختیار کرو، اور (یاد رکھو کہ) تمہارا صبر کرنا بھی اللہ ہی کی مدد اور توفیق سے ہوگا۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالےٰ سے صبر کی توفیق بندہ کیسے حاصل کرے؟ ——— اس کا جواب قرآن مجید ہی سے یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عزم وارادہ کی جو طاقت بندہ کی فطرت میں ودیعت رکھی ہے وہ ایک طرف تو اس سے کام لے یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی میں ثابت قدم رہنے کا ارادہ کرے، اور اس کیلئے اپنی خداداد ہمت کو استعمال کرے اور دوسری طرف اللہ تعالےٰ سے صبر اور ثابت قدمی کی دعا کرے۔

سورۂ بقرہ میں اگلے دور کی ایک جماعت مجاہدین کا ذکر کیا گیا ہے کہ اُن کا سابقہ ایک بڑے

طاقتور اور جرّار فوج رکھنے والے دشمن (جالوت) سے پڑا تو کچھ کمزور دل اور کمزور ایمان رکھنے والے تو جالوت اور اس کے لشکروں کو دیکھ کے ہی ہمت ہار بیٹھے اور انھوں نے کہا کہ ان سے ٹکر لینے کی ہم میں طاقت نہیں (لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ) لیکن جن کے دلوں میں ایمان کی طاقت تھی، انھوں نے کہا کہ فتح و شکست کا تعلق صرف قلت و کثرت ہی سے نہیں، بلکہ تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ:۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ (بقرہ۔ع۔۳۳)

قلیل تعداد رکھنے والے کتنے ہی گروہ اپنے مقابل کے کثیر التعداد گروہ پر اللہ تعالےٰ کے حکم اور اسکی مدد سے غالب ہوئے ہیں، اور اللہ اور اس کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بہرحال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ کے ان بندوں نے اپنے دلوں کو مضبوط کیا اور پھر اللہ تعالےٰ سے صبر و ثبات اور فتح و نصرت کی دعا مانگی اور عرض کیا:۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○ ——— (بقرہ۔ع۔۳۳)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر سے سرشار کردے، اور ہمارے قدم جمادے اور اس کافر گروہ پر فتح حاصل کرنے میں ہماری مدد فرما۔

پھر اس معرکہ کا انجام قرآن مجید میں اس دعا کے بعد ہی متصلاً اِن الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ ——— (بقرہ۔ع۔۳۳)

پھر یہ ہوا کہ اللہ کی مدد اور اس کے حکم سے ایمان رکھنے والے اس قلیل التعداد گروہ نے دشمن کی کثیر التعداد فوج کو شکست دیدی؟

اس پوری روداد سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ سے صبر کی توفیق حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ بندہ خود عزم و ہمت سے کام لے اور پورے اخلاص والحاح کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے صبر کی توفیق اور اس کا فیضان مانگے، جو بندہ ایسا کرے گا، اللہ تعالےٰ اس کو صبر کی دولت اور طاقت عطا فرمائے گا۔

صبر والوں کا انجام اور مقام

اگرچہ مندرجۂ بالا اکثر آیتوں میں بھی صبر کے حکم اور اس کی تلقین کے ساتھ اس کے اجر اور اس کی خوش انجامیوں کی طرف اشارات موجود ہیں، تاہم دو تین آیتیں خاص صبر کے اجر و انجام ہی کے متعلق اور بھی پڑھ لیجئے!

سورۂ رعد میں ایک جگہ ان بندوں کے خاص اوصاف و اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص انعام ہوگا، اس سلسلۂ بیان میں ان بندوں کا ایک خاص حال یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ـــــــــ (رعد۔ع۔۲)

وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی رضا طلبی میں (ہر قسم کی ناگواریوں اور سختیوں پر) صبر کیا۔

پھر اُن کا اُخروی انجام بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ ـــــــــ (رعد۔ع۔۲)

اور وہاں (جنت میں) ان کے گھر کے ہر دروازے سے فرشتے اُن کے پاس اُن کے اکرام کے لئے آئیں گے اور کہیں گے کہ سلام ہو تم پر بہ سبب اس کے کہ تم نے دنیا میں صبر کو اپنا شعار بنایا، کیا ہی اچھا ہے یہ عاقبت کا ٹھکانا!

اور سورۂ آل عمران میں جنّتی بندوں کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اُن کی صفت صبر ہی کا ذکر فرمایا گیا ہے ـــــــــ ارشاد ہے:۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ ۔ الاٰية ـــــــــ (آل عمران ع ۲)

صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے۔

اسی طرح سورہ احزاب میں جہاں مسلمان مردوں اور عورتوں کو اُن کے ایمانی اوصاف و اخلاق کی بنا پر مغفرت و رحمت کی بشارت سنائی گئی ہے، وہاں بھی صبر کی صفت کا ذکر خصوصیت کے

ساتھ کیا گیا ہے ـــــــــ ارشاد ہے:۔

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ ۝ ـــــــــ (احزاب۔ع ۵)

صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔

اس کے بعد اسی قسم کی ان کی چند اور اخلاقی صفات بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ـــــــــ (احزاب۔ع ۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں اور بندیوں کیلئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا ہے) اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

ان ہی چند آیات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآنی دعوت و تعلیم میں صبر کا کیا مقام ہے، اور صابرین کے لئے دنیا اور آخرت ہی میں کیسی کیسی خوش انجامیوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔

سچّائی اور راست بازی

قرآن مجید سے جن اخلاق کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے ان میں سے ایک سچائی اور راست بازی بھی ہے، پھر قرآن مجید ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صداقت و سچائی کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے غلط اور خلافِ واقعہ بات نہ کہی جائے اور سچ بولا جائے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں دل کی سچائی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہے دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا فریب نہ ہو، اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو، اور ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو جن بندوں کا یہ حال ہو وہی قرآن مجید کی اصطلاح میں صادق ہیں اور اگر اس صفت میں کامل ہوں تو صدّیق ہیں، اور قرآن مجید کی دعوت و تعلیم یہ ہے کہ آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور ایسوں ہی کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ "صحبتِ صالح ترا صالح کُند" کے فطری اُصول پر ان کی ہمرنگی نصیب ہو ـــ سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (توبۃ۔ع۔۱۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

صدق اور سچائی کے معنی کی اس وسعت پر سورہ بقرہ کی اُن آیات سے بھی روشنی پڑتی ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں اور اصلی نیکی انھیں کی نیکی ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت اور دوسرے ایمانی حقائق پر ایمان ہو اور اس ایمان کی وجہ سے وہ اپنا کمایا ہوا مال اللہ تعالیٰ کے حاجت مند بندوں، یتیموں، مسکینوں وغیرہ پر صرف کرتے ہوں اور عہد کے پورا کرنے والے اور حق و صداقت کی راہ میں پڑنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کو صبر و ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرنے والے ہوں، اُن بندوں کے یہ تمام اوصاف بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا گیا ہے:۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ ــــ (بقرۃ ۔ ع ۔ ۲۲)

یہی بندے ہیں جو سچے ہیں، اور یہی ہیں متقی پرہیز گار.

اسی طرح سورۂ حجرات میں فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (حجرات ۔ ع ۔ ۲)

اصل مومن بندے تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال سے پوری جدو جہد کی، بس یہی بندے ہیں سچے۔

اور اسی وجہ سے کہ صدق اور سچائی کے معنی میں دل کی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہے، سورۂ احزاب کی ایک آیت میں صادقین کے مقابلہ میں منافقین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ــــ ارشاد ہے:

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ ۔ الاٰية ۔ (احزاب ۔ ع ۔ ۳)

تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا عوض اور صلہ دے اور سزا دے منافقین کو اگر چاہے۔

صدق و سچائی کے یہ معنی اور اس کی یہ وسعت اور گہرائی معلوم ہونے کے بعد آپ سے آپ یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جن بندوں کو ایمان کے ساتھ صدق و سچائی کی یہ صفت پوری طرح نصیب ہو، وہ اللہ کے کامل ترین بندے ہیں، اور نبیوں کے سوا ان سے اونچا مقام کسی کا نہیں اسی لئے قرآن مجید میں

جہاں اہلِ ایمان کے اُن چار طبقوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب اور مقبولیت و محبوبیت کا خاص مقام حاصل ہے، اور جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے، وہاں نبیوں کے بعد دوسرے نمبر پر صدیقین ہی کا ذکر فرمایا گیا ہے ــــ ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ (النساء ۔ ع ۔ ۹)

اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں پس وہ (جنت میں) اللہ کے اُن خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کی خصوصی نوازش ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین، اور یہ لوگ بڑے ہی اچھے ساتھی ہیں۔

صداقت و صدیقیت کی صفت کی بلند مقامی کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان میں صدیقیت کی صفت موجود تھی ــــ سورۂ مریم میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ (مریم ۔ ع ۔ ۳)

اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا حال ذکر کرو، وہ تھے صدیق، نبی!

اسی طرح اسی سورۂ مریم کے اس سے اگلے رکوع میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی بالکل یہی الفاظ فرمائے گئے ہیں، اور اسی طرح حضرت مریمؑ کی شان میں بھی بڑے سے بڑا تعریفی کلمہ قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہے:۔ "وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ" (حضرت مسیحؑ کی والدہ مریمؑ "صدیقہ" تھیں۔

نیز قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ کے اس ساتھی نے جو اُن سے بہت متاثر اور ان کا بڑا معتقد ہو گیا تھا، اُن کو صدیق ہی کی صفت سے پکارا اور کہا:۔

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ (اے بڑے صادق و راست باز یوسف!)

پھر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں صدق اور سچائی کو اللہ تعالیٰ کی بھی صفت بتایا گیا ہے، بلکہ فرمایا گیا ہے کہ وہ سب سے بڑا سچا ہے:۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ـــــ (النساء-ع-۱۸)

اور اللہ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے قول میں؟ (کوئی نہیں)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ـــــ (النساء-ع-۱۱)

اور کون اللہ سے زیادہ سچا ہو سکتا ہے بات میں؟ (کوئی بھی نہیں)

صدق اور سچائی کی صفت کی یہ عظمت اور اہمیت معلوم ہو جانے کے بعد خود ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس صفت کا کتنا بڑا درجہ ہے اور اس کا کیسا عظیم صلہ ملنے والا ہے تاہم قرآن مجید کی چند آیتیں اس سلسلے میں بھی پڑھ لیجئے!

ابھی صبر کے بیان میں سورۂ آلِ عمران کی وہ آیت ذکر کی جا چکی ہے جس میں جنتی بندوں کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اُن کی صفت صبر اور صدق ہی کا ذکر کیا گیا ہے:-

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ ... الآية ـــــ (آل عمران-ع-۲)

صبر کرنے والے سچے اور راست باز اور اللہ کے فرمانبردار بندے۔

اور سورۂ احزاب میں صاحب ایمان بندوں اور بندیوں کیلئے جن صفات پر اللہ کی خاص مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے اُن میں ایمان و اسلام اور اللہ کی فرمانبرداری کے بعد سب سے پہلے اُن کی صفت صداقت اور سچائی ہی کا ذکر کیا گیا ہے ـــــ ارشاد ہے:-

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ـ الآية ـــــ (احزاب-ع-۵)

اسلام و ایمان لانے والے بندے اور بندیاں اور اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے بندے اور بندیاں اور صدق و سچائی کی صفت رکھنے والے بندے اور بندیاں۔

آگے اُن کی چند اور صفات بیان فرمانے کے بعد اُن کو بشارت سنائی گئی ہے کہ:-

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ـــــ (احزاب-ع-۵)

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا ہے) اور اجر عظیم تیار کر کے رکھا ہے۔

اور سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:-

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (مائدہ-ع-۱۶)

یہ وہ دن ہے کہ نفع دے گا صادقین کو یعنی سچوں کو اُن کا صدق اور اُن کی راست بازی ان کیلئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کا اللہ اُن سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے خوش یہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہے۔

قرآن مجید نے صادقین کو مغفرت و جنت اور اجر عظیم اور رضائے الٰہی کی یہ روح پرور بشارتیں سنا کر در اصل ایک خاص انداز سے صدق و سچائی کی نہایت مؤثر دعوت اور دلکش ترغیب دی ہے۔

وفائے عہد

عہد کا پورا کرنا بھی در اصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے بلکہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر اس کیلئے صدق ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ـــــ سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:-

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (احزاب-ع-۳)

ایمان والوں میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔

اس آیت میں وفائے عہد کو صدق ہی کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے ـــــ بہر حال یہ صدق ہی کی ایک خاص قسم ہے لیکن قرآن مجید میں چونکہ اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے اس لئے ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اس سلسلے کے قرآن مجید کے ارشادات کو مستقل عنوان کے ذیل میں ذکر کریں۔

سورۂ مائدہ کی سب سے پہلی آیت جس سے یہ سورت شروع ہوتی ہے سنئے! ـــــ ارشاد ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ـــــ (مائدہ-ع-۱)

اے ایمان والو! تمہارے جو عہد و معاہدے اور جو معاملے ہوں اُن کو پورا کرو۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے:-

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ـــــ (بنی اسرائیل-ع-۴)

عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی۔

وفائے عہد کی اس صریح دعوت و تعلیم اور اس طرح کے سیدھے اور براہِ راست مطالبے کے علاوہ اسکی ترغیب قرآن مجید میں اس طرح بھی دی گئی ہے کہ عہد کے پورا کرنے والوں کو جابجا جنّت کی اور اُخروی فوز و فلاح کی اور اللہ تعالےٰ کی رضا کی بشارت سنائی گئی ہے۔

سورۂ بقرہ کے بائیسویں رکوع کی اُن آیات کا تذکرہ ابھی اوپر صدق کے بیان میں ہو چکا ہے، جن میں اللہ تعالےٰ کے نیک اور متقی بندوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، وہاں ایک خاص وصف اُن کا یہ بھی بیان ہوا ہے۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ______ (بقرۃ ـ ع ـ ۲۲)

اور وہ بندے جو پورا کرنے والے ہیں اپنا عہد جب وہ عہد کریں۔

اسی طرح سورۂ مومنون کے شروع میں جہاں فلاح پانے والے اہلِ ایمان کے اوصاف و اخلاق بیان کئے گئے ہیں، وہاں ایک خاص وصف ان کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ (المومنون ـ ع ـ ۱)

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں۔

اور سورۂ معارج میں جہاں جنّتی مسلمانوں کے اوصاف کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی ان کی اس صفت کو بالکل انھیں الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (معارج ـ ع ـ ۱)

قرآن مجید نے وفائے عہد کی عظمت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بھی ظاہر کیا ہے کہ اسکو حق تعالےٰ کی صفت بتایا ہے ______ ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ______ (توبہ ـ ع ـ ۱۴)

اور اللہ سے زیادہ کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔

اور دوسری جگہ منفی انداز میں فرمایا:۔

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ______ (روم ـ ع ـ ۱)

اللہ کا وعدہ ہوا ہے، اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اور ایک اور جگہ تاکید کے صیغہ کے ساتھ فرمایا گیا ہے:۔

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ______ (حج ـ ع ـ ۶)

اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اور ایک جگہ فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ______ (رعد ـ ع ـ ۴)

یقین کرو کہ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا، جو اس کا وعدہ ہے ضرور پورا ہوگا۔

ان آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ وفائے عہد اللہ تعالےٰ کی صفت ہے، وہ اپنے ہر عہد اور ہر وعدہ کا پورا کرنے والا ہے ______ ظاہر ہے کہ اس میں بندوں کے لئے اس کی کس قدر مؤثر اور دلکش ترغیب ہے کہ وہ بھی عہد کو پورا کیا کریں اور عہد شکنی سے بچیں۔

امانت

امانت بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص شکل ہے ______ اردو محاورہ میں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھا جاتا ہے کہ کسی نے جو چیز کسی کے پاس رکھ دی ہو اس میں کوئی خیانت اور کوئی بددیانتی نہ کی جائے اور اس شخص کے مطالبہ پر یا یوں ہی وہ جوں کی توں واپس کر دی جائے، اور یہ بھی بلاشبہ ایک اخلاقی نیکی ہے لیکن عربی زبان اور خاص کر قرآنی محاورہ میں امانت کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے، اور تمام حقوق و فرائض کا دیانتداری کے ساتھ ادا کرنا اور ہر قابلِ لحاظ بات کا لحاظ رکھنا اس میں داخل ہے ______ امانت کے مفہوم کی اس وسعت کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق قرآن مجید کی آیات پڑھئے ______ سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا۔ (النساء ـ ع ـ ۸)

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ (تمھارے پاس اور تمھارے ذمہ) جنکی امانتیں ہیں اُن کو وہ امانتیں ادا کرو۔

پس اس آیت کی رو سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اسکے پاس کسی شخص کی کوئی بھی امانت ہو، یا کسی کا مالی یا غیر مالی کوئی حق ہو تو اسکو پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کرے، اور اسکے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی اور خیانت نہ کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی کسی معاملہ میں اس سے مشورہ لے تو پوری خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے، اسی طرح اگر کسی کا کوئی راز معلوم ہو جائے تو اسکو بھی امانت ہی سمجھے اور اسکا افشا نہ کرے ـــــ الغرض ادائے امانت کے اس قرآنی حکم میں اس طرح کی تمام صورتیں داخل ہیں۔

نیز قرآن مجید میں ادائے امانت کے اس حکم کے علاوہ اسکی ترغیب اس طرح بھی دی گئی ہے کہ امانتیں ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والوں کو فلاح یاب اور جنتی بتلایا گیا ہے، چنانچہ سورۂ مومنون اور سورۂ معارج کے پہلے رکوع میں فلاح پانے والوں اور جنت میں جانے والوں کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:-

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ٥ (المومنون ع-۱-المعارج ع-۱)

اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس وصف امانت کی عظمت کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کو اللہ کے مقدس رسولوں کی اور اس کے مقرب ترین فرشتہ جبرئیلؑ کی خاص صفت بتایا گیا ہے، سورۂ شعراء میں متعدد پیغمبروں کے تذکرے میں فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی اُمتوں سے کہا:-

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ٥ (الشعراء ع-۶،۷،۸،۹،۱۰)

میں تمھارے لئے اللہ کا امانت دار پیغامبر ہوں (میرا خاص پیغام یہ ہے کہ) اللہ سے ڈرو اور میرے لائے ہوئے احکام کی فرمانبرداری کرو۔

اور قرآن مجید کے بارے میں اسی سورۂ شعراء میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:-

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ٥ ـــــ (الشعراء-ع-۱۱)

لے کے اُترا ہے اس کو روح الامین (یعنی اللہ کا خاص امانت دار فرشتہ جبرئیلؑ)

پس اللہ کے جن بندوں کی یہ چاہت اور آرزو ہو کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں اور اس کے مقرب فرشتوں سے ان کو کوئی نسبت حاصل ہو اور ان کے پاکیزہ اوصاف و اخلاق میں اُن کا کوئی حصہ ہو تو انھیں چاہیئے کہ وہ امانت کے وصف کو اپنائیں اور جس کا جو حق اُن کے ذمہ ہو اور جو اُن کی ڈیوٹی ہو اس کو پوری امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ادا کریں۔

عدل وانصاف

قرآن مجید کی دعوت و تعلیم میں جن اخلاقی اور معاشرتی امور پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے ان میں ایک عدل و انصاف بھی ہے یہ بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص قسم ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رو رعایت وہ معاملہ کیا جائے، اور اسکے بارے میں وہ خدا لگتی بات کہی جائے جس کا وہ واقعہ میں مستحق ہے، اسی عدل و انصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے جس قوم اور جس سماج میں عدل و انصاف نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گی، اور دنیا میں بھی اس کا انجام بہت ہی بُرا ہوگا، قرآن مجید نے اپنی دعوت و تعلیم میں عدل و انصاف کو جو خاص درجہ اور مقام دیا ہے، اس کا اندازہ سورۂ حدید کی ایک آیت سے لگایا جا سکتا ہے ـــــ ارشاد ہے:-

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ٥ ـــــ (الحدید-ع-۳)

ہم نے اپنے رسول بھیجے، کھلے کھلے احکام لے کر، اور اُتاریں ہم نے ان کے ساتھ (ہدایت کی) کتابیں اور عدل و انصاف کا فرمان، تاکہ لوگ اپنے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیں۔

اس آیت میں "المیزان" سے مراد عدل و انصاف کے احکام و قوانین ہیں، اس بناء پر آیت کا مفاد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ساتھ جس طرح مختلف صحیفے اُتارے اسی طرح عدل و انصاف کے فرامین اور احکام و قوانین بھی اُتارے تاکہ اس کے بندے ان صحیفوں کی روشنی میں اس کی بندگی

کے راستے پر چلیں اور عدل وانصاف کے فرامین کی رہنمائی میں آپس میں عدل وانصاف کا برتاؤ کریں ـــــ الغرض اس آیت میں "المیزان" یعنی عدل وانصاف کا ذکر جس طرح "الکتاب" کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور قرآن مجید کی دعوت و تعلیم میں عدل وانصاف کی کتنی غیر معمولی اہمیت ہے۔

قرآن میں ایک دوسری جگہ بھی اللہ کی کتاب کے ساتھ عدل وانصاف کے ایک فرمان کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے، سورۂ شوریٰ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے :-

قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ـــــ (شوریٰ۔ع۔۲)

اے پیغمبر! آپ (ان یہودیوں اور عیسائیوں سے) کہہ دیجئے کہ میں ایمان لایا ہوں اس مقدس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے اور مجھے اس کا فرمان ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا بھی مالک ورب ہے اور تمھارا بھی۔

اس آیت میں بھی عدل وانصاف کے فرمان کا ذکر جس طرح ایمان بالکتاب کے ساتھ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کے اشارہ شناسوں کو یہ سمجھنے کیلئے کافی ہے کہ قرآنی دعوت و تعلیم میں عدل وانصاف کی کتنی اہمیت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ سورۂ نحل میں جہاں ایمان والوں کو بہت سے اہم اخلاقی احکام دیئے گئے ہیں، وہاں سب سے پہلا حکم انصاف ہی کا دیا گیا ہے، وہ رکوع شروع ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ ـــــ (النحل۔ع۔۱۳)

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کا اور اچھا سلوک کرنے کا۔

اور سورۂ انعام میں جہاں اللہ تعالیٰ کے اہم اوامر ونواہی کو یکجا بیان کیا گیا ہے، وہاں بھی عدل وانصاف کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے :-

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۝ ـــــ (الانعام۔ع۔۱۹)

جب (کسی نزاعی معاملہ میں) تمھیں کچھ کہنا یا فیصلہ دینا ہو تو پورا انصاف کرو، اگرچہ

(فریق معاملہ) تمھارا کوئی قرابت دار ہو۔

سورۂ نساء کی ایک آیت میں اور زیادہ وضاحت و تفصیل سے فرمایا گیا ہے کہ ایمان والوں کا فرض ہے کہ وہ بے لاگ انصاف کرنے والے اور خدا کیلئے سچی گواہی دینے والے بنیں، اگرچہ اس سے خود ان کو یا ان کے ماں باپ یا اور قرابت داروں کو نقصان پہنچے ـــــ ارشاد ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ ـــــ (النساء۔ع۔۲۰)

اے ایمان والو! ہو جاؤ خوب انصاف پر قائم رہنے والے اور انصاف کے حامی اور اللہ کیلئے سچی گواہی دینے والے، اگرچہ (وہ انصاف اور وہ گواہی) تمھارے ہی خلاف پڑے یا تمھارے ماں باپ اور دوسرے اقرباء کے خلاف پڑے، اگر فریق معاملہ دولت مند ہیں یا محتاج (دونوں صورتوں میں) اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، پس تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اگر تم (کسی کی قرابت یا امیری غریبی کے لحاظ سے فیصلے میں یا گواہی میں) لاگ لپیٹ، یا ایچ پیچ کی بات کرو گے یا خدا لگتی بات کہنے سے پہلو تہی کرو گے تو یقین رکھو کہ اللہ تمھارے اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔

عدل وانصاف کے حکم کے بارے میں یہ آیت کتنی جامع اور کیسی محکم اور واضح ہے، فرمایا گیا ہے کہ معاملات میں عدل وانصاف کو اور سچی خدا لگتی بات کہنے کو اپنا اصول اور نصب العین بنا لو اور پوری دیانت داری اور للہیت کے ساتھ اس فرض کو ادا کرو، خواہ اس سے خود تم کو یا تمھارے اعزا و اقرباء کو کتنا ہی نقصان پہنچے، لیکن اللہ کے مقابلہ میں اور سچائی اور انصاف کے معاملہ میں کسی کی جانبداری نہ کرو، نہ کسی امیر کی امیری کی وجہ سے اس کی طرف داری کرو، اور نہ کسی غریب کی غربت و ناداری پر ترس کھا کر اس کی بیجا حمایت کرو، انصاف اور سچائی سب سے مقدم ہے، غریبوں

کی عزیت کو بھی اللہ تعالےٰ تم سے زیادہ دیکھنے والا ہے اور وہی سب کا حقیقی والی اور کارساز ہے ــــــ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ کسی ایک فریق کی یا دونوں فریقوں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے بات لگی لپٹی اور اینچ پینچ والی بھی نہ کہی جائے اور فیصلہ اور گواہی سے پہلوتہی بھی نہ کی جائے یہ دونوں باتیں بھی عدل و انصاف کے خلاف اور گناہ ہیں۔

آخر میں ایک آیت سورۂ مائدہ کی اور پڑھ لیجئے، جس میں عدل و انصاف کے حکم کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر کچھ لوگ تمھارے دشمن اور بدخواہ ہوں تب بھی ان کے ساتھ تم انصاف ہی کرو ــــــ ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۝
(المائدہ ۵-ع-۲)

اے ایمان والو! ہو جاؤ کھڑے ہونے والے اللہ کے لئے، کہنے والے عدل و انصاف کے ساتھ خدالگتی، اور لوگوں کی عداوت و بدخواہی تم کو اس گناہ کے ارتکاب پر آمادہ نہ کر دے (یعنی کسی کی دشمنی سے متاثر ہو کر تم ایسے نہ ہو جاؤ) کہ ان کے ساتھ بے انصافی کرنے لگو (تم ہر حال میں) انصاف ہی کرتے رہو، یہی طرزِ عمل قرینِ تقویٰ ہے۔

اوپر کی آیتوں میں یہ تاکید فرمائی گئی تھی کہ اپنے ذاتی نفع نقصان کے خیال سے یا رشتہ اور قرابت کی وجہ سے یا کسی کی امیری کے لحاظ سے یا کسی کی غربت پر ترس کھا کر اسے نفع پہنچانے کی نیت سے کوئی بے انصافی اور جانبداری نہ کی جائے، بلکہ صرف خدا کی خوشنودی کیلئے اور سچائی کا حق ادا کرنے کیلئے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کیا جائے اور بات سچی اور خدالگتی کہی جائے ــــــ اب سورۂ مائدہ کی اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ کسی دشمن کی دشمنی کی وجہ سے بھی اس کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے، بلکہ اس کی دشمنی اور بدخواہی کے باوجود معاملات میں اسکے ساتھ پورا انصاف کیا جائے، اور کسی معاملہ میں اگر وہ برسرِ حق ہو، تو اس کی حمایت کی جائے، اور اسکے حق میں فیصلہ دیا جائے ــــــ یہ ہے قرآن مجید کی دعوت و تعلیم عدل و انصاف کے باب میں۔

کاش! اگر مسلمانوں میں یہی ایک بات موجود ہوتی تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس دنیا کا انتظام آج بھی انھیں کے ہاتھوں میں دیتا، اور مصیبت زدہ دنیا انھیں کو سربراہی کے لئے منتخب کرتی۔

سماحت وسخاوت

جن اخلاقی نیکیوں پر قرآن مجید میں خاص طور سے زور دیا گیا ہے، اُن میں سے ایک سماحت وسخاوت بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی بندے کو جو دولت و قوت اور جو نعمت اس دنیا میں دی ہے، وہ اس سے صرف خود ہی فائدہ نہ اٹھائے، بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں پر بھی اس کو خرچ کرے اور اس سے انکو فائدہ پہنچائے ــــــ اس کا دائرہ ظاہر ہے کہ بہت وسیع ہے، اور بندگانِ خدا کی خدمت و اعانت کی تمام صورتیں اس عنوان کے تحت آجاتی ہیں ــــــ دوسرے ضرورت مندوں پر اپنی دولت خرچ کرنا، اپنے علم و فن اور اپنی قابلیت سے ان کی کوئی خدمت کرنا، خود تکلیف اٹھا کے انکے کام کر دینا اور جس مدد کے وہ محتاج ہوں اپنے وسائل سے انکی وہ مدد کر دینا، یہ سب شکلیں سماحت وسخاوت ہی کی شاخیں ہیں، اور قرآن مجید نے اسکو بنیادی نیکی قرار دے کر مختلف عنوانوں سے اس کی ترغیب دی ہے ــــــ سورۂ بقرہ کے پہلے ہی رکوع میں (جس کو قرآن مجید کا تمہیدی حصہ کہنا صحیح ہے) قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھا کر فلاح یاب ہونے والے گروہ کے جو بنیادی اوصاف ذکر کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ ــــــ (البقرہ-ع-۱)

اور ہم نے انکو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں دوسرے بندوں پر بھی) خرچ کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال و دولت کے علاوہ جو خداداد قوت و طاقت، قابلیت اور محنت وغیرہ اللہ کے بندوں کی نفع رسانی کے لئے خرچ کی جائے، وہ سب بھی اس میں داخل ہے، پھر اسی سورۂ بقرہ کے آخری حصہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ
لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ ——————— (البقرۃ ع ۳۴)

اے ایمان والو! ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں دوسروں پر بھی) خرچ کرو، قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید فروخت ہوگی، نہ کسی یار کی یاری، نہ کسی کی سفارش کام آئے گی۔

اور تین رکوع کے بعد اسی سورۂ بقرہ میں راہِ خدا میں اپنی دولت و طاقت وغیرہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی نافعیت اور اسکے اجر و ثواب کے بارے میں فرمایا گیا ہے :-

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۳۷)

اور جو اچھی چیز تم (اللہ کے بندوں پر) خرچ کروگے اس کا نفع اور ثواب تم ہی کو پہنچے گا، اور تمہارا خرچ کرنا لوجہ اللہ ہی ہونا چاہیئے، اور جو اچھی چیز بھی تم راہِ خدا میں صرف کروگے تم کو اس کا پورا پورا صلہ ملے گا اور تمہاری کوئی حق تلفی نہ ہوگی۔

ایک دو آیتوں کے بعد پھر ارشاد ہوا ہے :-

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرۃ ع ۳۸)

جو بندے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں دوسروں پر) اپنا سرمایہ رات میں اور دن میں خفیہ اور علانیہ پس انکے واسطے ان کے رب کے ہاں (جنت میں) ان کا اجر ہے (جو اس کریم رب کی شان کے لائق ہے) اور (ان کا حال یہ ہوگا کہ) نہ انھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

راہِ خدا میں اللہ کے دوسرے بندوں پر اپنی چیزیں صرف کرنے کی ترغیب کے سلسلہ میں ایک بات قرآن مجید نے یہ بھی کہی ہے کہ اس راہ میں خرچ کرنے والا جتنا خرچ کرے گا اللہ کی طرف سے اس کا

سیکڑوں گنا اس کو دیا جائے گا، اس لئے اس راہ میں خرچ کرنا گویا ایک انتہائی نفع بخش تجارت اور ایک ایسی کھیتی ہے جس سے ایک ایک دانہ کے عوض سیکڑوں، ہزاروں دانے کاشتکار کو حاصل ہوتے ہیں ——— اسی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے :-

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ——————— (البقرۃ ع ۳۵)

جو لوگ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اُن (کے اس مال) کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں، اُن میں سے ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لئے چاہے (اس سے اور زیادہ بھی) بڑھاتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب کے لئے ایک نہایت مؤثر انداز قرآن مجید میں یہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ اس مد میں خرچ کرنے کو اللہ تعالےٰ کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے ——— سورۂ مزمل میں ارشاد ہوا ہے :-

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۝ ——————— (مزمل ع ۲)

اور اللہ کو اچھا قرض دو (یعنی چیز بھی اچھی ہو اور نیت بھی اچھی ہو)

اور اس سے بھی زیادہ دلکش انداز میں سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے :-

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ
(البقرہ ع ۳۲)

کون وہ بندہ ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، پھر اللہ (اس کے بدلہ میں) اس کو بہت گنا بڑھا کر دے۔

اسی طرح سورۂ حدید میں فرمایا گیا ہے :-

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝
(حدید ع ۲)

کون ایسا بندہ ہے جو اللہ کو قرض حسن دے، پھر اللہ اس کو اُس کے واسطے بڑھا دے
اور اُس کے واسطے کریمانہ اجر ہے۔

اور سورۂ تغابن میں ارشاد ہوا ہے :۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ــــــــــ (تغابن ۔ ع ۔ ۲)

اگر تم اللہ کو قرض حسن دو گے تو اللہ اس کو تمھارے لئے خوب بڑھائے گا اور تمھیں بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدردان اور صاحبِ حلم ہے۔

اس نیکی کی ترغیب کے لئے یہ "قرض حسن" دینے کی تعبیر ظاہر ہے کہ محض بندہ نوازی ہے، ورنہ اللہ تعالےٰ تو "غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ" ہے، اس کی پاک ذات قرضہ لینے دینے، اور اس قسم کے ہر معاملہ اور کاروبار سے وراء الوراء ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کی ایک ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر اچھی اور مرغوب و محبوب چیز خرچ کی جائے، ایسا نہ ہو کہ جب کوئی چیز اپنے لئے ناقابلِ استعمال ناکارہ اور بے قیمت ہو جائے تو اس کو اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیا جائے ــــــ سورۂ بقرہ کے اواخر میں جہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے وہیں یہ ہدایت بھی فرمائی گئی ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۝ ــــــــ (البقرہ ۔ ع ۔ ۳۷)

اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے اور زمین سے ہماری نکالی ہوئی پیداوار میں سے اچھی عمدہ چیزیں (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اور ایسا نہ ہو کہ بالقصد اور سوچ سمجھ کے ردّی اور خراب چیزیں اس میں سے (اُس راہ میں) خرچ کرو، اور حال یہ ہے کہ (اگر تمھیں کوئی ایسی ردّی چیز دے تو) نہیں ہو تم اس کو لینے والے، اِلّا یہ کہ تم

اس میں چشم پوشی سے کام لو۔

اور سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہوا ہے :۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ ــــــــــ (آل عمران ۔ ع ۔ ۱۰)

ہرگز تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم (راہِ خدا میں) اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب اور عزیز ہے، اور تم جو چیز بھی (اچھی یا بُری) خرچ کرو گے تو یقین رکھو کہ اللہ کو اس کا خوب علم ہے۔

اس سلسلہ میں ایک خاص ہدایت یہ بھی دی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں اسکے بندوں پر جو کچھ خرچ کیا جائے اور انکی جو بھی خدمت اور مدد کی جائے اسکی غایت اور اس کا مقصد بس رضائے الٰہی ہونا چاہئے سورۂ بقرہ کے ۳۷ ویں رکوع کی وہ آیت اوپر نقل ہو چکی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ـــــــــ

اور نہیں خرچ کرتے ہو تم (اے اہلِ ایمان) مگر صرف رضائے الٰہی کی طلب میں۔

مطلب یہ ہے کہ مومنین کی شان یہی ہے کہ اس طرح کے کام وہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا طلبی کے داعیہ ہی سے کریں، اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہ ہو ــــــ اور سورۂ لیل میں فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کا جو پرہیزگار بندہ اپنا مال (اسکے دوسرے بندوں پر) صرف اسکی رضا کیلئے خرچ کرتا ہے، اور رضائے الٰہی کے سوا اس سے اس کا کوئی مقصد نہیں ہے تو اسکو اللہ تعالےٰ کی رضا بھی حاصل ہو جائیگی اور دوزخ کے عذاب سے بھی وہ بالکل محفوظ رہے گا ــــــــ ارشاد ہے :۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل)

اور اس آتشِ دوزخ سے وہ پرہیزگار بندہ دور رکھا جائے گا، جو (اپنا مال اللہ کیلئے اس کے دوسرے بندوں کو) اس لئے دیتا ہے کہ اس عمل کے ذریعہ اس کو پاکیزگی

حاصل ہو، اور یہ بات نہیں ہے کہ اس پر کسی کا احسان ہو جس کا بدلہ دیا جائے بلکہ اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی رضا طلبی ہی کے لئے دیتا ہو ——— اور بلاشبہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں ایک اہم ہدایت قرآن مجید میں یہ بھی دی گئی ہے کہ اللہ کے لئے جس بندہ کو کچھ دیا جائے، یا اسکی کچھ خدمت اور مدد کی جائے تو اس پر اس کا احسان ہرگز نہ جتایا جائے ——— اگر ایسا کیا گیا تو اس سے وہ نیکی بالکل اکارت ہو جائے گی۔

سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد ہوا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ (البقرۃ ۔ ع ۔ ۳۶)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر رائیگاں نہ کرو۔

یعنی اگر کسی نے کسی بندۂ خدا کو کچھ دیا اور اس کی کوئی خدمت اور مدد کی اور پھر کبھی اس پر احسان دھرا، یا طعنہ کے طور پر تذکرہ کر کے اس بیچارے کا دل دکھایا تو گویا اپنی کی ہوئی نیکی کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔

ایثار

سماحت اور سخاوت ہی کی ایک اعلیٰ شکل یہ ہے کہ آدمی خود ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی چیز دوسروں پر صرف کرے، اور دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، خود بھوکا رہے اور دوسروں کو کھلائے، خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے۔ ——— قرآن مجید میں انصارِ مدینہ کی تعریف میں فرمایا گیا ہے:۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ (الحشر ۔ ع ۔ ۱۱)

اور وہ مقدم رکھتے ہیں (ضرورت مند مہاجرین کو) خود اپنے پر اگرچہ خود ان کو تکلیف اور تنگی ہو۔

اور ایک دوسری آیت میں اللہ کے نیک اور مقبول جنتی بندوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۔ (الدھر ۔ ع ۱)

اور اللہ کے یہ بندے کھانے کی چاہت اور رغبت کے باوجود کھلا دیتے ہیں وہ کھانا کسی مسکین یا یتیم یا کسی بیچارے قیدی کو۔

اس وصف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی یہ تعریف و تحسین بلاشبہ دوسرے بندوں کو اس کی بڑی مؤثر دعوت و ترغیب ہے کہ وہ اپنے میں یہ خُلق پیدا کر کے اللہ کے مقبول بندے بنیں۔

بُخل

سماحت اور سخاوت کی ضد یعنی اس نیکی کے مقابلے کی بُرائی کا نام بُخل ہے، اس لئے قرآن مجید نے جس طرح سماحت و سخاوت کی ترغیب و تعلیم دی ہے، اسی طرح بخل کی ممانعت اور اس کی سخت ترین مذمت فرمائی ہے ——— ایک دو آیتیں اس سلسلہ کی بھی یہیں پڑھ لی جائیں ——— سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ (آل عمران ع ۱۸)

اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے دیا ہے (یعنی جو لوگ اللہ کی بخشی ہوئی دولت و قوت وغیرہ دوسرے بندوں پر خرچ نہیں کرتے، وہ) یہ خیال نہ کریں کہ یہ (طرزِ عمل) ان کے لئے کچھ اچھا اور نفع مند ہے (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ ان کے لئے نہایت بُرا ہے، جو دولت از راہِ بخل وہ بچا بچا کر رکھ رہے ہیں، یقیناً وہ (قیامت کے دن) ان کے گلے کا طوق بنے گی۔

یہی بات سورۂ توبہ میں اور زیادہ واضح اور مؤثر الفاظ میں اس طرح فرمائی گئی ہے:۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ ـــــــ (التوبہ۔ع۔۵)

اور جو لوگ اپنی دولت، سونا چاندی (وغیرہ) کو بطور ذخیرہ کے جمع کرتے اور جوڑتے رہتے ہیں، اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس اے پیغمبر! آپ اُن (پرستارانِ دولت) کو دوزخ کے دردناک عذاب کی "خوشخبری" سنا دیجئے (یہ دردناک عذاب اُنھیں اُس دن ہوگا) جس دن کہ ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کے ماتھے، اُن کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا) یہ ہے (تمھاری وہ دولت) جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا اور ذخیرہ کیا تھا، پس مزہ چکھو تم اپنی اس دولت اندوزی کا۔

بخل وکنجوسی کی مذمت اور بد انجامی کے بیان میں اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک آیت ہوتی، تو کافی تھی، اس اخلاقی اور روحانی لعنت سے انسانوں کو بچانے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے ــــــ اللہ تعالےٰ ہمارے قلوب کو ان حقائق کا اذعان ویقین نصیب فرمائے۔

استغناء وقناعت

سماحت وسخاوت کی طرح استغناء وقناعت بھی انسان کے اعلیٰ شریفانہ اخلاق میں سے ہے، بلکہ کہنا چاہیئے کہ یہ دونوں نفس انسانی کی ایک ہی پاکیزہ صفت کے دو رُخ ہیں ــــــ

استغناء وقناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ اپنے جائز ذرائع اور اپنی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملے، وہ اسی کو اپنا حق وحصہ اور اپنے لئے کافی سمجھے اور دوسروں کی چیزوں پر للچائی ہوئی نگاہیں نہ ڈالے، اور نہ مخلوق میں سے کسی کے سامنے احتیاج وطلب کا ہاتھ پھیلائے قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ ہر انسان اللہ تعالےٰ کا بندہ ہے، اور اللہ تعالےٰ ہی اس کا رحیم وکریم رب

ہے، لہٰذا اس کو چاہیئے کہ اپنی حاجتوں کے لئے اس کے سوا کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلائے اللہ کے خزانے میں سب کچھ ہے اور اُس کی رحمت بندوں کے لئے کافی ہے۔

اس مضمون کی متعدد آیتیں توحید کے بیان میں ذکر کی جا چکی ہیں، ایک آیت یہاں اور بھی پڑھ لیجئے ــــــ ارشاد ہے:۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۝ ــــــ (زمر۔ع۔۴)

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ ــــــ (پھر وہ کیوں کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔)

اللہ تعالےٰ نے دوسروں کو جو کچھ اس دنیا میں دے رکھا ہے اس کی حرص نہ کرنے اور اس کی طرف طمع کی نگاہ سے نہ دیکھنے کا براہِ راست حکم دیتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ ۝ (طٰہٰ۔ع۔۸)

اور ہرگز آنکھ اٹھا کے نہ دیکھو ان سامانوں کی طرف جن سے ہم نے ان میں کے مختلف لوگوں کو متمتع کر رکھا ہے۔

ایک دوسری جگہ ہدایت فرمائی گئی ہے:۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ (النساء۔ع۔۵)

اور مت تمنا اور ہوس کرو، اُس چیز کی جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بڑائی اور فوقیت دی ہے۔

مطلب یہی ہے کہ جو چیز اللہ نے اس دنیا میں کسی کو دی اور تمھیں نہیں دی، تو تم اس کی ہوس مت کرو، بلکہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھو، بس اسی کا نام قناعت ہے:

توکّل

استغناء اور قناعت کی جڑ بنیاد توکّل ہے، اللہ کے جس بندے کو توکّل یعنی اللہ تعالےٰ کی

رحمت وربوبیت پر اعتماد اور بھروسہ نصیب ہو اور اس کا دل اس پر مطمئن ہو کہ اللہ تعالےٰ میری ہر ضرورت کیلئے کافی ہے اور وہ میرا رحیم و کریم پروردگار اور کارساز ہے' اس میں استغناء و قناعت کی صفت کا بدرجۂ کمال موجود ہونا بالکل قدرتی بات ہے ——— علاوہ ازیں توکّل بذاتِ خود اور بجائے خود اعلیٰ ترین ایمانی صفت ہے' جس بندے کو توکّل نصیب ہو وہ اللہ تعالےٰ کو اور اس کی قدرت' اس کے سارے خزانوں اور لشکروں کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھتا اور دیکھتا ہے' اس لئے قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو توکّل کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی خاص طور سے تلقین اور تاکید کرتا ہے ——— ایک جگہ ارشاد ہے :۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ ط وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (آل عمران ع ۱۷)

اگر اللہ تعالےٰ تمھاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا' اور اگر اللہ تمھاری مدد سے ہاتھ اٹھالے تو اس کے بعد کون تمھاری مدد کر سکتا ہے' اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکّل اور بھروسہ کرنا چاہیئے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (تغابن ع ۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' (صرف وہی مالک و معبود ہے) اور ایمان والوں کو بس اللہ ہی پر توکّل کرنا چاہیئے!۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ ○ ——— (الفرقان ع ۵)

اور تم بھروسہ کرو اس زندۂ جاوید ہستی پر جس کو فنا اور موت نہیں (اور اس کے سوا سب فانی ہیں)

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے :۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ط (طلاق ع ۱)

اور جو بندہ توکّل کرے اللہ پر تو اللہ اس کے لئے بالکل کافی ہے' بلاشبہ اللہ تعالےٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔

تواضع

قرآن مجید نے جن اخلاق پر خاص طور سے زور دیا ہے اُن میں سے ایک تواضع بھی ہے' تواضع تکبّر کی ضد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسروں سے اپنے کو کمتر سمجھے' اسکی روش اللہ کے عاجز بندوں کی سی ہو' اور دوسروں کے ساتھ معاملت و برتاؤ نیچاپن کے کرے۔

تواضع کا ظہور رفتار میں بھی ہوتا ہے' گفتار میں بھی' اور کردار میں بھی' حتی کہ نشست و برخاست میں بھی۔

سورۂ فرقان میں جہاں اللہ کے خاص مقبول بندوں کے اوصاف و اطوار بیان فرمائے گئے ہیں' وہاں ایک صفت ان کی یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ فروتنی کی چال چلتے ہیں ——— ارشاد ہے :۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا ۔ (الفرقان ع ۶)

اور ربِّ رحمٰن کے (خاص) بندے تو وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نیچے بن کر۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں اخلاص توحید اور اعمال و اخلاق وغیرہ کے متعلق قریباً دو رکوع میں واضح ہدایات دی گئی ہیں' وہاں آخری ہدایت یہ دی گئی ہے :۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ ——— (بنی اسرائیل ع ۴)

اور زمین پر اکڑتے اور اینٹھتے نہ چلو' نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو' نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔

اور سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی زبان سے تواضع کے بارے میں یہ جامع نصیحت نقل فرمائی گئی ہے ــــــ انھوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝ ــــــ (لقمان ـ ع ـ ۲)

اور اپنے گال نہ پھلا لوگوں کے لئے (یعنی ان کے ساتھ غرور کے ساتھ پیش نہ آ) اور زمین پر اتراتا ہوا اور اکڑ کے نہ چل، اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور مغرور کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں اعتدال پیدا کر، اور اپنی آواز نیچی رکھ، (یعنی متکبروں کی طرح گرج کر نہ بولا کر) آوازوں میں سب سے بُری گدھوں کی آواز ہے۔

بلاشبہ ان آیتوں میں تواضع کا نہایت ہی جامع اور بڑا ہی مؤثر درس ہے "فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ"؟ قرآن مجید میں تواضع کی تاکید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات خاص کو مخاطب بنا کے بھی کی گئی ہے، تاکہ سمجھ لیا جائے کہ دنیا میں کسی کو خواہ کتنی ہی بڑائی اور عظمت حاصل ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی سے پیش آئے اور ان کے سامنے اپنی بڑائی کا مظاہرہ نہ کرے ــــــ دنیا میں فضیلت و عظمت کا سب سے بلند مقام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، تاہم قرآن مجید میں آپ کی ذات پاک کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے :۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ ــــــ (حجر ـ ع ـ ۶)

اور اپنے بازو نیچے کرو ایمان والے بندوں کے لئے (یعنی ان کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرو)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (الشعراء ـ ع ـ ۱)

اور جھکا دو اپنے بازو اُن اہل ایمان کے لئے جنھوں نے آپ کی پیروی اختیار کی ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تواضع اور فروتنی اُن ہی بندوں کا حق ہے جو صاحب ایمان

ہوں، ان کے علاوہ جو لوگ ایمان سے محروم اور کفر و شرک کی گندگیوں میں مبتلا ہیں اگر وہ ہمارے خلاف برسرپیکار اور درپے آزار نہیں ہیں تو ان کے ساتھ رواداری اور حُسن اخلاق اور حسب موقع احسان و ترحم کا معاملہ تو کیا جائے گا (جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے) لیکن کفر و شرک کی وجہ سے وہ تواضع کے مستحق نہیں ہیں، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنا غیرت ایمانی کے خلاف ہے، اس لئے قرآن مجید میں تواضع کا حکم صرف اہل ایمان کے لئے دیا گیا ہے۔

تکبّر اور غرور

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا تواضع کی ضد تکبّر اور غرور ہے، اس لئے تواضع اللہ تعالیٰ کو جس قدر محبوب ہے، غرور اور تکبّر اسی قدر مبغوض ہے، قرآن مجید میں جا بجا تکبّر اور متکبّرین کی مبغوضیت کا اظہار فرمایا گیا ہے ــــــ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے :۔

لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۝ ــــــ (النحل ـ ع ـ ۳)

ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، یقینی ہے کہ وہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝ ــــــ (النساء ـ ع ـ ۶)

یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتا ہے جو متکبر و مغرور اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے والا ہو۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنّت ان ہی بندوں کا گھر بنے گی جو دنیا میں بلند و بالا ہونے کے خواہش مند نہ ہوں، اور ان کا مزاج تکبّر پسند نہ ہو ــــــ ارشاد ہے :۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۝ ــــــ (قصص ـ ع ـ ۶)

یہ پچھلا وہ آخری گھر (یعنی جنت) ہم اس کو کردیں گے اُن بندوں کے لئے جو نہیں
چاہتے دنیا میں اونچا بننا اور فساد کرنا

اس آیت کے اشارہ سے معلوم ہوا، اور تجربہ بھی بتلاتا ہے کہ دنیا کے سارے فساد لڑائی اور بالاتری کی خواہش ہی سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تکبر ہی سارے فساد کی جڑ بنیاد ہے۔

تکبر کی ایک بڑی نحوست یہ بھی ہے کہ وہ حق و ہدایت کے قبول کرنے سے بھی مانع ہوجاتا ہے، قرآن مجید میں کتنے ہی پیغمبروں کے تذکرہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کی قوموں کے متکبرین نے صرف غرور و تکبر ہی کی وجہ سے ان پر ایمان لانے اور ان کا اتباع کرنے سے انکار کیا۔

سورۂ نمل میں فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں تو صراحت سے یہاں تک فرمایا گیا ہے، کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس اللہ کی جو نشانیاں لے کر آئے، انھیں دیکھ کر ان کے دلوں کو اگرچہ اس کا پورا یقین ہوگیا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، اور اُن کے لانے والے موسیٰ اللہ کے نبی ہیں لیکن اپنی متکبرانہ ذہنیت کی وجہ سے انھوں نے زبان سے پھر بھی انکار کیا، اور کفر ہی پر قائم رہے، اور انجام کار عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ ——— (النمل-ع-۱)

اور انھوں نے اللہ کی ان نشانیوں کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا (اس دلی یقین کے بعد بھی انھوں نے انکار) صرف ظلم اور غرور و تکبر کی بناء پر کیا، پھر دیکھو کیسا انجام ہوا ان مفسدین کا۔

اور سورۂ والصّٰفّٰت میں جہنمیوں کے ایک طبقہ کا حال بیان کرتے ہوئے ان کی بدبختی کا خاص سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ
أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ ——— (والصّٰفّٰت-ع-۲)

ان لوگوں کا وطیرہ یہ تھا کہ جب ان کو توحید کا پیغام دیا جاتا اور صرف ایک خدا
کی پرستش کو کہا جاتا تو وہ ازراہِ تکبر ناک بھوں چڑھاتے تھے، اور کہتے تھے کہ کیا ہم
ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے دیوتاؤں کو چھوڑنے والے ہیں۔

اور شیطان کی مردودیت کا بنیادی سبب بھی قرآن مجید نے اس غرور و تکبر ہی کو بتایا ہے۔ قرآن پاک کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ:۔

مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ——— ؟
کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا، جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟

اس نے کہا:۔

أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ——— (الاعراف-ع-۲)
میں اس سے بہتر ہوں اور وہ مجھ سے گھٹیا ہے (پھر میں اس کو کیوں سجدہ کروں)

بہر حال شیطان کو اس کے اس غرور اور تکبر ہی نے اس سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کیا۔

أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ ——— (بقرہ-ع-۳)
اس نے حکم ماننے سے انکار کیا اور تکبر کا رویہ اختیار کیا، اور ہوگیا کافروں میں سے ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد — بزندان لعنت گرفتار کرد

حِلم اور درگزر

حِلم اور درگزر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی ایذا رسانی اور اشتعال انگیزی کو فراخ حوصلگی، اور عالی ظرفی سے برداشت کرلیا جائے اور انتقام لینے اور سزا دینے کی پوری قدرت رکھنے کے باوجود اس غلط کار اور قصوروار شخص سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اسکی جہالت اور ناسمجھی کو لائقِ نظر اندازی سمجھ کر اس کو معاف کر دیا جائے، بلاشبہ اخلاق میں اس کا بڑا بلند مقام ہے

اور قرآن مجید نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔

سورۂ آل عمران میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت اور اس کی خاص محبت کے حق دار بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (آل عمران ع ۱۴)

وہ بندے جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں بھی اور تنگی میں بھی اور جو پی جانے والے ہیں غصہ کو اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کے قصور اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار بندوں سے محبت کرتا ہے۔

اور سورۂ شوریٰ میں ہر ظلم و زیادتی کا مناسب بدلہ لینے کا قانونی جواز بیان فرمانے کے بعد برداشت کر لینے اور معاف کر دینے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (شوریٰ ع ۴)

اور جو بندے برداشت کریں اور معاف کر دیں تو یہ بڑی عزیمت اور بلند ہمتی کی بات ہے۔

اور اسی سورۂ کے اسی رکوع میں چند آیتیں پہلے آخرت میں اللہ کے خاص انعامات سے سرفراز ہونے والے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کا ایک خاص وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے:۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ ——— (شوریٰ ع ۴)

اور جب (کسی شرارت اور بدتمیزی پر) ان کو غصہ آتا ہے تو وہ (انتقام نہیں لیتے بلکہ) معاف کر دیتے ہیں۔

اور سورۂ نور میں اپنے قصورواروں کو معاف کر دینے کی ترغیب کس قدر موثر انداز اور کیسے دلنشیں پیرایہ میں دی گئی ہے ——— ارشاد ہے:۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ ——— (النور ع ۶)

اور ایمان والوں کو چاہئے کہ (جس سے ان کے حق میں کوئی زیادتی اور قصور ہو جائے اس کو) وہ معاف اور نظر انداز کر دیا کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جو بندہ یہ چاہے اور اس کی تمنا اور آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مہربانی اور بخشش کا معاملہ کریں اسے چاہئے کہ وہ اپنے قصورواروں کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرے اور ان کو معاف کر دیا کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بخشش و رحمت اس کی عالی شان کے مطابق ہو گی ——— پھر ترغیب کا ایک دوسرا پہلو اس آیت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل کا ہم کو حکم دے رہا ہے وہ فرماتا ہے کہ خود میرا بھی وہی طرز عمل ہے میں اپنے گنہگار بندوں کو بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہوں، تم بھی اپنے قصوروار بھائیوں کے قصور معاف کر دیا کرو، اور اس طرح میرا صفاتی قرب حاصل کر کے میرے رنگ میں رنگ جاؤ۔

قرآن پر اور قرآن نازل فرمانے والے رب رحیم پر ایمان رکھنے والا کون بندہ ہو گا جو اس پیام رحمت سے متاثر نہ ہو۔

قریب قریب یہی مضمون سورۂ تغابن میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (تغابن ع ۲)

اور اگر تم درگزر کیا کرو اور نظر انداز کر دیا کرو، اور معافی دے دیا کرو تو اللہ بھی بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یہاں تک جو آیتیں درج ہوئیں وہ خطاب عام کی قبیل سے تھیں اب ایک آیت سورۂ اعراف کے آخری رکوع کی پڑھئے جس میں خاص طور سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۝ (اعراف ع ۲۴)

(لوگوں کی بیہودہ باتوں اور جاہلانہ حرکتوں سے) آپ درگزر کرنے اور معاف کر دینے کا شیوہ اختیار کیجئے، اور نیک کاموں کے لئے کہتے رہئے اور ان جاہلوں، ناسمجھوں (کی جاہلانہ باتوں) کا کچھ خیال نہ کیجئے، اور کوئی اثر نہ لیجئے۔

اور سورۂ قصص میں اللہ کے خاص فضل و انعام کے مستحق اہل ایمان کے اوصاف و اخلاق کا بیان کرتے ہوئے ان کی ایک خاص صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے :۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ ۝ ـــــــ (قصص ـ ع ـ ۶)

اور جب وہ سنتے ہیں (جاہلوں اوباشوں سے) کوئی بیہودہ بات تو اس کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ بھائی! ہمیں اپنے کئے کا بدلہ لے گا، اور تم کو تمہارے کئے کا بس ہمارا اسلام لو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

اسی طرح سورۂ فرقان میں بھی اللہ کے خاص مقبول بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے :۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ۝ ـــــــ (فرقان ـ ع ـ ۶)

اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ (ان سے الجھتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں بس بھائی! ہمارا اسلام!۔

اگر قرآن مجید کی اس تعلیم و تلقین پر عمل کیا جائے تو دنیا کے کتنے جھگڑے فساد ختم ہو جائیں، اور باغ عالم میں امن و سکون اور الفت و محبت کی کیسی بہار آجائے!

ہاں ایک بات یہاں قابلِ لحاظ ہے، اور وہ یہ کہ حلم و درگزر کی اس قرآنی تعلیم کا تعلق ذاتی اور نجی معاملات و حقوق سے ہے، مثلاً اگر کوئی شخص میری ذات کو دکھ پہنچاتا ہے اور میرا ہی قصوروار ہے، تو میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں اسکو معاف کردوں، قرآن مجید کی تعلیم و ترغیب میرے لئے یہی ہے، لیکن اگر کوئی فرد یا گروہ دنیا میں فساد برپا کرتا یا گمراہی پھیلاتا ہے، یا اللہ کی مقرر

کی ہوئی حدوں کو توڑتا ہے، اور اس طرح فضا کو خراب کرتا ہے تو وہ ہرگز اس حلم اور درگزر کا مستحق نہیں ہے اور اسکے ساتھ نرمی اور درگزر کا برتاؤ کرنے میں اللہ کی مخلوق کی اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے قانون کی حق تلفی ہوگی، اس لئے اسکے شر و فساد کے انسداد کیلئے مناسب کاروائی کرنی ضروری ہوگی قرآن عزیز میں جہاں جہاں مختلف قسم کے مجرموں اور بدکاروں کے حق میں سختی اور شدت کے برتنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایسے ہی مواقع کے لئے ہے، اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

جرأت و شجاعت

قرآن کریم جس طرح تواضع و خاکساری اور درگزر و بردباری کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح وہ اپنے موقع پر بہادری اور جانبازی اور جرأت و اظہار قوت کی بھی تلقین کرتا ہے، مثلاً اگر حق و باطل کا معرکہ ہو تو قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فولادی انسانوں کی طرح پوری بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کریں ـــــــ ایک موقع پر ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا ۝ ـ (انفال ـ ع ـ ۶)

اے ایمان والو! جب تمھارا مقابلہ (دشمن کی) کسی فوج سے ہو تو تم ثابت قدم رہو۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا :۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ ـــــــ . (صف ـ ع ـ ۱)

اللہ تعالےٰ اپنے اُن بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اور ایسے جم کر جنگ کرتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کی اس ایمانی قوت اور شجاعت کا ذکر خاص پیار اور تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے کہ جب ان کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لئے یہ خبریں پہنچائی گئیں کہ تمھارے دشمنوں نے تمھیں ختم کرنے کیلئے بڑی تیاریاں کی ہیں، اور بہت

سامانِ جنگ جمع کیا ہے تو وہ بالکل مرعوب نہیں ہوئے بلکہ اس سے ان کی ایمانی قوت میں اور ترقی ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارا اللہ کافی ہے۔ ہم سب دیکھ لیں گے ——— سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے :-

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۝ (آل عمران ع ۱۸)

ہمارے وہ صاحبِ ایمان بندے جن سے لوگوں نے کہا کر (تمھارے ستانے کے لئے) سارے لوگ جمع ہوئے ہیں اور انھوں نے بڑا سامان جمع کیا ہے، تم کو ان سے ڈرنا چاہیئے تو اس بات نے ان کی ایمانی کیفیت میں اور اضافہ کیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اسی طرح غزوۂ احزاب میں دشمنوں کی ٹڈی دل فوجوں کو دیکھنے کے بعد اہلِ ایمان نے جس ایمانی جرأت و ہمت اور شجاعت کا ثبوت دیا تھا، اس کا ذکر بھی قرآن پاک میں بڑی تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے ——— ارشاد ہوا ہے :-

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ۝ (احزاب ع ۳)

اور جب دیکھا ایمان والوں نے دشمن کی فوجوں کو، تو ان کی زبان سے نکلا یہ تو وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے پہلے سے خبر دے دی تھی اور بے شک سچ فرمایا تھا اللہ و رسول نے اور اس سے انکے ایمان و یقین میں اور انکی اطاعت کی صفت میں اور ترقی ہوئی۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ موت کا خوف یا کسی تکلیف یا نقصان کا اندیشہ ہی وہ چیز ہے جو جرأت و شجاعت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور آدمی کو بزدل بنا دیتی ہے، قرآن مجید نے بزدلی کی اس جڑ ہی کو کاٹ دیا، جا بجا فرمایا گیا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے، اگر وہ وقت آگیا ہے تو کوئی بچا نہیں سکتا، اور اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا ہے تو کوئی مار نہیں سکتا ———

اسی طرح جا بجا فرمایا گیا ہے کہ کسی تکلیف یا نقصان کا پہنچنا نہ پہنچنا اللہ تعالےٰ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے جب تک اس کا ارادہ اور حکم نہ ہو ہمیں کوئی گزند اور نقصان کسی طرح سے نہیں پہنچ سکتا اور جب اس کا حکم ہو تو کوئی ہمیں تکلیف اور نقصان سے بچا نہیں سکتا، دو تین آیتیں اس سلسلہ میں بھی پڑھ لیجئے ——— سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۝ (آل عمران ع ۱۵)

اور کسی کو موت آ نہیں سکتی بغیر حکمِ خدا کے، لکھا جا چکا ہے معین وقت (موت کا)۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے :-

اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (یونس ع ۵)

جب آوے گا وقت ان کی موت کا تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے جا سکیں گے (ٹھیک مقرر وقت پر اٹھا لئے جائیں گے)

اسی طرح ایک جگہ فرمایا گیا ہے :-

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۝ ——— (تغابن ع ۲)

کوئی مصیبت نہیں آسکتی بدون حکم خدا کے ———

اور سورۂ توبہ میں ارشاد ہے :-

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ——— (توبہ - ع - ۷)

اے رسول! آپ فرما دیجئے کہ ہمیں ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اسکے جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر کر دیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، اور ایمان والوں کو سب کام اسی اللہ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔

غور کیا جائے جس دل میں یہ تعلیم اُتر جائے پھر اس میں بزدلی کے لئے کہاں گنجائش رہ سکتی ہے، اور جرأت و شجاعت کی راہ میں اس کے لئے کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے۔

وقار و خودداری

جرأت وشجاعت سے قریبی مناسبت رکھنے والی ایک اخلاقی صفت یہ بھی ہے جسے ہم اپنی زبان میں وقار اور خودداری کہتے ہیں، قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو اس کی بھی ہدایت کرتا ہے کہ وہ باوقار اور خوددار ہو کر رہیں، ایسا رویہ نہ اختیار کریں کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوں، حتیٰ کہ اگر کسی وقت ناداری اور حالات کی ناسازگاری سے نوبت فقر وفاقہ کی بھی آجائے تو بھی اپنے اس حال کو جہاں تک ہو سکے دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دیں ——— ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورۂ بقرہ میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے :-

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ۔ (البقرۃ ع ۳۷)

ناواقف آدمی ان کی بے سوالی کی وجہ سے ان کو آسودہ حال سمجھے گا، تم پہچان سکتے ہو ان کو ان کے چہرہ کی خاص کیفیت سے۔

اور سورۂ فرقان میں جہاں اللہ کے خاص مقبول بندوں کے امتیازی اخلاق واوصاف کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں ان کا ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے :-

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ——— (فرقان۔ع۔۶)

اور جب ان کا گزر ہوتا ہے لوگوں کی بیہودہ باتوں پر تو وہ باوقار شریفوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

الغرض اپنے ماننے والوں کو قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ ان کا رویہ ایسا ہی خودداری اور وقار کا ہونا چاہیے۔

حیا اور عفّت

شرم وحیا اور عفّت وپاکدامنی بھی ان اخلاق میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے خاص طور سے زور دیا ہے، اور اسکی ضد بے حیائی اور اخلاقی آلودگی سے (جس کیلئے جامع لفظ قرآن مجید میں "فاحشہ" اور "فحشاء" کا استعمال کیا گیا ہے) بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے بلکہ

منہیات ومحرمات کے بیان میں کئی جگہ پہلے نمبر پر اسی کا ذکر کیا گیا ہے ——— مثلاً سورۂ نحل کی اس آیت میں جو مختصر ہونے کے باوجود قرآن مجید کا ایک جامع ہدایت نامہ ہے (اور اسی وجہ سے جمعہ وغیرہ کے خطبوں کے آخر میں عام طور سے اس کو پڑھا جاتا ہے) ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عدل وانصاف اور احسان وغیرہ مکارمِ اخلاق کا حکم دیتا ہے" ——— اور

وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (النحل۔ع۔۱۳)

منع فرماتا ہے بے حیائی سے اور عام برائی سے اور ظلم وزیادتی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اسی طرح سورہ اعراف میں جہاں بنیادی محرمات کا ذکر فرمایا گیا ہے، وہاں بھی سب سے پہلے نمبر پر "فواحش" ہی کا نام لیا گیا ہے ——— ارشاد ہے :-

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ ——— (اعراف ع ۴)

اے رسول! آپ لوگوں کو فرمائیے کہ میرے رب نے حرام کر دیا ہے سب بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں سے علانیہ ہوں اور جو چھپی ہوں (یعنی بے حیائی کی یہ باتیں علانیہ کرنا بھی حرام ہیں اور پردہ میں بھی) اور اسی طرح اللہ نے حرام کیا ہے گناہ کو اور ناحق ظلم وزیادتی کو، اور اس بات کو کہ تم شریک کرو اس کے ساتھ کسی بھی ہستی کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ بات کہو جس کا تمہیں (کسی صحیح ذریعہ سے) علم نہیں ہو۔

ان دونوں آیتوں میں، اور انکے علاوہ بھی جن آیتوں میں بے حیائی کی باتوں (فحشاء یا فاحشہ یا فواحش) کی ممانعت فرمائی گئی ہے، تو یہ ممانعت دراصل نہی کی شکل میں حیاء اور عفّت کا امر و حکم ہے۔ اسکے علاوہ قرآن مجید نے ان باتوں سے بھی منع فرمایا ہے جو بذاتِ خود اگرچہ بے حیائی کی

باتیں نہیں ہیں لیکن ان سے بے حیائی اور اخلاقی آلودگی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے، اسی بناء پر حکم دیا گیا ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کا جب سامنا ہو جائے تو دونوں نگاہیں نیچی کر لیا کریں، ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھیں ـــــ سورۂ نور میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۝ ـــ (نور ـ ع ـ ۴)

اے رسول! آپ ایمان والوں کو حکم دیجئے کہ (جب نامحرم عورتوں کا سامنا ہو تو) وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اور کریں گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے ـــــ اور (اسی طرح) ایمان والی ہماری بندیوں کو آپ حکم سنا دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

خود آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آنکھوں پر یہ پابندی حیا اور عفت و عصمت کی حفاظت ہی کے لئے لگائی گئی ہے، بلکہ پردہ سے متعلق سارے احکام کی اصل نوعیت یہی ہے کہ وہ حیاء اور عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے دیئے گئے ہیں ـــــ سورۂ احزاب میں جہاں یہ حکم دیا گیا ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں سے جب کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو (وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ[1]) تو وہیں اسکی حکمت اور وجہ یہ بیان فرما دی گئی ہے:-

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ـــــ (احزاب ـ ع ـ ۷)

یہ طرزِ عمل تمہارے اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک رکھنے والا ہے۔

نیز اسی سورۂ احزاب میں جن ایمانی اخلاق و اوصاف رکھنے والے مرد اور عورتوں کو مغفرت اور

[1] یہ آیت اگرچہ اپنے سیاق کے لحاظ سے ازواج مطہرات سے متعلق ہے لیکن حکم عام ہے ۱۲

اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے ان میں سے ایک وصف یہ پاکدامنی بھی ذکر فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے:-

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ـــــ (احزاب ـ ع ـ ۵)

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد، اور اسی طرح کثرت سے اس کا ذکر کرنے والی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کیلئے مغفرت کا فیصلہ فرما رکھا ہے اور اجر عظیم کا سامان تیار کیا ہے۔

اسی طرح سورۂ مومنون اور سورۂ معارج میں اللہ کی رحمت اور جنت کے مستحق مومنین کے جن امتیازی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ان کی عفت اور پاکدامنی بھی ہے، دونوں جگہ الفاظ بالکل یکساں ہیں ـــــ ارشاد ہے:-

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ (مومنون ع ۱ ـ معارج ع ۱)

اور وہ بندے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی وہ جنت کے وارث ہوں گے اور جنت میں ان کا بڑا اعزاز و اکرام ہوگا)

بہر حال قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق حیا و عفت بھی ان خاص ایمانی اوصاف میں سے ہیں جن سے انسانوں کی نجات و فلاح کا مسئلہ وابستہ ہے۔

طہارت و پاکیزگی

اخلاق و آداب ہی کے سلسلہ کی قرآن مجید کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے اپنے کو پاک صاف رکھا جائے، سورۂ مدثر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا گیا ہے:-

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ـــــ (مدثر ـ ع ـ ۱)

اور اپنے کپڑے (بھی) پاک صاف رکھو، اور ہر طرح کی گندگی اور میل کچیل سے دور رہو۔

اور سورۂ توبہ میں اصحابِ نبیؐ کے ایک خاص طبقے کی صفائی پسندی اور اس کے خاص اہتمام کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ ۝ ———— (توبہ۔ع۔۱۳)

اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو خوب پاک صاف رہتے ہیں اور اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

اور سورۂ بقرہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ ۝ — (بقرہ۔ع۔۲۸)

اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والے اور پاک صاف رہنے والے بندوں سے۔

گویا طہارت و پاکیزگی ان اوصاف میں سے ہے جن کی وجہ سے بندہ اللہ کی محبوبیت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ

معاملات میں پاکبازی اور اکلِ حلال

قرآن مجید نے انسانی زندگی کے تزکیہ اور اس کی سیرت کی تعمیر کے سلسلہ میں جو ہدایات اپنے ماننے والوں کو دی ہیں، ان میں سے ایک اہم ہدایت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لین دین کے معاملات میں پورے پاکباز ہوں اور اپنی روزی صرف جائز اور پاک ذریعوں سے حاصل کریں، کسی ناجائز طریقے سے ایک پیسہ بھی نہ کمائیں۔

سورۂ بقرہ میں ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت اور ان کے متعلق چند خاص احکام بیان فرمانے کے بعد متصلاً ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ ۝ ———— (بقرہ۔ع۔۲۳)

اور تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق اور ناروا طریقوں سے نہ کھاؤ (یعنی حرام و ناجائز روزی سے تم ہمیشہ ہی روزہ رکھو۔)

اور قریب قریب انہی الفاظ میں سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ———— (النساء۔ع۔۵)

اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے ہضم نہ کرو، ہاں اس میں حرج نہیں کہ باہمی رضامندی سے تمہارے درمیان جائز تجارتی لین دین ہو۔

ان دونوں آیتوں میں ناجائز کمائی کی ممانعت کے لئے ایسا وسیع اور عام عنوان اختیار کیا گیا ہے جس میں کمائی کے سارے ہی ناجائز طریقے آجاتے ہیں، اس طرح ان آیتوں سے سود، رشوت،

جوا، سٹہ، لاٹری، دھوکہ فریب کی تجارت اور ان کے علاوہ بھی کمائی کے سارے ناجائز طریقے خواہ وہ پرانے ہوں یا نو ایجاد، ان آیتوں کی رو سے ممنوع اور حرام ہو گئے۔

پھر سود اور جوئے وغیرہ کی حرمت قرآن مجید میں جا بجا مستقلاً بھی بیان فرمائی گئی ہے، مثلاً سورۂ بقرہ کے اڑتیسویں ۳۸ رکوع میں سود خوروں کی مذمت اور ان کے بُرے انجام کے ذکر کے ساتھ "حَرَّمَ الرِّبٰوا" کے صاف صریح الفاظ میں سود کی حرمت کا اعلان فرمایا گیا پھر "یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا" کے الفاظ سے سود کی نحوست اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی مبغوضیت و ملعونیت کو اور زیادہ واضح کیا گیا ہے، پھر جو لوگ یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی سودی کاروبار نہ چھوڑیں انکو مخاطب کر کے سنایا گیا:۔ "فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" یعنی تمھیں اب خبردار رہنا چاہئے کہ تم سے اللہ و رسول کی جنگ ہے تم اب اللہ و رسول کے دشمن ہو اور اللہ و رسول تمھارے دشمن ہیں ——— (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

کمائی اور کھانے پینے ہی کے سلسلہ میں شراب اور جوا وغیرہ جو چند ناپاکیاں عربوں کی زندگی کا گویا جزو بنی ہوئی تھیں، ان کے بارے میں سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (مائدہ ع ۱۲)

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوئے بازی، اور یہ استھان (یعنی معبودانِ باطل کے آستانے اور ان کے چڑھاوے) اور یہ پانسے (یعنی پانسوں کے ذریعہ قرعہ اندازی جو جوئے ہی کی ایک خاص شکل ہے) یہ سب گندے ناپاک شیطانی کام ہیں اُن سے بچو، تو تمھاری فلاح کی امید ہو سکتی ہے۔

ناپ تول میں کمی بیشی جو بہت پرانی اور بہت عام بددیانتی ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ (بنی اسرائیل ع ۴)

اور جب تمھیں کوئی چیز کسی کو ناپ کر دینی ہو تو پیمانہ پورا بھر کر دو، اور (جب کسی کو تول کر کچھ دینا ہو تو) ٹھیک ترازو سے تولو (باٹ ترازو میں کوئی پھیر اور بل نہ ہو)

اور سورۂ رحمٰن میں ارشاد فرمایا:۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ——— (الرحمٰن ع ۱)

اور حق و انصاف کے مطابق ٹھیک تولو، اور وزن میں کمی نہ کرو (ڈنڈی نہ مارو)

قرآن مجید نے ان واضح اور صریح احکام کے علاوہ ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کو قیامت کے عذاب سے ایسے انداز میں ڈرایا ہے کہ جس دل میں خدا کے خوف اور ڈر کی کچھ بھی گنجائش ہو وہ لرزکے رہ جائے، اور پھر کبھی بھول کے بھی اُس سے یہ بددیانتی سرزد نہ ہو ——— ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ——— (تطفیف)

بڑی خرابی اور بہت بُرا انجام ہے ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کیلئے (جن کا طرزِ عمل یہ ہے کہ) جب لوگوں سے وہ اپنے لئے ناپ کر لیتے ہیں تو بھر پور لیتے ہیں اور جب دوسروں کیلئے وہ کوئی چیز ناپتے یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا انھیں اس کا خیال نہیں کہ وہ (مرنے کے بعد حساب اور جزا کے) یوم عظیم کیلئے پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، جس دن کہ سارے انسان جلال و جبروت والے رب العٰلمین کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

جو شخص سچے دل سے قرآن مجید کو خدا کی کتاب مانے وہ ان آیتوں کے سننے کے بعد ناپ تول میں بددیانتی کس طرح کر سکتا ہے، اگر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں بھی ایسے لوگ کہیں نظر آتے ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ ان کے دل حقیقتِ ایمان سے محروم ہیں۔

حرام خوری کی ایک نہایت ہی لعنتی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مذہبی و روحانی پیشوائی کا لباس پہن کر یعنی عالم دین یا درویش بن کر حیلوں اور ہتھکنڈوں سے خدا کے سادہ دل بندوں سے

نذرانے چڑھاوے وصول کرے ایسے لوگوں کا عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تحصیل وصول کے اس سلسلہ کو ہمیشہ باقی رکھنے اور اپنی آنے والی نسلوں کیلئے بھی محفوظ کرنے کیلئے وہ اس کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ انکے یہ ام افتادہ عوام دین کی صحیح تعلیم سے کبھی آشنا نہ ہوتے پائیں اور اللہ کے مخلص بندوں اور دین حق کے سچے خادموں اور داعیوں سے ہمیشہ دُور دُور اور الگ تھلگ رہیں ______

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ زیادہ تر یہودیوں میں تھے ______ لیکن ہمارے اس زمانہ میں بدقسمتی سے خود مسلمانوں میں ایسے پیشہ ور مولویوں اور پیروں کا ایک پورا طبقہ موجود ہے جس کا یہی کردار اور کاروبار ہے ______ بہر حال ایسے لوگ خواہ وہ یہودیوں، عیسائیوں میں ہوں یا مسلمانوں میں قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ______ (توبہ-ع-۵)

اے ایمان والو! بہت سے "عالم مولوی" اور "پیر فقیر" بندگانِ خدا کا مال ناجائز حیلوں اور ترکیبوں سے کھاتے ہیں (اور بجائے اس کے کہ ان بیچاروں کو کوئی دینی فائدہ پہنچاتے، اور خدا کا راستہ بتاتے، اُلٹے ان کو) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود کے مذہبی پیشواؤں کا ایک طبقہ تھا جو پہلی آسمانی کتابوں (تورات وغیرہ) کے ان مضامین سے خوب واقف تھا جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق ہوتی تھی، لیکن وہ اپنے عوام کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر نہیں کرتا تھا، بلکہ تحریف و تاویل کے پردے ڈال کر اس کو چھپانا چاہتا تھا، تاکہ یہ بیچارے عوام اسی طرح ان کے جال میں پھنسے رہیں، اور نذرانوں، چڑھاووں کے سلسلے میں کوئی فرق نہ پڑے ______ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ میں ان لوگوں کو سخت وعید سنائی گئی ______ فرمایا گیا :-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرۃ ع ۲۱)

اللہ تعالےٰ نے جو کتابیں نازل کیں، جو لوگ ان کے مضامین کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اس حق پوشی کے ذریعہ تھوڑے سے پیسے (نذرانے چڑھاوے) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ صرف آگ سے بھر رہے ہیں (وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہاں خدا رسیدہ اور اللہ والے بنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان بہروپیوں سے سخت ناراض اور بیزار ہے) قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ان سے بات بھی نہیں کرے گا، اور ان کو (بخش کر) گناہوں سے پاک بھی نہیں کریگا اور ان کیلئے وہاں صرف دردناک عذاب ہے۔

قرآن مجید نے ایک طرف تو کمائی کے ناجائز طریقوں اور حرام غذاؤں کو ممنوع قرار دیا اور ان پر سخت وعیدیں سنائیں اور دوسری طرف اس کی بھی ترغیب دی کہ اللہ نے جن چیزوں اور جن کمائیوں کو حلال و طیب قرار دیا ہے (جن کا دائرہ بہت وسیع ہے) ان کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے حکم کے مطابق آزادی سے استعمال کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے، اپنے کو خواہ مخواہ تنگی میں نہ ڈالا جائے ______ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○ ______ (البقرۃ-ع-۲۱)

اے ایمان والو! ہم نے جو پاک طیب چیزیں تمھیں بخشی ہیں، ان کو بے تکلف کھاؤ، اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم صرف اسی کی بندگی کرنے والے ہو (تو تمھارا طرزِ عمل یہی ہونا چاہیئے)

اور سورۂ نحل میں فرمایا گیا :-

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ______ (نحل-ع-۱۵)

اللہ تعالےٰ نے جو حلال و طیب چیزیں تم کو عطا فرمائی ہیں، ان کو بے تکلف کھاؤ،

اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اور اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو تو تمھیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

اور سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا:۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ ——— (مائدہ ۔ع ۔۱۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمھارے لئے حلال کی ہیں ان کو اپنے لئے حرام مت کرو، اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز نہ کرو، ایسا کرنے والے اللہ کو سخت ناپسند ہیں اور اللہ نے جو حلال طیب چیزیں تمھیں عطا فرمائی ہیں ان کو بے تکلف کھاؤ پیو اور جس اللہ پر تمھارا ایمان ہے اس سے ڈرو (اور اس کے حدود واحکام کے پابند رہو۔)

حق اور نیکی کو پھیلانے اور عام کرنے کی جدوجہد

اور

اس راہ میں جانبازی

عقائد اور اعمال، اخلاق اور معاملات وغیرہ زندگی کے مختلف شعبوں میں قرآن مجید نے جو ہدایات دی ہیں ——— (جو کسی قدر تفصیل سے گذشتہ اوراق میں ذکر کی جا چکی ہیں) ——— کوئی عقل سلیم والا اس میں شک نہیں کر سکتا کہ یہ سب حق اور نیکی کی ہدایات ہیں، قرآن مجید ان ہدایات پر عمل کرنے کے مطالبے کے ساتھ اپنے ماننے والوں سے اس کا بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس حق اور نیکی کو دوسروں میں پھیلانے اور عام کرنے کی بھی جدوجہد کریں یعنی اس کی پوری کوشش کریں کہ اللہ کے زیادہ سے زیادہ بندے حق اور نیکی کے اس راستے کو اختیار کر کے اللہ تعالےٰ کی رضا اور رحمت اور آخرت میں جنت کے حق دار بنیں۔

حالات کے مطابق اس کوشش کی شکلیں اور اسکے درجے مختلف ہوتے ہیں، دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، ان مختلف شکلوں کے عنوانات ہیں، یہ ناچیز اس موضوع پر تفصیلی کلام اپنی کتاب "دین و شریعت" میں کر چکا ہے، یہاں صرف یہی بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید کا مطالبہ اور اس کی دعوت و ہدایت اس بارے میں کیا ہے، اس لئے یہاں اس سلسلہ کی صرف چند آیات درج کی جاتی ہیں ——— سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ ——— (آل عمران ـ ع ـ ۱۱)

اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی اُمّت ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف دعوت دے نیکی کیلئے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے، اور یہ کام کرنے والے ہی فلاح یاب ہوں گے۔

اس آیت کے لفظ "مِنكُمْ" سے لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کام کا مطالبہ اس آیت میں قرآن کی ماننے والی پوری اُمّت سے نہیں کیا گیا ہے، بلکہ یہ اسکے کسی خاص طبقہ کی ذمّہ داری ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس آیت ہی کے آخری جملہ:۔ "وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" سے اس غلط فہمی کی تردید ہو جاتی ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاح وسعادت کے حق دار صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس کام کو انجام دیں، اور جس عمل پر فلاح وسعادت کا حصول موقوف ہو، ظاہر ہے کہ اس کا مطالبہ صرف کسی خاص طبقہ سے نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسکی دعوت پوری اُمّت کو دی جانی ضروری ہے ——— علاوہ ازیں اس آیت سے ۴۔ ۵ ہی آیتوں کے بعد قرآن نے اس مطالبہ کو پھر ان الفاظ میں دوہرایا ہے:۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ——— (آل عمران ع ـ ۱۲)

اے پیروان محمدؐ! تم تمام امتوں میں بہترین اُمّت ہو، جو لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے، تمھارا کام یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں اس امت کے وجود وظہور کی غرض وغایت ہی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کو ایمان باللہ کے ساتھ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور لوگوں کی اصلاح وہدایت کی خدمت انجام دینا ہے۔

الغرض اس آیت سے بھی یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ امت کا کوئی خاص طبقہ اس کام کا ذمہ دار نہیں ہے، بلکہ پوری امت سے اس کا مطالبہ ہے ——— ہاں اس کام کی خاص نوعیت ایسی ہے کہ اکثر حالات میں امت کے ہر فرد کا اس میں لگنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اسکی

اہلیت وصلاحیت رکھنے والے افراد اگر بقدر کفایت اس کام میں لگے رہیں اور دوسروں کا تعاون انھیں حاصل رہے تو بھی کام پورا ہوتا رہتا ہے، اور اس عاجز کا خیال ہے کہ غالباً اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے پہلی آیت میں لفظ "مِنكُمْ" لایا گیا ہے ——— واللہ اعلم

اور سورۂ حٰم سجدہ میں فرمایا گیا:۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي
مِنَ الْمُسْلِمِينَ ٥ ——— (حٰم سجدہ ۴ ـ ع ـ ۵)

اور کون زیادہ اچھا ہو سکتا ہے اس شخص سے بات میں جس نے بلایا اللہ کی طرف اور خود بھی نیک کرداری اختیار کی اور کہا کہ میں اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

یعنی سب سے اچھی بات اس بندہ کی ہے جو ایمان وعمل صالح کا ذاتی سرمایہ رکھنے کے ساتھ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کی طرف بلاتا ہو، اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا اور اس راہ میں جان کھپاتا ہو۔

اور سورۃ العصر میں فرمایا گیا:۔

وَالْعَصْرِ ٥ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ٥ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ٥ ——— (العصر)

زمانہ کی گردش کی قسم، سارے انسان خسارہ میں ہیں، خسارہ سے بچنے والے اور فلاح پانے والے صرف وہ بندگانِ خدا ہیں جو ایمان لائیں، نیک اعمال کریں، اور راہِ حق پر چلنے کی اور نفس کو بری خواہشوں سے تھامے رکھنے کی ایک دوسرے کو وصیت ونصیحت بھی کریں۔

اس صورت میں خسارہ سے بچنے اور فلاح پانے کیلئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ "تواصی بالحق" اور "تواصی بالصبر" کی بھی شرط لگائی گئی ہے، اس "تواصی بالحق" کا مطلب ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ عقائد میں، ایمان میں، اخلاق میں، معاملات میں (خواہ وہ معاملات انفرادی ہوں یا اجتماعی شخصی ہوں یا قومی یا بین الاقوامی، اپنوں کے ساتھ ہوں یا غیروں کے ساتھ) غرض زندگی کے

ہر معاملہ اور ہر شعبہ میں حق پر چلنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے ـــــ اسی طرح تواصی بالصبر کا مطلب یہ ہے کہ غلط راہوں پر چلنے اور غلط کام کرنے کی جو خواہشیں مختلف محرکات کی وجہ سے نفس میں پیدا ہوتی ہیں، ان سے باز رہنے اور نفس کو قابو میں رکھ کر حق و ہدایت کا پابند رکھنے کی بھی دوسروں کو دعوت دی جائے اور وصیت و نصیحت کی جائے ـــــ بہرحال اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی طرح یہ کام بھی ہمارے اُن بنیادی فرائض میں سے ہے جن کو ادا کئے بغیر ہم فلاح و سعادت سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

اس کام کا ایک جامع اور وسیع تر عنوان جیسا کہ عرض کیا گیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، جس کا اصل مطلب ہے اللہ کے راستہ میں پوری محنت اور کوشش کرنا، یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے راستہ پر لگانے اور اس کی رضا و رحمت کا مستحق بنانے کے لئے جس وقت جس محنت و کوشش اور جس قربانی کی ضرورت ہو اور جو اپنے امکان میں ہو وہ کر گزرنا ـــــ جہاد کے اصل معنی یہی ہیں، ہاں اس کی شکلیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکۂ معظمہ کے بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سالوں میں جس طرح یہ کام کرتے رہے وہ جہاد کی ایک شکل تھی، پھر مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں آپ نے اور آپ کی رہنمائی میں آپ کے اصحاب کرام نے جو دعوتی اور تبلیغی کوششیں فرمائیں، اور جو محنتیں اور مشقتیں اس سلسلہ میں اٹھائیں وہ بھی جہاد کی ایک شکل تھی اور اس کے بعد بدر و اُحد اور دوسرے غزوات میں جنگ و قتال کے جو معرکے ہوئے وہ بھی جہاد ہی کی ایک شکل تھی۔

پس قرآن مجید میں جہاں جہاں اہلِ ایمان سے جہاد فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ والا بنانے کیلئے اور شیطان و نفس اور معبودانِ باطل کی غلامی سے نجات دلا کر ان کو اللہ کی بندگی میں لانے کے لئے اور ان کی زندگی کو پاکیزہ اور نورانی بنا کر ان کو خدا کی رحمت اور جنت کا مستحق بنانے کے لئے جو کوشش اور قربانی تم کر سکتے ہو اس میں دریغ نہ کرو، قرآن مجید میں اس کام کو اتنی عظمت دی گئی ہے کہ اس کو

خود اللہ کی نصرت اور اسکے کرنے والوں کو انصار اللہ یعنی اللہ کے مددگار کہا گیا ہے، اور انکے لئے دنیا اور آخرت کی بڑی سے بڑی سرفرازیوں اور سربلندیوں کے وعدے کئے گئے ہیں۔

سورۂ صف کی یہ چند آیتیں پڑھئے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ
وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ
عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ
وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ
اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ
قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ـــــ (صف ـ ع ـ ۲)

اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایک ایسا کاروبار بتا دوں جو درد ناک عذاب سے تمھیں نجات دلا دے؟ (سنو وہ یہ ہے) ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر (اور اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے اپنے حقیقی مومن ہونے کا ثبوت دو) اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستہ میں اور اسکے دین کیلئے جد و جہد کرو اس میں تمھارے لئے سراسر بہتری ہے اگر تم کو حقیقت کا علم ہو ـــ (تم نے اگر ایسا کیا) تو اللہ تمھارے گناہ بخش دے گا، اور تم کو بہشت کے ان باغات میں پہنچا دے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور سدا بہار جنتوں کے نہایت ہی نفیس محلوں میں تمھیں بسائے گا، یہی عظیم الشان کامیابی ہے (اور آخرت کی اس جنت اور کامیابی کے علاوہ اور اس سے پہلے) ایک دوسری نعمت بھی تم کو عطا کرے گا جس کی تمھیں چاہت ہے (اور وہ ہے) دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ کی مدد اور قریبی فتح اور اے پیغمبر! آپ ایمان والے بندوں کو اس کی خوشخبری سنا دیجئے،

اے ایمان والو! ہو جاؤ اللہ کے مددگار جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہیں میری مدد کرنے والے اللہ کے راستہ میں؟ تو حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے انصار اور اس کے راستہ میں آپ کے مددگار۔

اور سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ———— (مائدہ۔ع۔۶)

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو، اور اس کے (قرب و رضا) کا راستہ تلاش کرو (یعنی ایسے عمل کرو جن سے اس کی رضا اور قرب حاصل ہو، اس سلسلہ کا خاص الخاص عمل یہ ہے کہ) اس کے دین کی راہ میں (یعنی اس کے بندوں کو اس کی راہ پر لگانے کے لئے) بھرپور کوشش کرو، تاکہ تم فلاح پا سکو۔

اور سورۂ حج کے خاتمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ (الحج۔ع۔۸)

اور جدوجہد کرو اللہ کی راہ میں (یعنی اسکے بندوں کو اسکے راستہ پر لگانے کے لئے پوری محنت اور کوشش کرو) جیسی محنت اور کوشش کا اس کا حق ہے (اے امتِ محمدؐ! اب) اللہ نے تم کو اس خدمت کیلئے چنا ہے، طریقہ ہے تمھارے باپ ابراہیم کا (علیہ السلام) اس نے تمھارا (کیسا اچھا) نام مسلم رکھا ہے اس (کتاب قرآن مجید) میں اور اس سے پہلے (والی کتابوں میں) تو ایسا ہو کہ رسول تو تمھیں بتانے والا ہو اور تم باقی دنیا کے بتانے والے بنو۔

اور سورۂ حجرات میں اس جہاد فی سبیل اللہ یعنی دین کیلئے محنت و قربانی کو لازمۂ ایمان بتایا گیا ہے اور صاف فرمایا گیا ہے کہ سچے مومن بس وہی ہیں جن کو اللہ و رسول پر اور ان کی باتوں

پر یقین ہو، دل میں کسی شک و شبہ کا گذر نہ ہو، اور وہ اللہ کی راہ میں جدوجہد اور قربانی بھی کرتے ہوں ——— ارشاد ہوا ہے:۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (الحجرات۔ع۔۲)

اصلی مومن تو بس وہی بندے ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر وہ کسی شک و شبہ میں گرفتار نہیں ہوئے، اور انھوں نے خوب کوشش کی اور قربانی دی اپنے جان و مال کی اللہ کے راستہ میں، بس وہی بندے (ایمان کے دعوے میں) صادق اور سچے ہیں۔

آخر میں سورۂ توبہ کی ایک آیت اور پڑھ لی جائے جس میں بتایا گیا ہے کہ اہلِ ایمان کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ انھیں دنیا کی ہر محبوب اور پسندیدہ چیز حتیٰ کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھی زیادہ اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ کی راہ میں جدوجہد اور جانبازی محبوب ہو، اگر کسی کا یہ حال نہ ہو تو وہ خدا کی رحمت و عنایت کا نہیں، بلکہ سزا کا مستحق ہے، العیاذ باللہ۔

——— سورۂ توبہ میں فرمایا گیا:۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (توبہ ع ۳)

(اے پیغمبرؐ! مسلمانوں سے کہیے کہ اگر تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد اور تمھارے بھائی بند اور تمھاری بیویاں اور تمھارا کنبہ قبیلہ اور تمھاری کمائی ہوئی دولت اور تمھاری وہ تجارت جس کے ٹھپ ہو جانے کا تمھیں خطرہ ہے، اور تمھارے رہنے کے مکانات جو تمھیں عزیز ہیں (تو اگر یہ چیزیں) زیادہ پیاری ہیں، تم کو اللہ سے

اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں محنت و جانبازی سے تو منتظر رہو،
یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ کر دے (اور تم کو اس کی سزا مل جائے) اور اللہ تعالےٰ
کا دستور یہ ہے کہ وہ نافرمانوں کو ہدایت کی نعمت عطا نہیں فرماتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کی اصل شان یہ ہے کہ راہ خدا میں جاں بازی اور دین کے لئے جد و جہد اس کو دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب و مرغوب ہو۔

گویا صرف یہ عمل ہی نہیں، بلکہ اس عمل سے عشق ہونا چاہئے اور بیشک عشق ہی کی طاقت سے اس راستہ کی مشکلات کو عبور کیا جا سکتا ہے ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

قرآنی خطبات و مواعظ

یوں تو سارا قرآن ہی نصیحت و موعظت ہے، اور مختلف عنوانات کے تحت جو کئی سو آیتیں ہم نے یہاں تک اس کتاب میں درج کی ہیں، وہ سب ہی کسی نہ کسی نصیحت و موعظت کی حامل ہیں، لیکن قرآن پاک میں بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں جن کی حیثیت مستقل خطبات و مواعظ کی ہے، اور گذشتہ عنوانوں میں سے کسی کے تحت ہم نے ان کو درج بھی نہیں کیا ہے ———

اب اس عنوان کے تحت ہم ان ہی کو درج کرنا چاہتے ہیں۔

اگرچہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پچاسوں کیا بلکہ سیکڑوں ہیں، لیکن یہاں ہم صرف دس مقامات کی چند چند آیتیں قرآن مجید کی ترتیب ہی کے لحاظ سے درج کرنے پر اکتفا کریں گے، یہی ہماری اس کتاب کا آخری عنوان اور گویا "خاتمۃ الکتاب" ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

آزمائشوں کے دور میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کی جائے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ
لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ
اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ ع ۱۹)

اے ایمان والو! (مشکلات و مصائب کے مقابلہ کیلئے) صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ (کی نصرت) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے' (اور نماز کے ذریعہ بندہ اپنے رب سے خاص رابطہ پیدا کرتا اور اسکے حضور میں پہنچ جاتا ہے) اور (اے اہلِ ایمان تم ایسے) جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کردیئے جائیں ان کے بارے میں نہ (تو ایسا خیال کرو اور نہ زبان سے) کہو کہ وہ مُردے ہیں' (وہ مرے نہیں ہیں) بلکہ ایک خاص حیات کے ساتھ وہ زندہ ہیں لیکن تم انکی اس خاص زندگی کا شعور نہیں رکھتے ہو ـــــ اور ہم ضرور تمہیں آزمائشوں کی بھٹی میں ڈالیں گے اور خوف و خطر اور فاقہ کشی اور جان و مال کے نقصانات اور پیداوار کی کمی میں تم کو ہم مبتلا کرینگے (کیونکہ حق پر چلنے والوں اور حق کی دعوت دینے والوں کیلئے ان منزلوں سے گذرنا ضروری ہے) اور اے پیغمبر! فلاح و کامرانی کی بشارت دیجئے ان صابر بندوں کو جن کا حال یہ ہے کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (دل و زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کیلئے ہیں اور (یہاں کی یہ چند روزہ زندگی ختم کرکے) ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے' یہ وہ بندے ہیں جن پر انکے پروردگار کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یاب ہیں۔

مصیبتوں اور آزمائشوں کے وقت کیلئے ان آیتوں میں اہلِ ایمان کی تسلی اور رہنمائی کا کتنا کافی سامان ہے ـــــ صبر کی صفت اپنے اندر پیدا کرنا، اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے رابطہ قائم کرنا، اور اس حقیقت کا استحضار اور مراقبہ کہ ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ ہی کا ہے' اور اللہ ہی کے لئے ہے' اور ہم کو پلٹ کر اسی کے حضور میں جانا ہے' یہ تینوں' طاقت کے وہ خزانے ہیں جن کے اپنے پاس ہوتے ہوئے کوئی صاحبِ ایمان اپنے کو کبھی کمزور نہیں محسوس کرسکتا۔

بندوں کو ان کے مالک کا بلاوا جنّت اور رحمت کی طرف

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ ـــ (آلِ عمران ـ ع ـ ۱۴)

اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی تاکہ تم رحمت کے مستحق ہوجاؤ (اللہ و رسول کے فرماں بردار بندے ہی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں) اور تیزی سے بڑھو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت تمام آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے جو اہلِ تقویٰ کیلئے تیار اور آراستہ کی گئی ہے (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) وہ (نیکی کی راہوں میں) خرچ کرتے ہیں فراغت و خوشحالی میں بھی اور تکلیف و تنگدستی کی حالت میں بھی اور وہ پی جانے والے ہیں غصہ کو' اور معاف کردینے والے ہیں' لوگوں کے قصور' اور اللہ محبت کرتا ہے ایسے نیکوکاروں سے' اور (وہ بندے بھی مغفرت و جنّت کے مستحق ہیں) جن کا حال یہ ہے کہ جب کوئی بُری اور بے حیائی کی حرکت اُن سے سرزد ہوجاتی ہے' یا کوئی گناہ کرکے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں' تو فوراً اللہ ان کو یاد آجاتا ہے' پھر وہ اپنے اس مالک سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش چاہتے ہیں۔ ـــــ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخش سکے ـــــ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے ان اعمالِ بد پر اصرار نہیں کرتے' یہ سب بندے وہ ہیں کہ انکی جزا اور ان کا صلہ بخشش ہے اُن کے پروردگار کی طرف سے اور بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے' اور یہ اچھا بدلہ ہے ان عمل کرنے والوں کیلئے۔

گویا ہمارے مالک اور پروردگار کا اعلان ہے کہ میری رحمت اور جنّت کا دروازہ ان گنہگار بندوں کے لئے بھی کھلا ہوا ہے جنھیں اپنے گناہ پر اصرار نہ ہو، اور وہ گناہ کے بعد توبہ کر کے اور بخشش کے طالب بن کے میری طرف رجوع کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ التَّوْبَۃَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّۃَ۔

دینِ حق کے بنیادی احکام اور نصائح

سورۂ انعام میں ارشاد ہے:۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الانعام ـ ع ـ ۱۸)

اے پیغمبر! اُن سے کہیے! آؤ میں تمھیں سناؤں کہ تمھارے پروردگار نے کیا کیا تم پر حرام کیا ہے (اور اس نے کیا کیا خاص پابندیاں تم پر لگائی ہیں ـــــ سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم اس کا یہ ہے) کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (ہر قسم کے شرک سے بچو) اور (اس کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو ـــ اور افلاس کی وجہ سے اپنے پیدا ہونے والے بچوں کو ہلاک نہ کر ڈالو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی دیں گے ـــــ اور بے شرمی و بے حیائی کی باتوں کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ خفیہ ہوں یا علانیہ ـــــ اور کسی ایسی جان کو قتل نہ کرو جس کا

قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر کسی کو قتل کیا جائے (جیسے مثلاً قصاص میں قاتل کو قتل کیا جاتا ہے) یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ کا رویہ اختیار کرو، اور (اس کا حکم ہے کہ) یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ (اور ان کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ) اِلّا (یہ کہ انکے فائدے کیلئے اُنکے مال میں کوئی تصرّف کرنا ضروری ہو تو) اچھے طریقے سے کر سکتے ہو (وہ بھی اس وقت تک کہ یتیم اپنے سنِ رشد کو پہنچ جائے ـــــ اور انصاف و دیانت کے ساتھ ناپ تول پوری کیا کرو، ہم آدمی پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتے ہیں جتنی اس کے امکان میں ہو ـــــ اور جب بات کہو تو انصاف کی اور خدا لگتی کہو، اگرچہ فریقِ معاملہ تمھارا کوئی عزیز و قریب ہی ہو ـــــ اور اللہ (کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کر کے اُس) کے عہد کو پورا کرو ـــــ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمھیں خاص طور سے حکم دیا ہے امید ہے کہ تم نصیحت پکڑو گے۔

اللہ کی بات ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام

سورۂ رعد کی یہ آیتیں پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کس راستہ پر چلنا ہے، اور مذکورۂ ذیل دو فریقوں میں سے کس فریق کے ساتھ اپنے کو شامل کرنا ہے:۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ۝ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى
الدَّارِ ٭ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ
وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ٭ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ٭ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ
أُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ٭ ——— (الرعد ع-۲-۳)

جن بندوں نے اپنے پروردگار کی بات مانی اور دعوتِ ایمانی اور پیغام ربانی کو قبول کیا اُن کیلئے بڑی خوش انجامی ہے، اور جنھوں نے قبول نہیں کیا (ان کیلئے بڑا برا انجام ہے، ان کا حال وہاں یہ ہوگا کہ) اگر بالفرض انکے پاس وہ سب کچھ ہو جو ساری دنیا میں ہے، اور اسکے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اپنی خلاصی کے لئے بطور فدیہ کے اس سب کو دے ڈالیں گے، اُن کے واسطے بڑا سخت حساب ہے، اور دوزخ ان کا (آخری اور دائمی) ٹھکانہ ہے، اور وہ بڑی بری قرارگاہ ہے (اے پیغمبر!) جس (خوش نصیب بندہ) کو اس حقیقت کا علم و یقین نصیب ہے کہ جو کچھ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا وہ اُس (بدبخت شخص) کی طرح اور (انجام میں) اس جیسا ہو سکتا ہے جو اس حقیقت سے اندھا ہے (ظاہر ہے کہ ان دونوں کا انجام ایک نہیں ہو سکتا) نصیحت تو بس صحیح عقل و بصیرت رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں، جو بندے اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور عہد شکنی نہیں کرتے اور جو اُن روابط اور تعلقات کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور اپنے مالک سے ڈرتے ہیں، اور حسابِ انجام کی بُرائی کا اندیشہ رکھتے ہیں، اور جو بندے اپنے مالک کی رضاجوئی میں اپنے نفسوں کو قابو میں رکھتے ہیں، اور نماز اہتمام سے ادا کرتے ہیں، اور ہم نے جو کچھ ان کو

دیا ہے وہ (نیکی کی راہوں میں) اُس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، اور (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) بُرائی کا جواب بھی وہ نیکی سے دیتے ہیں، بس یہ وہ بندے ہیں جن کے لئے دارِ آخرت کی خوش انجامی ہے (یعنی) سدابہار جنتیں ہیں، جن میں داخل کئے جائیں گے اور انکے (ساتھ انکے) وہ ماں باپ اور وہ بیوی بچے بھی جن میں کچھ صلاح اور نیکی ہوگی، اور ملٰئکہ ہر دروازے سے انکے پاس پہنچیں گے (اور اُن کو اس طرح سلامی دینگے) "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" (یعنی سلام آپ لوگوں پر بسبب اسکے کہ آپ لوگ مضبوطی سے جمے رہے (حق اور نیکی کے راستے پر) پس بہت اچھا ہے آپ لوگوں کا اخروی انجام) اور اسکے برعکس جن لوگوں کی سیرت یہ ہے، کہ وہ اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور جن روابط و علائق کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو توڑتے ہیں، اور اللہ کی زمین میں فساد اور گمراہی پھیلاتے ہیں، اُن کے لئے اللہ کی لعنت ہے، اور دارِ آخرت کا بُرا انجام ہے۔

سرکش مجرموں کو سخت انتباہ اور قیامت میں ان کا انجام

سورۂ ابراہیم کا یہ پورا آخری رکوع پڑھئے ایک لرزہ خیز انتباہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا ——— ارشاد ہے:-

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ٭ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ
لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ ٭ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ
إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ٭ وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيْهِمُ الْعَذَابُ
فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ أَخِّرْنَآ إِلٰٓى أَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ
الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ٭ وَّسَكَنْتُمْ
فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا

لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَإِنْ كَانَ
مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ
إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ
وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ
فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝
لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ
لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ
أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ ——————— (ابراهیم رکوع آخر)

اور ہرگز ایسا مت خیال کرو کہ اللہ ظالموں کی بدکرداریوں سے بے خبر ہے (ایسا نہیں ہے اُسے سب خبر ہے، انکے سارے کرتوت اسکی نظر میں ہیں وہاں) اُنکے جزا سزا کے معاملہ کو اُس نے اس "یوم عظیم" کیلئے مؤخر اور ملتوی کیا ہے جس دن (کی ہولناکیوں کو دیکھ کر) ان مجرموں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ اونٹ کی طرح) سر آسمان کی طرف اٹھائے (ہانپتے کانپتے) دوڑے چلے جارہے ہوں گے (ان کی دہشت و گھبراہٹ اور بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ اوپر ہی کی جانب اٹھی رہیں گی ان کی) نگاہیں، خود انکی طرف لوٹ کے نہ آئیں گی (یعنی آنکھیں اپنے کو دیکھنا ہی بھول جائیں گی) اور اُنکے دل بالکل خالی ہونگے (صبر و قرار اور فکر و فہم کی صلاحیت سے) اور اے پیغمبر! لوگوں کو اس دن کی آمد سے خبردار کردو جس دن کہ اللہ کا عذاب بالکل انکے سامنے آجائے گا، تو جنھوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے وہ کہیں گے، ہمارے مالک و مولا! ہمیں تھوڑی سی مدت کیلئے اور مہلت دیدے (اور اپنی حالت کے درست کرنے کا ذرا موقع دیدے ہم تیرے پیام اور تیری دعوت کو قبول کریں گے (یعنی ایمان لائیں گے) اور رسولوں کی پیروی کریں گے (انھیں جواب ملے گا، آج

جب عذاب تمھارے سامنے آگیا ہے تو یہ باتیں کرتے ہو) کیا تم ہی نہ تھے کہ (قیامت اور آخرت کی جزا سزا کا انکار کرتے ہوئے) تم نے اس سے قبل قسمیں کھا کھا کر کہا تھا کہ تمھیں کبھی کسی طرح کا زوال نہ ہوگا (اور کبھی تم کسی عذاب میں مبتلا نہیں کئے جاؤ گے) حالانکہ تم اگلے زمانہ کے ان لوگوں کی بستیوں ہی میں بسے تھے، جنھوں نے (پہلے شرک و کفر کرکے تمھاری ہی طرح) اپنے نفسوں کو تباہ و برباد کیا تھا، اور تم پر اچھی طرح واضح ہوگیا تھا کہ ہم نے اُنکے ساتھ کیا کیا (اور ان کا کیسا انجام ہوا) اور (اسکے علاوہ) ہم نے تمھارے لئے (اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تاریخی) مثالیں بیان کی تھیں (لیکن تم نے ان میں سے کسی بات سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، اور انکار و بغاوت ہی پر قائم رہے) اور (حق کا راستہ روکنے کیلئے) انھوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں اور اُن کی ساری چالیں خدا کے سامنے ہیں، اور یقیناً ان کی چالیں ایسی تھیں کہ اُن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں (لیکن ارادۂ الٰہی کے مقابلہ میں ان کی کوئی چال بھی کامیاب نہیں ہوسکی) پس ایسا خیال نہ کرو کہ اللہ جو وعدہ اپنے رسولوں سے کرچکا ہے (مثلاً یہ کہ سرکش مجرموں کو وہ ضرور سزا دے گا) وہ اس کے خلاف کرنے والا ہوجائے گا، ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا، اور باغیوں مجرموں کو سزا دینے سے کوئی اس کو نہیں روک سکتا) یقیناً اللہ زبردست اور سب پر غالب ہے، (مجرموں کو انکے اعمالِ بد کی) سزا دینے والا ہے (یہ سب کچھ اس دن ظہور میں آئے گا) جس دن یہ زمین بدل کر ایک دوسری ہی زمین ہوجائے گی، اور آسمان بھی بدل جائے گا، اور سارے آدمی اللہ واحد قہار کے سامنے پیش ہونگے اور تم دیکھو گے اس دن (خدا کے باغیوں) مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے، اُنکے کرتے قطران تیل کے ہونگے (جو گندھک کی طرح آگ کو لیتا ہے اور بہت تیزی سے جلتا ہے) اور آگ کی لپٹیں اُنکے چہرے کا نقاب ہونگی، یہ سب اس لئے ہوگا کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کے مطابق بدلہ دے، اللہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے،

یہ خداوندی پیغام واعلان ہے سب لوگوں کیلئے، اور مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ آگاہ ہوں اور انھیں معلوم ہو کہ (ان کا اور سب کا) معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے اور جو لوگ عقل وخرد سے محروم نہیں ہیں، وہ نصیحت پکڑیں۔

دین کی بنیادی ہدایتیں اور خداوندی احکام

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا ط اما يبلغن
عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما
وقل لهما قولا كريما ٥ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة
وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ٥ ربكم اعلم بما في نفوسكم ط
ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا ٥ وآت ذا القربى
حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا ٥ ان المبذرين كانوا
اخوان الشياطين ط وكان الشيطان لربه كفورا ٥ واما تعرضن عنهم
ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا ٥ ولا تجعل
يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما
محسورا ٥ ان ربك يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر ط انه كان بعباده
خبيرا بصيرا ٥ ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق ط نحن نرزقهم
واياكم ط ان قتلهم كان خطا كبيرا ٥ ولا تقربوا الزنى انه كان
فاحشة ط وساء سبيلا ٥ ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا
بالحق ط ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف
في القتل ط انه كان منصورا ٥ ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتي

هي احسن حتى يبلغ اشده ص واوفوا بالعهد ج ان العهد كان
مسئولا ٥ واوفوا الكيل اذا كلتم وزنوا بالقسطاس المستقيم ط
ذلك خير واحسن تاويلا ٥ ولا تقف ما ليس لك به علم ط ان
السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا ٥ ولا
تمش في الارض مرحا ج انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال
طولا ٥ كل ذلك كان سيئه عند ربك مكروها ٥ ذلك مما اوحى
اليك ربك من الحكمة ط ولا تجعل مع الله الها آخر فتلقى في جهنم
ملوما مدحورا ٥ ـــــــــ (بنی اسرائیل ع ۲-۳)

اور تمھارے مالک کا حکم ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو، اور (اس توحید خالص کے حکم کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ) اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں، تمھارے ہوتے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (اور ان کا بوجھ تمھیں اٹھانا پڑے) تو بھی ان کی شان میں کوئی نامناسب اور ان کو آزردہ کرنے والا کلمہ نہ کہو، بلکہ اُن سے ادب و احترام والی بات ہی کہو، اور دردمندی سے انکے سامنے انکسار کے ساتھ نیچے بنے رہو اور انکے واسطے اللہ تعالےٰ سے دعا بھی کرتے رہو کہ: اے پروردگار! میرے ان ماں باپ پر رحمت فرما (ان کو دنیا اور آخرت میں راحت اور عافیت دے) جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپنے کی حالت میں پالا (اور میری راحت و عافیت کی فکر کی) تمھارا رب تمھارے دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے پس اگر تم ہوگے لائق اور سعادت مند (اور دل سے ماں باپ کی خدمت اور انکے ادب و احترام کا ارادہ رکھنے والے لیکن اسکے باوجود تم سے انکے ادب اور حسن سلوک کے بارے میں کوئی قصور ہو گیا اور تم نے اسکے بعد توبہ تلافی کی) تو تمھارا وہ پروردگار توبہ کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے،

اور (ماں باپ کے علاوہ بھی) اپنے سب قرابت داروں کا حق ادا کرو، اور (قرابت کے دائرہ سے باہر بھی) عام حاجت مندوں اور (مدد کے مستحق) مسافروں کو بھی دیتے رہو، اور (اللہ کے دیئے مال کو) بیجا نہ اڑاؤ، (بیجا اڑانے والے لوگ شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے (لہٰذا تم ایسے نہ بنو) اور اگر (کبھی ایسی صورت ہو کہ تمھارا ہاتھ خالی ہو اور انکی خدمت سے مجبوری ہو اور اسکی وجہ سے) تمھیں اُن سے روگردانی کرنی پڑے، اور اللہ کے کرم اور اسکی رحمت کی تمھیں امید اور جستجو ہو تو (معذرت کے طور پر) ان سے نرم اور خوشگوار بات کہدو، ایسی بات اس وقت بھی نہ کہو جس سے ان کا دل دُکھے ـــــ اور نہ تو ایسا کرو کہ اپنا ہاتھ (بالکل) اپنی گردن سے باندھ لو (کہ کسی کو کچھ دینے کیلئے ہاتھ بڑھ ہی نہ سکے یہ بخیلوں کنجوسوں کا طریقہ ہے) اور نہ ایسا کرو کہ (فضول اڑانے والے ناعاقبت اندیشوں کی طرح) اپنا ہاتھ بالکل کھول ہی دو، اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم بیٹھ جاؤ بالکل درماندہ ہو کر جس کو ہر طرف سے ملامت کی جائے (بہر حال افراط تفریط سے بچو اور اعتدال و میانہ روی کو اپنا اصول و دستور بناؤ) تمھارا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتا ہے، اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے، وہ اپنے سب بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب کو پوری طرح دیکھنے والا ہے (رزق کی کنجیاں تمھارے یا کسی دوسری مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہیں، بلکہ اسکے ہاتھ میں ہیں، وہی سب کی روزی کا کفیل ہے) اور تم پیدا ہونے والے اپنے بچوں کو افلاس و ناداری کے خطرہ سے ہلاک نہ کر ڈالو، ہم ان کو بھی روزی دیں گے اور تم کو بھی (اگر تم سمجھتے ہو کہ روزی کا مسئلہ تمھارے ہاتھ میں ہے تو تمھارا یہ خیال نہایت جاہلانہ اور بالکل کافرانہ ہے، بہر حال افلاس اور تنگی کے خطرہ سے) اپنے بچوں کو ہلاک کر ڈالنا بہت ہی بڑا گناہ ہے ـــــ اور دیکھو زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، وہ بڑی بے حیائی کی اور گندی بات

ہے، اور بُری راہ ہے اور مت قتل کرو کسی ایسی جان کو (جس کا مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کی بنا پر (مثلاً قصاص میں یا کسی اور ایسے سنگین جرم کی پاداش میں جس کی سزا اللہ تعالےٰ کی طرف سے قتل ہی مقرر ہے) اور جو کوئی ناحق مار ڈالا جائے تو ہم نے اسکے وارث کو (قصاص میں قاتل کی جان لینے کا) حق دیا ہے، پس اس کو قتل کے بارے میں حد شرعی سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے، بیشک وہ ہمدردی اور مدد کا مستحق ہے (لیکن اس کو اسکی اجازت ہرگز نہیں ہے کہ وہ جوش انتقام میں قصاص کی مقرر حد سے آگے بڑھے) ـــــ اور یتیموں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ (اور ان کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ) اِلّا یہ کہ (انکے فائدے کیلئے انکے مال میں کوئی تصرف کرنا ضروری ہو جائے تو) اچھے طریقہ سے (کر سکتے ہو، اور وہ بھی صرف) اس وقت تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے ـــــ اور اپنے عہد پورے کرو، عہد کی ضرور باز پرس ہو گی ـــــ اور جب کسی کو تم کوئی چیز ناپ کر دو، تو پورا ناپو، اور (جب کوئی چیز تول کر کسی کو دینی ہو تو) ٹھیک ترازو سے تولو (لین دین میں دھوکے دھڑی کی کوئی بات نہ ہو) یہی تمھارے لئے بہتر ہے، اور اس کا انجام زیادہ اچھا ہے ـــــ اور جس بات کا تمھیں تحقیقی علم نہ ہو اس پر نہ چلو (یعنی توہمات اور بے تحقیق باتوں کی پیروی نہ کرو اور انکو بنیاد کار نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ نے علم و تحقیق کے جو ذریعے سب انسانوں کو دیئے ہیں یعنی) کان اور آنکھیں اور دل یقیناً (قیامت کے دن) ان سب کی بابت پوچھا جائے گا (کہ تم نے حق شناسی کی راہ میں ان سے کتنا کام لیا) اور زمین پر (متکبروں کی طرح) اتراتے اور اکڑتے نہ چلو (اپنی حقیقت کو نہ بھولو) نہ تو تم اپنے زور قدم سے) زمین کو چیر پھاڑ سکتے ہو، اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو، یہ سارے بُرے کام تمھارے مالک کو ناپسند ہیں ـــــ اے پیغمبر! یہ باتیں اس ذخیرہ حکمت میں سے ہیں جو تمھارے رب نے تمھاری طرف وحی کیا ہے ـــــ اور (اے انسانو! آخر میں پھر مکرر تاکید کی جاتی

ہے کہ) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ (شرک وہ گناہ عظیم ہے کہ اگر اس سے تم آلودہ ہوئے) تو بس جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے اور پھر تم پر (ہر طرف سے) لعنت و ملامت اور دھتکار ہوگی۔

سبحان اللہ! قرآن مجید کا یہ "خطبہ" احکام و ہدایات کو کس قدر جامع ہے اور پھر طرزِ بیان کتنا سادہ، اور اسی کے ساتھ کس قدر مؤثر ہے ـــــ بلاشبہ اگر ذوقِ سلیم نصیب ہو تو اسکی ہر آیت پڑھ کر دل گواہی دے گا کہ بے شک یہ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہی کا ہدایت نامہ ہے۔

اُمّتِ مسلمہ کے خاص فرائض اور اُس کا نصب العین

سورۃ الحج کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ○ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۚ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ○ ـــــ (الحج-ع-۱۰)

اے وہ لوگو! جنھوں نے دعوت ایمانی کو قبول کر لیا (اب تمھارے فرائض اور تمھارے کرنے کے خاص کام یہ ہیں کہ اپنے پروردگار کیلئے) رکوع و سجود کرو، اور (ہر طرح سے) اپنے رب کی عبادت و بندگی کرو، اور (اسکی مخلوق کے ساتھ) بھلائی کرو، تاکہ تم فلاح یاب اور بامراد ہو جاؤ! ـــ اور اللہ کی راہ میں خوب کوشش کرو، اور جان لڑاؤ جیسا کہ اسکی راہ میں کوشش اور جانبازی کا حق ہے، اُس نے (اپنی خاص بندگی اور اپنی راہ کی جدوجہد کیلئے) تمھارا انتخاب کیا ہے، اور دین میں تمھارے لئے اس نے

کوئی تنگی نہیں رکھی ہے (بلکہ بڑی وسعت اور کشادگی والا یہ دین ہے جو محمد رسول اللہ کے ذریعہ تم کو عطا کیا گیا ہے) وہی طریقہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کا، اس نے تمھارا نام رکھا "مسلمین" پہلے بھی، اور اس (آخری کتاب قرآن) میں بھی، تاکہ رسول بتلانے والا ہو تم کو، اور تم بتانے والے ہو (دنیا کے) اور سب لوگوں کو، پس اے اہلِ ایمان! (ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے) تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ تعالےٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو (اور اسکی کارسازی اور مددگاری پر بھروسہ کر کے جدوجہد کے میدان میں کود پڑو) وہ تمھارا والی اور کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

سبحان اللہ! چھوٹی چھوٹی ان دو تین آیتوں میں امتِ مسلمہ کے نصب العین، اس کے مقصدِ وجود، اس کے منصب، اور اس کے فرائض کو کیسی جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ صرف یہ آیتیں بھی امت کی اصولی رہنمائی کے لئے بالکل کافی ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ قرآن مجید کے اس طرح کے ارشادات کی روشنی میں اپنے مقصد و نصب العین اور اپنے منصبی فرائض کو سمجھیں، اور اپنی زندگی کو ان ہدایات کے مطابق بنا کے اللہ تعالےٰ کی رضا و رحمت کے مستحق ہوں یہی ہے انسانوں کی حقیقی معراج۔

اپنے گناہگار بندوں کو اللہ کا بلاوا، اور نہ ماننے والوں کا انجام

سورۃ زمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ○ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ

فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ
لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً
فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ
وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ
مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ
اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ
فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ
جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ
قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ
بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (زمر-ع-۶-۷)

اے پیغمبر! (آپ میری طرف سے میرے بندوں سے) کہئے کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے
(کفر و شرک کرکے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، خدا کی رحمت سے تم (بھی) ناامید مت
ہو (اور یہ خیال مت کرو کہ تمھاری بخشش نہیں ہوسکتی اگر تم شرک و کفر اور بغاوت کی
زندگی سے نکل آؤ اور توبہ کرلو، تو بخشش کا دروازہ تمھارے لئے بھی کھلا ہوا ہے)

اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے (پس اگر اللہ
کی بخشش چاہتے ہو تو توبہ کرلو) اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف، اور اس کی
فرمانبرداری اختیار کرلو، قبل اسکے کہ (کفر و شرک کی پاداش میں) تم پر عذاب
آجائے، اور پھر کسی طرف سے تم کو کوئی مدد نہ مل سکے ——— اور (بغاوت و معصیت کی
زندگی چھوڑ کے) پیروی اختیار کرلو، اس بہترین شریعت کی جو تمھاری طرف تمھارے
پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے قبل اسکے کہ اچانک تم پر خدا کا عذاب آپڑے
اور تمھیں اس کا خیال بھی نہ ہو ——— اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ (کل قیامت میں
تم میں سے) کوئی شخص (حسرت سے) کہے کہ ہائے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو
میں نے اللہ کی جناب میں کی، اور میں تو ہنسی مذاق ہی کرتا رہا ——— یا کوئی یوں کہے
کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا، یا کوئی شخص (اس دن)
عذاب الٰہی دیکھ کر کہنے لگے، کاش! دنیا میں پھر مجھے ایک دفعہ جانا مل جاتا تو میں بڑے
نیک بندوں میں سے ہو جاتا ——— (اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا) ہاں بیشک
میری آیتیں تیرے پاس پہنچی تھیں تو تو نے انکی تکذیب کی، اور استکبار و غرور کا
رویہ اختیار کیا، اور تو کافروں ہی میں رہا ——— اور تم دیکھو گے قیامت کے دن ان
لوگوں کے چہرے بالکل سیاہ (ہونگے) جنھوں نے جھوٹ بولا اللہ پر (مثلاً جنھوں نے
اپنے مشرکانہ عقائد و اعمال یا دوسرے جاہلانہ رسوم و خرافات کے بارہ میں کہا کہ
ہمیں اللہ نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، تو ایسے سب مفتریوں کے چہرے قیامت کے
دن بالکل کالے ہونگے اور ان پر لعنت برستی ہوگی) کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے
——— اور جن بندوں نے (کفر و معصیت کی زندگی چھوڑ کے) تقویٰ کو اپنا شعار بنایا،
اللہ تعالیٰ ان کو پوری کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا، ان کو (ذرا بھی)
تکلیف نہیں پہنچے گی، اور نہ وہ رنج و غم میں مبتلا ہونگے ——— اللہ ہر چیز کا خالق ہے،

اور ہر چیز اسی کے سپرد ہے، زمین و آسمان کی کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں اور جو لوگ اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارے میں رہیں گے ـــــــ اے پیغمبر! آپ (ان مشرکوں سے) کہئے، اے جاہلو حقیقت ناشناسو! کیا تم مجھ سے فرمائش کرتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی بھی عبادت کروں، اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے گئے ان سب کی طرف بھی وحی کے ذریعہ یہ پیغام ہدایت بھیجا جاچکا ہے کہ اے انسان! اگر تو نے شرک کیا تو تیرا سب کیا کرایا غارت ہوجائے گا، اور تو بڑے خسارہ والوں میں سے ہوجائے گا (پس ہرگز شرک کے پاس نہ جاؤ) بلکہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اور اس کے شکرگزار بندوں میں سے ہوجاؤ ـــــــ اور (افسوس!) انھوں نے خدا کی ویسی عظمت نہ کی جیسی عظمت اسکی کرنی چاہئے تھی حالانکہ (اسکی وہ شان ہے کہ) ساری زمین (مشرق سے مغرب تک) قیامت کے دن اسکی مٹھی میں ہوگی، اور تمام آسمان لپیٹے لپٹائے اسکے خاص دستِ قدرت میں ہونگے، وہ پاک ہے، اور برتر ہے انکے شرک سے اور جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے ہوش اڑ جائیں گے (ہاں) مگر جس کو اللہ تعالےٰ چاہے گا (ہوش میں رکھنا، تو وہ ہوش کی حالت میں رہے گا) پھر (جب) دوسری دفعہ (مُردوں کے جِلانے کیلئے) صور پھونکا جائے گا تو دفعۃً سب کے سب (جی کے) اُٹھ کھڑے ہونگے (اور آنکھ پھاڑ پھاڑ کے حیرت سے ہر طرف) دیکھتے ہونگے اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی، اور (سب کا) نامۂ اعمال (سامنے) رکھ دیا جائے گا، اور پیغمبر اور گواہ (دربار الٰہی میں) حاضر کئے جائیں گے اور سب کے مابین ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا، اور ان پر ظلم بالکل نہ ہوگا ـــــــ اور جس نے جو کچھ کیا ہوگا اسکو اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا، اور وہ احکم الحاکمین بندوں کے سارے اعمال و افعال کو خوب جانتا ہے۔

اللہ کی بات ماننے والوں اور اسکی راہ پر چلنے والوں کو بشارت

سورۂ حٰم سجدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(حٰم سجدہ ع ۴-۵)

جن بندوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اسی کی بندگی والی زندگی گزاریں گے) پھر وہ اس پر پوری طرح قائم رہے، نازل ہونگے اُن پر فرشتے (یہ پیام لے کر) کہ نہ کوئی اندیشہ کرو، اور نہ رنج کرو، (بلکہ مطمئن) اور خوش رہو اس جنت کے ملنے پر جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمھارے رفیق اور سرپرست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، اور اس آخرت میں تمھارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کو تمھارے جی چاہیں گے، اور وہاں تمھارے واسطے وہ سب کچھ مہیا ہے جو تم مانگو گے، خداوند غفور رحیم کی طرف سے یہ تمھاری مہمانی ہوگی ـــــــ اور اُس بندہ سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (اللہ کے بندوں کو) اللہ کی طرف بُلاوے، اور خود بھی نیکوکار اور خوش کردار ہو، اور اعلان کرتا ہو کہ میں اللہ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہوں ـــــــ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی (بلکہ ہر ایک کا اثر اور انجام جدا ہے، اس لئے آپ کو

اور آپ کے تبعین کو ہدایت اور نصیحت کی جاتی ہے کہ دشمنوں کی دشمنی اور شرارت کا) آپ جواب دیجئے اپنے اچھے برتاؤ سے پس (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) تمھارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی (تمھارے اچھے برتاؤ سے متاثر ہوکر) وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ تمھارا دلی دوست ہے اور یہ بات ان ہی بندوں کو نصیب ہو سکتی ہے جن میں صبر کی صفت ہے اور اسکی توفیق بس ان ہی کو مل سکتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں اور اگر (ایسے وقت میں) شیطان کی طرف سے تمھیں کوئی وسوسہ آنے لگے (مثلاً دل میں اشتعال اور انتقام کا جذبہ پیدا ہونے لگے) تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ خوب سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (اسکی طرف سے تمھاری مدد اور دستگیری ہوگی، اور شیطان کے وار سے تم محفوظ رہو گے۔)

اپنے کو جہنّم کی آگ سے بچاؤ، اور سچّی توبہ کرکے آخرت کی سرخروئی اور جنّت حاصل کرو

سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
(سورۃ التحریم ۶-۸)

اے ایمان والو! خود اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اُس پر (خدا کی طرف سے وہ) فرشتے متعین ہیں، جو بڑے سخت مزاج اور طاقتور ہیں، جو حکم اللہ تعالےٰ ان کو دیتا ہے وہ اسکی بالکل نافرمانی نہیں کرتے،

اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے ــــــ (قیامت کے اس دن میں کافروں منکروں سے کہا جائے گا کہ) اے کافرو منکرو! آج تم کوئی عذر معذرت پیش نہ کرو، آج تم کو تمھارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا (لہذا جس کو اس انجام و عذاب سے بچنا ہو اس کو چاہئے کہ اس دنیا ہی میں کفر سے باز آجائے اور ایمان والی زندگی اختیار کرے) ــــــ اے اہلِ ایمان! تم اللہ کے آگے توبہ کرو، پوری مخلصانہ توبہ! امید رکھو کہ (سچی پرخلوص توبہ کے بعد) تمھارا پروردگار (تم پر خاص لطف و کرم فرمائے گا) تمھارے گناہ مٹا دیگا (یعنی معاف فرمادے گا) اور تم کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (اور یہ اس دن ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ساتھ والے اہلِ ایمان کو (پوری پوری سرخروئی عطا کرے گا اور بالکل) رسوا نہ کرے گا (وہاں ان کی شان یہ ہوگی کہ) ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہوگا، اور ان کی زبانوں پر یہ (الہامی) دعا ہوگی:-

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اس آخری عنوان "قرآنی خطبات و مواعظ" کے تحت ہم نے دس مقامات کی جو آیات درج کی ہیں، ان کی حیثیت بس "مشتے نمونہ از خروارے" کی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک میں پچاسوں مقامات ایسے ہیں جن میں اُن انسانوں کے لئے جن کے دل پتھر کے نہیں ہیں، موعظت و نصیحت کا پورا پورا سامان ہے، خاص کر قرآن مجید کا آخری چوتھائی حصّہ (یعنی سورۂ سبا سے لے کر آخر تک) تو مواعظ و خطبات ہی سے بھرا ہوا ہے، اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ اگر آدمی کی فطرت سلیم ہو اور اس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو تو قرآن پاک کے خاص کر اس آخری تذکیری حصّہ کے ہر ورق اور ہر صفحے کی تلاوت کے وقت اس کو اس تاثیر اور اس کیفیت کا تجربہ ہوگا جس کو قرآن مجید نے خود ہی ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط

جن بندوں میں کچھ خوف خدا ہے' اس قرآن مجید (کے پڑھنے یا سننے) سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' پھر ان کے جسم اور ان کے قلوب (یعنی سارا ظاہر و باطن) نرم پڑ کر اللہ کی نصیحت اور اس کے پیغام کا تابع ہو جاتا ہے۔

جی چاہتا تھا کہ اس آخری عنوان کے تحت قرآن مجید کا کافی حصہ نقل کیا جائے، لیکن اب کتاب کی ضخامت بہت کافی بڑھ چکی ہے' اور یقین ہے کہ ایسے ایسے دس بیس مقامات اور نقل کرنے کے بعد بھی یہ خواہش باقی ہی رہے گی ——— اس لئے بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آخری گذارش یہ ہے کہ ناظرین کرام اس پوری کتاب کو قرآن مجید کی دعوت و تعلیم اور موعظمت و نصیحت کا بس ایک "نمونہ" اور "مختصر تعارف" ہی سمجھیں' میں خدا کو گواہ بنا کے بقسم عرض کرتا ہوں (وکفیٰ بہ شہیداً) کہ میرا صرف عقیدتمندانہ نہیں بلکہ بالکل حقیقت پسندانہ احساس و اعتراف یہ ہے کہ ڈھائی سو صفحات کی اس کتاب میں قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے' اس کو اصل قرآن پاک سے قطرہ اور دریا کی بھی نسبت نہیں ہے ——— پس چاہئے کہ اس قسم کوششوں کے ذریعہ قرآن پاک کی دعوت و تعلیم سے مناسبت پیدا کر کے آدمی اصل قرآن ہی سے وابستگی پیدا کرے' بلاشبہ قرآن پاک سے وابستگی اللہ تعالےٰ سے وابستگی ہے' اللہ تعالےٰ اس کے لئے ہم سب کے سینے کھول دے!

والحمدُ للهِ اوّلاً وّ اٰخراً

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com